

**DYAL SINGH PUBLIC LIBRARY**  
**READING ROOM**  
**8A, CANNUGHT PLACE,**  
**NEW DELHI**

**Dyal Singh Public Library**

## READING ROOM

**8-A, CONNAUGHT PLACE, NEW DELHI-1.**

Cl. No. 891.4391

ب 252 5

Ac. No. 475

**Date of release for loan**

**This book should be returned on or before the date last stamped below. An overdue charge of 0.10 P. will be charged for each day the book is kept overtime.**

[illegible]

ہر جلی عنوان سے ایک نیا مضمون شروع ہوتا ہے اور اس کے تحت دیگر  
مضامین بتائے ہیں۔

۱۹	۱۱	۵	۱۰
۱۸	۱۲	۶	۱۱
۱۷	۱۳	۷	۱۲
۱۶	۱۴	۸	۱۳
۱۵	۱۵	۹	۱۴
۱۴	۱۶	۱۰	۱۵
۱۳	۱۷	۱۱	۱۶
۱۲	۱۸	۱۲	۱۷
۱۱	۱۹	۱۳	۱۸
۱۰	۲۰	۱۴	۱۹
۹	۲۱	۱۵	۲۰
۸	۲۲	۱۶	۲۱
۷	۲۳	۱۷	۲۲
۶	۲۴	۱۸	۲۳
۵	۲۵	۱۹	۲۴
۴	۲۶	۲۰	۲۵
۳	۲۷	۲۱	۲۶
۲	۲۸	۲۲	۲۷
۱	۲۹	۲۳	۲۸
	۳۰	۲۴	۲۹
	۳۱	۲۵	۳۰
	۳۲	۲۶	۳۱
	۳۳	۲۷	۳۲
	۳۴	۲۸	۳۳
	۳۵	۲۹	۳۴
	۳۶	۳۰	۳۵
	۳۷	۳۱	۳۶
	۳۸	۳۲	۳۷
	۳۹	۳۳	۳۸
	۴۰	۳۴	۳۹
	۴۱	۳۵	۴۰
	۴۲	۳۶	۴۱
	۴۳	۳۷	۴۲
	۴۴	۳۸	۴۳
	۴۵	۳۹	۴۴
	۴۶	۴۰	۴۵
	۴۷	۴۱	۴۶
	۴۸	۴۲	۴۷
	۴۹	۴۳	۴۸
	۵۰	۴۴	۴۹
	۵۱	۴۵	۵۰
	۵۲	۴۶	۵۱
	۵۳	۴۷	۵۲
	۵۴	۴۸	۵۳
	۵۵	۴۹	۵۴
	۵۶	۵۰	۵۵
	۵۷	۵۱	۵۶
	۵۸	۵۲	۵۷
	۵۹	۵۳	۵۸
	۶۰	۵۴	۵۹
	۶۱	۵۵	۶۰
	۶۲	۵۶	۶۱
	۶۳	۵۷	۶۲
	۶۴	۵۸	۶۳
	۶۵	۵۹	۶۴
	۶۶	۶۰	۶۵
	۶۷	۶۱	۶۶
	۶۸	۶۲	۶۷
	۶۹	۶۳	۶۸
	۷۰	۶۴	۶۹
	۷۱	۶۵	۷۰
	۷۲	۶۶	۷۱
	۷۳	۶۷	۷۲
	۷۴	۶۸	۷۳
	۷۵	۶۹	۷۴
	۷۶	۷۰	۷۵
	۷۷	۷۱	۷۶
	۷۸	۷۲	۷۷
	۷۹	۷۳	۷۸
	۸۰	۷۴	۷۹
	۸۱	۷۵	۸۰
	۸۲	۷۶	۸۱
	۸۳	۷۷	۸۲
	۸۴	۷۸	۸۳
	۸۵	۷۹	۸۴
	۸۶	۸۰	۸۵
	۸۷	۸۱	۸۶
	۸۸	۸۲	۸۷
	۸۹	۸۳	۸۸
	۹۰	۸۴	۸۹
	۹۱	۸۵	۹۰
	۹۲	۸۶	۹۱
	۹۳	۸۷	۹۲
	۹۴	۸۸	۹۳
	۹۵	۸۹	۹۴
	۹۶	۹۰	۹۵
	۹۷	۹۱	۹۶
	۹۸	۹۲	۹۷
	۹۹	۹۳	۹۸
	۱۰۰	۹۴	۹۹
	۱۰۱	۹۵	۱۰۰
	۱۰۲	۹۶	۱۰۱
	۱۰۳	۹۷	۱۰۲
	۱۰۴	۹۸	۱۰۳
	۱۰۵	۹۹	۱۰۴

۳۳۔ برکھانت	۳۹	۳۸۔ چائے کا موسم	۳۰۔
۳۴۔ برکھانت	۴۲	۳۹۔ شپ سرا	۴۳۔ آزاد
۴۵۔ برسات	۴۳	۴۰۔ موسم خزاں	۴۵۔ مانتی
۴۶۔ برسات	۴۳	۴۱۔ موسم خزاں	۴۶۔ آزاد
۴۷۔ بارش	۴۴	۴۲۔ آبد بہار	۴۷۔ غالب
۴۸۔ فصل بڑنگال	۴۵	۴۳۔ آبد بہار	۴۸۔ شوق تداوی
۴۹۔ فصل بڑنگال	۴۶	۴۴۔ صبح بہار	۵۰۔ ادس
۵۰۔ اپریل آمد	۴۶	۴۵۔ لطیف بہار	۵۱۔ مبارک
۵۱۔ پہاڑی بادل	۴۷	۴۶۔ بہار	۵۳۔ انشا
۵۲۔ ابرگرم	۴۸	۴۷۔ جوش بہار	۵۳۔ آتش
۵۳۔ بادل پھٹنا	۵۰	۴۸۔ بادِ مراد	۵۳۔ اعلیٰ
۵۴۔ برسات کا شام	۵۱	۴۹۔ گرمی کا موسم	۵۴۔ حال
۵۵۔ شپ ابر	۵۲	۵۰۔ گرمی کا موسم	۵۵۔ اعلیٰ
۵۶۔ شپ ابر	۵۳	۵۱۔ شپ سرا	۵۵۔ آزاد
۵۷۔ شپ ابر	۵۴	۵۲۔ شپ سرا	۵۷۔ اعلیٰ



۱۱۳	کائنات	دریا کے بیاس	۷۱	۸۵	اسطبل	۵۲۔ خدا کی صنعت
۱۱۴	ظفر علی خاں	طوفان عظیم	۷۱	۸۷	•	۵۳۔ خپائی کاریگری
۱۱۸	شہاب	آبشار	۷۲	۸۸	مدنی کنٹری	۵۵۔ ہندوستان کے چھل
۱۱۹	شوق قدوائی	پہاڑ	۷۳	۸۹	۹	۵۶۔ دیگر
۱۲۰	عزیز لکھنوی	فوارہ	۷۳	۹۰	اقبال	۵۷۔ کنجھرت
۱۲۲	شوق قدوائی	تسلیم الی	۷۵	۹۲	میرمن	۵۸۔ بارغ
۱۲۳	سیف	تسلیم	۷۶	۹۵	آناد	۵۹۔ بارغ
۱۲۴	اکبر	تسرباں	۷۷	۹۶	مرنا شوق	۶۰۔ بارغ بنگلہ
۱۲۴	مرحوم	بلبل زمر راز	۷۸	۹۷	"	۶۱۔ آرائش بارغ
۱۲۵	شوق قدوائی	چڑیا	۷۹	۹۸	عزیز لکھنوی	۶۲۔ بہار من
۱۲۶	•	مور	۸۰	۱۰۲	مرنا شوق	۶۳۔ صھو
۱۲۶	محمود	مور	۸۱	۱۰۳	محمود	۶۴۔ صھو
۱۲۷	محمد علی شید بایزید پوری	کبوتر	۸۲	۱۰۵	شوق قدوائی	۶۵۔ جنگل کی رات
۱۳۰	سید نور اللہ شاہ	ابابیل	۸۳	۱۰۵	اسطبل	۶۶۔ گروہ ہمالیہ
۹۲۰	اسطبل	چڑیا کے چپے	۸۴	۱۰۷	آناد	۶۷۔ شملہ
۱۳۲	"	گوا	۸۵	۱۰۹	اکبر	۶۸۔ رداؤی دریا
۱۳۳		ضمیمہ	۸۶	۱۱۲	مقبول	۶۹۔ گنگا جی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## نورِ ظہور کا وقت

وہ صبحِ احد وہ چمکِ ستاروں کی اور وہ نور      دیکھے تو غش کیے ارنی گئے انہی طور  
 پیدا گلوں سے قدرتِ اشد کا ہمسور      وہ جا بجا درختوں پہ تسبیحِ خوالِ غیر  
 گلشنِ خجل تھے وادیِ مینو سا سے  
 جنگلِ تنہا سب بسا ہوا پھولوں کی باس  
 ٹھنڈی ہوا میں ہنر و مہر کی وہ لپک      شربتِ حمی سے اطلسِ نگاریِ فلک

دو مجھ منادِ حق کا پھول کی وہ چمک      ہر گلاب گلِ قطرہ بنیتم کی وہ چمک  
 ہیرے غل تھے گوہرِ یکتا شاد تھے  
 پتے بھی ہر شجر کے جو اس رنگارنگ تھے

دو نور اور وہ دشتِ بہا ناما سادہ فضا      دراج کبک تیر و طاووس کی صدا  
 وہ جو شبنم گلِ نہالہ مرغانِ خوش نوا      سردی جگر کو بخشنی تھی صبح کی ہوا  
 پھولوں کے سبز بنر شجرِ مرغ پوش تھے  
 تھلے بھی غل کے سبد گلِ فردش تھے

دو دشتِ نسیم کے چھونکے وہ بنبرہ زار      پھولوں پہ جا بجا وہ گہر ہاتے آبدار  
 اٹھنا وہ جھوم جھوم کے شاخوں کا بدبار      بالائے غل ایک جو ٹیل تو گل ہزار  
 خواہاں تھے زہر گلشن زہرا جو آب کے  
 شبنم نے بھر دی تھے گلوں سے گلاب کے

وہ قریوں کا چار طرٹِ سرور کے ہجوم      کو کو کا شور نہالہ حقِ سیرہ کی دھوم  
 سبحانِ مہربا کی صدا تھی علیٰ الحسوم      جاری تھے وہ جوان کی جہالت کے روم  
 کچھ گل فقط اُکرتے تھے اپنے خطا کی مدح  
 ہر خار کو بھی زکِ زبان تھی خدا کی مدح

(انین)

## ۲۔ نمودِ صبح

طے کر چکا جو منزلِ شبِ کارِ دانِ صبح      ہونے لگا اُفق سے ہونیا نشانِ صبح  
گردوں سے کوچ کرنے لگے اخترانِ صبح      ہر سو ہوئی بلند صدائے نواںِ صبح

پہاں نظر سے روئے شب تار ہو گیا  
عالم تمام مطلعِ انوار ہو گیا

یوں گلشنِ فلک سستائے ہوئے رداں      چختے چمن سے سجھو لوں کو جیلِ یاغیاں  
آئی بہار میں گلِ ہتھابِ چرخِ زداں      مڑجھاکے گر گئے ثمر شاخِ کہکشاں

دکھلائے طورِ بادِ سحر نے سموم کے  
پڑ مرده ہو کے رہ گئے غنچےِ نجوم کے

چھپنا دہ ماہِ تاب کا دہ نور کا ظہور      یادِ خدا میں زمزمہ پر دازیِ طہور  
دہ رونقِ ابدِ دہ سرد ہما دہ فضا دہ نور      خشنکی ہو جس سے چشم کو ابدِ طلبِ کمر دہ

انساں زمیں پہ محو ملکِ آسمان پر  
جاری تھا ذکرِ قدسِ حق ہر زبان پر

دہ مرنے شفق کی بوہرے پر بہار      دہ بار دہ دختِ دہ محرابِ سبزہ زار  
شبنم کے وہ گلوں پہ گہرا تے آبدار      سحرِ وقت سے صبحِ بزمِ اداں کو بہار

ناتے کھلے ہوتے وہ گلوں کی نسیم کے  
آتے تھے سرد مرد وہ جو نئے نسیم کے

(انیس)

### ۳۔ عبادت . ص

کیفیت دہی میں ہے بھبل	ہے وقت نزلِ معصیٰ گل
سبزہ ہے کنارِ آب جو بہر	یا خضر ہے مستعد و ضو پر
نوبت ہے مدائے قرین کی	تیار می ہے باغ میں ازاں کی
محو تکبیرِ فاختہ ہے	قد قامتِ مرد و لرہا ہے
اک شاخ و کوع میں دُکی ہو	اور ددِ سری سمجھے میں جھکی ہو
سوسن کی زبان پر ناجات	جاری لب جو سے التجات
پھیلی ہوئی دھنئے گل چین میں	ادِ صلی علی کا غل چین میں
غنج میں ہے خامشی کا عالم	یا سوم سکت میں ہے مریم
کیاری ہر اک عتکاف میں ہے	امدآپ ردال طواف میں ہے
سالک ہے چین میں نہرِ زندہ	مجدوب ہے شاخِ بیدِ مخدو
پہے صوفی صاف دلِ صنوبر	تحرکِ نسیم حالتِ آور
سجادہ پیدش لالہ یکسو	کیوشپِ زندہ دارِ شبو

چے استغراق نیلو فر کو      پاس افاس ہے محسوس کو  
ہر تیغ غموش فکر میں ہے      ہر طائر شمع ذکر میں ہے

دھرت ہے عین میں منتر پست

صادق ہے بہار پر ہمداد دست

(صحن کا کردی)

## ۴۔ نمازِ حین

بہاؤی کھلے گل زیب حین بوستاں ہو کر      غلام نے چمائی دھوم سرگرم فغاں ہو کر  
بچا فرش زرد و اہتمام سبزہ تر میں      چلی ستارہ دشن باد صبا غنیر فشاں ہو کر  
عروج نشہ نشو و نما سے ڈالیاں جو میں      ترانے گائے مرغان حین نے شادماں ہو کر  
بلائیں شاخ گل کی لیں نیم صبح گاہی نے      ہوئیں کلیاں شگفتہ روئے رنگین بتلاں ہو کر  
جوانان حین نے اپنا اپنا رنگ کھلایا      کسی نے یاسمن ہو کر کسی نے ادغواں ہو کر  
کیا پھولوں نے شبنم سے دھو حین گل لیں      صدائے نغمہ بلب لکھی بانگ اذہاں ہو کر  
ہوائے شوق میں شعلیں جھکیں غافل کے سہ کو      ہوئی تیسرے میں مصروف ہر تپ زباں ہو کر

زبان ہر گل نے کی دُعا رنگیں جارات میں

خُدا سرسبز رکھے اس حین کو ہسریاں ہو کر

(الکبوالآبادی)

## ۵۔ صبحِ چمن

تاریکی شب ہو جس سے کافور	وہ جلو گری ہر پڑ نور
فق ہو نا وہ چہرہ قر کا	آغاز سپید سحر کا
ہو تختہ گل کا جس پہ دھوکا	وہ رنگِ شفق افق سے پیدا
وہ موجِ فیمیم بھینی بھینی	وہ بادِ نسیم دھیمی دھیمی
پھرتی ہے ہوا چمن میں ہوش	ہر اک نہالِ باغ گل پوش
کہتے ہیں طہرِ عید باری	قدت کی یہ ہے شگوفہ کاری
گویا کہ چمن نہیں پری ہے	ہر شاخ چمن ہری بھری ہو
سرگوشی غنچہ ہستے رنگیں	بادِ محسری وہ عطر آگین
وہ خندہ گل وہ رُت سہانی	سبزہ وہ چمن میں دھانی دھانی
ہے مشکِ نشانِ ہر اک بوٹا	نافہ ہے خستن کا ہر شگوفہ
لبریز ہے یا کہ جامِ احر	قنبرم سے بھرا ہے لالہ تر
وہ فطرتِ مودِ رقصاں	وہ آہستے دشتِ نوجواں

ہر سمت طہر ہیں تناخواں  
انجار ہیں حمد حق میں جُعباں

(ذاک)

## ۶۔ نسیم

ہونے کو صبح آئی تو ٹھنڈی ہوا چلی      کیا دھیمی دھیمی چال سے خوش اما چلی  
 لہر ادا ہے کھیت کو ہلتی ہیں بالیاں      پورے سبھی جھوٹے ہیں بھکتی ہیں ابیاں  
 بچہ نوا ریوں میں تازہ شگوفے کھلا چلی  
 سویا ہوا تھا سبزہ اسے توجہ کا چلی

(اسمیل)

## ۷۔ لطف

دہ دن کے تے سرد کا وقت      دہ لطف سحرہ نور کا وقت  
 آہستہ نسیم کا وہ چلنا      سورج کا وہ آڑے نکلنا  
 شغاف وہ آب جو چین کی      بھیجی بھیجی وہ بوجھن کی  
 منہ بچھو لیل کے دھوئی ہو شبنم      سبزے کو بھگو گئی ہے شبنم  
 نوکوں پہ جو قطرے غم مے میں      دانے موتی کے جم تے ہیں  
 کلیں سے لکیر سی ہویدا      کچھ قصہ مستم اُن سے پیدا

دل کو جو بٹھایا رنگ و بونے

اور جس کشش یہ دی ہو توتے

(شوق قدما)



## ۸۔ صبح کی آمد

خیرون کے آنے کی میں لاری ہوں      اُجالا زانہ میں پھیلا رہی ہوں  
 بہا مانپی شرتی سے دکھلا رہی ہوں      پکائے گلے صاف چلا رہی ہوں  
 اٹھو سونے والو کہ میں آرہی ہوں

میں سبکار تہوار کے ساتھ آئی      میں رفتارِ گفتار کے ساتھ آئی  
 میں باجوں کی جھنکار کیساتھ آئی      میں چڑیوں کی چہکار کیساتھ آئی  
 اٹھو سونے والو کہ میں آرہی ہوں

اذاں پلٹاں مٹھانے لگا ہے      خوشی سے ہر اک جانور بولتا ہے  
 درختوں کے ادھر بچھبچھا ہے      سہانا ہے وقت اور ٹھنڈی ہوا ہے  
 اٹھو سونے والو کہ میں آرہی ہوں

یہ چڑیاں جو پیروں پہ نہیں پاتی      ادھر سے ادھر اڑ کے یہی آتی جاتی  
 دموں کو ہلاتی پردوں کو پھلاتی      مری آمد آمد کے ہیں گیت گاتی  
 اٹھو سونے والو کہ میں آرہی ہوں

جو طے نے پاؤں میں نہیں لگائی      تو کیل بھی گلشن میں ہے چھپائی  
 اور ادھی منڈی دلِ شاہی بھی لگائی      میں سو سو طرح دے رہی ہوں دہائی  
 اٹھو سونے والو کہ میں آرہی ہوں

ہر اک بانگ کو میں نے ہسکا دیا ہے      نسیم صبا کو بھی ہسکا دیا ہے  
چمن سُرخ پھولوں سے دہسکا دیا ہے      مگر نیند نے تم کو ہسکا دیا ہے  
اُسٹو سونے والو کہ میں آ رہی ہوں

ہوئی مجھ سے ردتق بہاڑ اند بن میں      ہر اک ملک میں دیس میں اند طن میں  
کھلاتی ہوئی پھول آئی چمن میں      بجھاتی چلی شمع کو انجمن میں  
اُسٹو سونے والو کہ میں آ رہی ہوں

جو اس وقت جنگ کی بوٹی بوٹی ہے      سو وہ نو لکھا ہار پہنے گڑی ہے  
عجب یہ سماں ہے عجب یہ گڑی ہے      کہ پھیلے کی ٹھنڈک سے شبنم پڑی ہے  
اُسٹو سونے والو کہ میں آ رہی ہوں

ہر چنک ٹٹے چوڑی بھر رہے ہیں      گولیں ہر اک کجیت میں کر رہے ہیں  
نڈی کے کنکے کھڑے چر رہے ہیں      غرض میرے جلسے پر سب رہے ہیں  
اُسٹو سونے والو کہ میں آ رہی ہوں

میں تاروں کی چھال آن پہنچا ہنک      زمیں سے ہے جلوہ مرا آسمان تک  
مجھے پاؤں دیکھتے ہو جہاں تک      کر دے بھلا کا ہلی تم کہاں تک  
اُسٹو سونے والو کہ میں آ رہی ہوں

پنجاری کو بند کر میں نے جگایا      مؤذن کو مسجد کے میں نے اُٹھایا  
بچکتے مسافر کو دستہ بتایا      اندھیرا گھٹایا اُجھالا چھٹایا

اٹھو سونے والو کہ میں آرہی ہوں

دے قافلوں کے سہارا دیئے کسوں کے ہل چل پڑے منہ اندھیرے

چلے جال کندھوں پہ لے کر پھیرے دلندہ ہوتے دُور آنے سے میرے

اٹھو سونے والو کہ میں آرہی ہوں

بگل اور طنہد رسنکو اور ذوبت بجانے لگے اپنی اپنی ہسی گشت

چلی توپ بھی دن کی حضرت سلامت نہیں خوب غفلت نہیں خوب غفلت

اٹھو سونے والو کہ میں آرہی ہوں

دہشتیار چو جاؤ اور آنکھ کھولو نہ لو کر دلیں اور نہ لبستر ٹھوٹو

خدا کو کرو یاد اور منہ سے بولو بس اب خیر سے اٹھو کے منہ ہاتھ جو

اٹھو سونے والو کہ میں آرہی ہوں

(اسمعیل)

## ۹۔ ترانہ بیلاری

جاگو جاگو پیارے جاگو میری آنکھ کے تارے جاگو

جاگو جاگو چڑیاں کب کی بیت چکی ہیں گھڑیاں کب کی

نوح بچلادی باد مہبانے کلی کھلا دی باد سحر نے

سویں آواز آواز الہیہ گوشہ مشرق نور فشاں ہے

چڑی بیدیں تھیں مسکری      ٹھنٹے ہو آوازِ محسّر کی  
 شبنم موتی دار رہی ہے      منہ پر چھینٹے مار رہی ہے  
 گونجتے ہیں زنبور کنول پر      سولج کا ہے نور کنول پر  
 چمکا ہر عالم آرا      بدلا اُجالے سے اندھیلا  
 آنکھیں کھولو آنکھیں کھولو  
 جاگو پیارے نہالو دھولو

(نلک)

## ۱۰۔ ترانہ بیداری

دقت سحر ہے سولے والو      دھیان کدھر ہے سولے والو  
 جاگو نیند کے اے متوالو      لطفِ سحر کو کھولنے والو  
 جاگ اٹھا ہے تپتہ تپتہ      غفلت کیسی سونا کیسا  
 بادِ سحر کے جھونکے آئے      نکبت تر کے جھونکے آئے  
 جاگو پہلو بدل کر دیکھو      اٹھو آنکھیں مل کر دیکھو

جیتی ملی یہ نور کا عالم  
 ہر ذرے پر طور کا عالم  
 تازہ نازِ خانِ بہن رہی      نیچے جیسے کے جانِ بہن رہی

میٹھی بولی بول رہے ہیں      اڑتے کو پر گھول رہے ہیں  
 دجہ میں ہیں سبالتے جلتے      حمدِ خدا کے گیت ہیں گاتے  
 گلشن میں جو نہر ہے جاری      کرتی ہے سجدہ خالق یاری  
 نخل کھڑے ہیں سر کو جھکا کر      دستِ دُعا شاخوں کے اٹھا کر  
 محوِ یادِ خدا ہے سبزہ      سر بسجود پڑا ہے سبزہ  
 شاخ پہ بیل زمرہ خواں ہے      خاک پہ سنبل سجدہ کناں ہے

جاگو یادِ خدا کی گھڑی ہے

وقتِ نمازِ دُعا کی گھڑی ہے

شوراٹھا تافوس و اذان کا      وقت نہیں یہ خوابِ گراں کا  
 عابدِ شیخ برہن جاگے      جانبِ مسجد مندر بھاگے  
 عارفِ زاہد اور بھاری      نیند نہیں ہے جن کو پیاری  
 نیند سے پیاری یادِ خدا ہے      یادِ خدا میں جن کو مزا ہے

مغفلِ راز میں جا کر بیٹھے

دل کو جہاں سے اٹھا کر بیٹھے

کیونکہ یہ عالمِ داؤدِ فتنہ ہے      اسی میں خدا تک کوئی رہا ہے  
 تو ہے مسافر اس دُنیا میں      پیچھے رہ کر دُعا ہے سراپا  
 صفتِ برگزیدہ ہے سلامت      غفلت میں گروہِ تباہ کو کھاتا ہے

چلنے سے ہو گردہ خافیل      کوئی کہے گا اپنی منزل  
تجھ کو بھی درپیش سفر ہے  
جاگ اٹھ جاگ اٹھ دقت سحر

(عہدِ عمر)

## ۱۱۔ بندر این کی صبح

آندریاں ہوئے صبح کے      ساماں ہونے لگے سفر کے  
ہل چل میں ہے کاروانِ اہم      مغرب کو چلا نشانِ اہم  
دہش کا سیاہ شامیانہ      اب لے کے قرہ ہوا روانہ

تارے سب ایک ایک کر کے

آگے پیچھے چلے قر کے

مشرق میں ہے نور ہلکا ہلکا      طلعت کا ظہور ہلکا ہلکا  
صبحِ یمن کر عروسِ تازہ      آئی مل کر شفق کا فازہ  
آئی ادگس اداسے آئی      سانوں پر کا کلیں ملائی  
چہرہ اس کا وہ یعنی خوشی      بے پردہ حلے حسرتِ دید

بہر چیز کہہ پر تو سہرے  
قدرت نے رنگا ہے رنگِ زرے

جتنا اتنی غولیت اٹھی ہو      پیدا بشیر سے ہانڈ گہرے  
 کوئی جس سے کھیتی ہیں      ظلمت کو پر سے دھکیلتی ہیں  
 ہے موخرام ناز جتنا      عشاق کی دل نواز جتنا  
 ساحل پہ دوب۔ دلب پڑاں      محفل تو ہے دوبا دگر اداں  
 جتنا کا لباس محفل ہے      اور موتیوں سے لدی کھڑی ہے  
 جنگل کے نہ پھول آہ خود رو      بھینتی بھینتی وہ ان کی خوشبو  
 دیکھ دیکھ صبا کے جھونکے      انداز خرام وہ گلولہ سے  
 طائر ہر سمت نغمہ زن ہیں      یہ مطرب محفل جن ہیں  
 ہر چند ہے دل پذیر جتنا      کب دل کو گرہاں ہر تھما  
 جس سے نہیں ہے کام ہم کو      ہے ذوق لقاے شام ہم کو  
 مل جاتے ہمیں کہیں کنہیا  
 آرام دل سنری کنہیا

(محمد مراد)

## ۱۲۔ طلوع آفتاب

صبح دم دروازہ غار کھلا      صبح عالم تاب کا منظر کھلا  
 خسرو انجم کے آیا صحت میں      شب کو تھا گنجینہ گوہر کھلا

دہلی میں ایک سیریا کی سی نمود  
 صبح کو دانہ دہرہ داختر کھلا  
 ہیں کہ کلب کچھ نظر آتے ہیں کچھ  
 دیتے ہیں دھوکا یا باز کھلا  
 سیٹا گردن پر پڑا اتھارات کو  
 موتیوں کا ہر طرف زبرد کھلا  
 صبح آیا جانبِ مشرق نظر  
 ایک نگارِ آتشیں رُخ سر کھلا

(غالب)

### ۱۳۔ خوشا وقتِ شام

خدا کی نظر آرہی شان ہے  
 سہا ساسا اک سبز میدان ہے  
 ہوا سے جو سبز ہے ہزار ہا  
 تو ہے دیکھنے سے مزہ آ رہا  
 ہری گھاس وہ لہلہاتی ہوئی  
 ہوا لوٹ کر ہر کھاتی ہوئی  
 کوئی دل جو مٹی میں ہوں گیا  
 تو لیکہ وہ گل ہے کہیں کھل گیا  
 دایاں ایک پہلو میں تلب ہے  
 کہ دن دھوپا دھات جتا ہے  
 یہ سبزی اسی کے ہاتھ پہ ہے  
 وہ خوں کا جھوٹ کا سر پہ ہے  
 لبِ آب جو بیجا جھومتے  
 وہ بہ جھلک کے پانی کا نہ چھوٹے  
 نما آج کل کے گھاس کا  
 نرودن کا پوکھٹ بھولت کا  
 وہ صباک گل جو اب چھانڈا  
 بھادہر چھلکے نلے سے بھرتے



نواں چہرے رکھنے والا نکر  
 جگر غیبِ حق کو پہچان کر  
 رکھا اپنے جودان سے  
 ورق پر نگلے گئے دیوان سے  
 بہت لکھے پڑھے کھو فدا  
 یہی ذوق اُسے ہر پہا شوق سے  
 خدا جلسہ ہر ہفتہ میں کیا کتاب  
 کما میں ہر ڈوبا چاہی در آب  
 ادا کرتا ہے جودوں سیاہی شام  
 وہ شوقین و کما بذوقِ تمام  
 بچھا جاتے اس طرح خور سے  
 کہ کاغذ میں کیڑا جو جس طرح سے  
 نظر اُس کی جب ترمرانے لگی  
 یہ تمام سُرمہ اُڑانے لگی  
 بہت بیٹھا بیٹھا جو تھا حک گیا  
 اک انگواٹی لے کر وہ لگا اٹھا  
 ملاک ہم چھوٹے چھوٹے سو ہاتھ  
 ملے چہرہ پر لطفِ محنت کے ساتھ

رکھا پھر کتا یوں کو جودان میں

بہنے لگا آ کے میدان میں

گئی ٹھنڈی ٹھنڈی چمن پر ہوا  
 حواس اُس کے آئے ٹھکانے دوا  
 تھے دق کے ٹھکانے جو جانور  
 وہ بہنے مقاموں پہ سہا ن کر  
 بہم مل کے آواز نہ بنے گئے  
 بسیرے درختوں پہ لینے گئے  
 وہ بل بل کے آپس میں خورتے  
 کہ اپنی خوش آوازیں بولتے  
 درختوں پہ چڑھیں کہیں جوتے  
 جو بھوتہ پھر یاد بچوں کو  
 جو سونے میں جوتے کہ تیریا کی  
 جوتے جوتے کہ تیریا کی

گئی غول طوطی کے چنگ کا تے      جتے سبز سبز لہجے میں ماستے  
 تھا ارد کا بھی جیوں پیکر ہو گیا      کہ میلاں کا سہو ہوا ہو گیا  
 کیا خاتمہ دن کا حب تمام نے      تو لی گھر کی راہ اس خوشی نے جلم نے  
 ادھر ادھر ادھر کو نظر ڈالتا      چلا جاتا تھا دیکھتا بجاتا  
 کہ کچھ گائیں بھنیسیں لی راہ میں      پھر یہ کیسے گھر کی تھیں چاہیں  
 ٹپکتی خوشی مودت حال سے      عجب جا رہی تھیں ایک حال سے  
 بھوک دھوک سے تنہا لگتے ہوئے      کہ شکیں بے جے تھکتے ہوئے  
 کئی ساتھ ساتھ اُن کے گویاں تو      کہ ماؤں نے غن کے نئے تلپے تو  
 اندک گل باں پیچھے آتا ہوا      تھا الغوزہ اپنا بجاتا ہوا  
 لی راہ میں کس کو کچھ بکریاں      اندک ہلک بکریاں ریاں  
 وہ دودھ نہائی تھیں پوتوں پہلی      کہ دن پھر تھیں چمکے گھر کو چلی  
 پھر ما سے پتے اُچھلتے بھرتے      تھے اُنکی سیلوں سے چلتے ہوئے

محبت سے مہیا جاتا کوئی

بہت تھک کے مل کو بلاتا کوئی

دھار کا جو پہنچا پنزدیک شہر      نظر آئی یاں اور بھی لہر بہر  
 دکانوں پہ روشن سرا سر چراغ      چراغوں نے گویا لگائے تھے تیغ  
 جو بذقی کہنے والوں پہ ہے      کچھ اس سے سوا بالا خانوں پہ ہے

دکھائی جو تپ مدد شفا دے  
اڑی جاتی ہیں کڑھیل کے  
تندلیوں نقشوں سے گلاؤ گھر  
طرحہ کرے ہمارا نقشہ  
کہیں دل کے بیٹے ہیں کٹھے پیا  
گے شروانی جو گاہے ستہ  
غزل بچے کی ہے گانا کوئی  
ہے گانا کوئی اور بجا کوئی  
لطیفوں پاڑتے ہیں جو تپتے

کہاں یاد بلیل کو یہ چہچہ  
تمائے خدائی کے کرتا ہوا  
غرض ہر جگہ سے گزرتا ہوا  
تو ماں باپ بھی ہو جتے باغِ باغ  
گیا جب کہ گھر میں وہ روشن چراغ  
بہن بھائیوں سے وہ آئے وہ آئے  
خوشی سے نہ جلے ہیں پھولے سما  
سلاں اُس نے پہلے کیا باپ کو  
بھکایا بھجن ادب آپ کو  
دُعا دی یہ اُس نے بھی لے کر سلام  
مبارک مبارک خوشادقت سلام

(۱ آزاد)

## ۱۴۔ شفق

شفق سچو نے کی بھی دیکھو بہار  
ہوا میں کھلا ہے عجب لالہ زار  
ہوئی شام ہونے دیتے ہیں رنگ  
جنہیں دیکھ کر عقل چوٹی ہے رنگ

نیارنگ ہے اور نیارنگ ہے ہر اک مدھپ میں یہ وہی جو پ ہے  
 طبیعت ہے بادل کی رنگت پر لٹ ہنری لگا ہے قدرت نے کوٹ  
 فدا دیر میں رنگ بدے کئی نفی و نارنجی و چنپی  
 یہ کیا بھید ہے کیا کرامات ہے ہر اک رنگ میں اک نئی بات ہے  
 پہ مغرب میں جو بادلوں کی ہے باڑ بنے سونے چاندی کے گویا پہاڑ  
 فلک نیلوں اُس میں سُرخی کی لگ ہرے بن میں گویا لگا دی ہے آگ

اب آثار ظاہر ہوئے رات کے  
 کہ پڑے چھ لال باتات کے

(اسمعیل)

## ۱۵۔ شام کا جھٹ پٹا

جھٹ پٹا سا ہو گیا ہے شام کا صابو یہ وقت ہے آرام کا  
 قصہ چڑیوں نے بسیر کا کیا ڈھونڈتی ہیں اپنا اپنا گھونٹا  
 دیکھا سو دج ہے چھنکے تر تم نے چلتے سفر بھی غریب  
 لو کو تر بھی رے رے پر جو ڈر لینگے اپنے چوئے بونکی خبر  
 شام کو تپتی سے باغوں کی لڑ اڑ چے کہے بھی مل کو جھٹ  
 دن میں جو آواز تھی دم پر ہی بننا ہٹ کہیوں کی کم پڑی

جالدن بھر قلاچیں بھر چکے اپنا اپنا کام پورا کر چکے  
 وہ جو کٹ کٹ کر ہی ہیں مریخا ڈھونڈتی ہیں اپنے ڈوبے گنا  
 بیڑ بڑی ادنٹ گھوڑا گدوڑا آن پیچے اپنے تھان پر  
 اب ہوا کے تیز جھوٹے رنگ تھے سو گئے پڑا دپے جھک گئے

اب کہاں باقی ہے موقع کام کا  
 صاحبو یہ وقت ہے آرام کا

(۶ سبیل)

## ۱۶۔ شام کی آمد اور رات کی کیفیت

اے آفتاب صبح سے نکلا ہوا ہے تو عالم کے کاروبار میں دن بھر بھرا ہوا تو  
 ہیں روز شب زمانہ کے سیم قدم ترکے پیالے منتوں کے ہیں یہ بیش و کم ترکے  
 کلفت دن کی ہو گیا سنجیدہ اندوہ ہے اور ڈالی اس پہ شام نے عزیت کی گود ہے  
 ہوتا زمانہ ایسی کہ ہیں وابستہ شام سے اور تو بہن ہے تھکا ہوا دنیا کے کام سے

نامان کو ہمار میں اب جا کے سو رہو

دن بھر کا کام شام کو سمجھا کے سو رہو

اے شب میا کہ دیلا ہے شب ہے تو عالم میں شاہزادی شکیں نسب ہے تو  
 ہونادہ بچہ شام شفق میں جیاں ترا اور انا وہ آنوس کا تختہ رواں ترا

تھان مگر سدا ہی عام نگاہ میں      لہو ناپریلک دھریر سیاہ میں  
چکے شکراب ترا آسمان پر      فرماں نشان ہیں یہ اُٹے گا جہان پر  
تاما صبح ہوتے کارگہ روزگار بند

آرام حکم عام ہو اور کاروبار بند  
عالم پہ توجہ آتی ہے رنگ پناہ پیرتی      ہاتھوں سے مشک راتی ہے جبر کھیتی  
دنیا پہ سلطنت کا تری دیکھ کر حشم      کھاتا ہے دن بھی تاروں بھری رات کی کم  
مدتے زمیں پہ چل رہے تیرے چرخ ہیں      اور آسماں پہ کھلتے ستاروں کے باغ ہیں  
بجلی ہنسنے تو رخ ترا دیتا بہا ہے      شبنم کو موتیوں کا دیا تے ہار ہے  
سب تجھ کو کہتے آنکھوں پہ ہیں بلکہ جان پر

ہو رہا ہے تیرا حکم پر آدھے جہان پر  
چھائی غرض خدا کی خدائی میں رات ہے      اس وقت یا تو رات چھا حق کی ذات ہے  
خلقت خدا کی سوتی ہو غافل پڑی ہوئی      اور رات سائیں سائیں ہو کئی کھڑی ہوئی  
سوتا گدا ہے خاک پر اور شاہ تخت پر      ماہی بزی آب ہے طائر درخت پر  
ہے بے خبر ٹپا جو بھونوں پہ گھر میں ہے      دامن دشت پر کوئی سوتا سفر میں ہے  
گھوڑے پہ اپنے ادھم گدا ہے سوار بھی      چو کہ ہے بلکہ ماہرین نابکار بھی  
القصہ سچا میر کوئی یا فقیر رہے      عورت ہے یا کہ مرد جو الہ ہے کہ پیر ہے  
بچہ گمان کی گود میں ہے یا کہ نہی میں      سب آگے ہیں نیند کی اس دم لپیٹ میں

جس کو پکار دہہ سوتے خواب ملام گیا

دریا بھی اب تو چلنے سے شاید ہونٹم گیا

دہ آفتاب تھا جو چمکتا جہان پر بیٹھا تھا جس کا سکہ زمیں آسمان پر

کوئے ہوتے شفق کا نشانِ رقی برق لہو کرکٹ کا تاجِ نکلتا ہے شرق سے

اس کے عمل کو توڑنا تیرا ہی کام ہے سکہ اب تندوں کا اور تیرا نام ہے

محنت نثر تھا اس کا تو راحت ہے پھل ترا

چاندی تھا اس کا حکم تو سونا عمل ترا

مزدور جا بجاتے جو دکھ درد پا ہے اور پاؤں ہلکے سروں سے لپٹے بہار ہے

بارگراں غریبوں نے سر پر اٹھائے تھے جب چار پیسے تمام کسے گھر میں لٹے ہیں

لے شب تمام دن کی مصیبت سے ہمارے

تیرے عمل میں پاؤں ہیں سونے پسا رکے

اکثر امیر ایسے ہیں نعمت کے ناز میں پر دل کو ان کے دیکھو تو ہر سوزہ سادہ

ملاؤن عیش سب ہیں ہتیا کئے ہوتے جو اچھے زمانہ ہے حاضر لے ہوتے

نمل کا فرش ہے مگر آرام ہی نہیں

جھپکے بلک سہاس کا کہیں نام ہی نہیں

ادبات کے زیر سایہ پڑا اک غریب کو دن بھر اٹھاتا ہر جہد آننا نصیب ہے

تھا بیہوش کا نکلا ہوا گھر سے کام کو نہ حق حلال کے گھر آیا ہے شام کو

ایسا نچی تانیں خلک کو پانی میں چھوڑ کر      کھایا ہے دوست پڑا ہے تنور پر  
 مر پر قیامت آئے تو اُس کو خبر نہیں  
 سونا لانا کہ میں ہے مگر پاس نہ نہیں

یہ بھی نہ کہنا تم کہ جو آرام عام ہے      وہ سب لوں کے واسطے غفلت کا جام ہے  
 بننے خدا کے ایسے یہاں بے شمار ہیں      دن سے زیادہ رات کو معرفتِ کار ہیں  
 کچھ ذرا خیال کہ طائے نکتہ داں      بیٹھا ہے سر جھکاتے پلے چراغداں  
 کرتا نظر ہے متن پہ بھی حاشیہ پہ بھی      مغفوں جو ہر گز ہیں نہ جھٹتے کسی کسی

بیٹھا حوام کر کے ہے آرام و خواب کو  
 کیڑوں کی طرح لگ گیا ظالم کتاب کو

ہیں مدرسے کے طالب علم اپنے حال میں      کل صبح امتحاں ہے سواں کے خیال میں  
 مل مل کے یاد کرتے ہیں آہیں دوسے      پڑتے جدا جدا کی ہیں کچھ فکر دوسے  
 کو لیں جو کچھ کہ کرنا ہے شب و میان ہے      کل صبح اپنی جان ہے اور امتحان ہے

جی چھوڑ بیٹھے مرد یہ ہمت سے دوسے

قسمت تو ہر طرح ہے پہ محنت ضرور ہے

اندوہ جو لکھوئی ہے ہمارے جہان میں      آدھی بجی ہے پردہ ابھی ہے دکان میں  
 گفتی میں مام نام کہ ہے دم دیتے ہوئے      بیٹھا ہے گود میں ہی کھاتا لٹے ہوئے  
 ہے لکھ لکھ دین کی میز پر قلم کی      لیکن غصے سے بھرا ہے ہاتھ چھوڑام کی



دہ دیکھنا غمِ دنیا کی نشان کدہ کس نظر سے دیکھو آسمان کو  
 ہاگ آنکو دُور دین پہ ہے اک کتاب پر ہے حوالہ ناچ میں اک حساب پر  
 کتنی ہے اس کی تائے ہی گئے تمام ہاگ پر اب تو فکر ہے یہی دن بھر تمام ہاگ  
 اک جنری بناؤں کہ طرزِ جدید ہو  
 چلے جو اس میں اپنا ستارہ تو عید ہو

لے مات تیرے پردہ دامن کے اڈ میں دزد سیاہ کار بھی ہے اپنی چوٹی میں  
 بیٹھا لقب لگا کے کسی کے مکان میں ہے اور ہاتھ ڈالا اس کی ہر اک این آں میں  
 اسبابِ سیاندیرے میں گھر کا ٹول کر ہے چپکے چپکے دیکھو ہاگ کھول کھول کر  
 لے جانے کا غرض کہ جو کچھ ہاتھ آئے گا  
 دیکھو کیا کس نے ہے اور کون اڑائے گا

اس تیو شپ کے پردہ میں شاعر جو چور ہے پھر تا ٹوٹا ہوا مانند کو رہے  
 مضمون اڈا تا شعرے مضمون خزل ہے لاتا ہا یہیے ڈھب سے نفاذِ دل ہے  
 تعریفیں اس کی کرتے ہیں جو شعر سننے ہیں  
 مضمون کیا ہے جن کا وہ سر پیٹے دھتے ہیں

عالم ہے اپنے بتراحت پہ خواب میں آزاد سر چمکاتے خدا کی جنب میں  
 پھیلاستے ہاتھ صورتِ امید واسے اور کرتا صدقِ دل سے دُعا یاد رہے  
 مجھ کو تو ملک ہے نہ پہاڑ سے غرض رکھنا نہیں ناز کے جمال سے غرض

یہاں یہ التجا ہے کرم تو اگر کرے

وہ بات دے قرباں میں کہ دل میں اثر کرے

لے دات یہ جو تو نے مرثام آن کو      تجا دہ سیاہ بچھایا ہے تان کو  
اور اس پر حق پرست کیا دعائیں ہے      بیٹھا رو فنا چہ ہو اے بقائیں ہے  
اس کو ہی کہ ذات سے ہے لو لگی ہوئی      اور دل میں دم بدم ہے مگن دہ لگی ہوئی

کسب تک ہے جا ب گھا گھونٹ گھونٹ کر

اپنی ہوا میں ایک ہو پھر ٹوٹ پھوٹ کر

دریا میں چل رہا کہیں اس دم چاڑی      اہل جہاز جن کا خدا کار ساز ہے  
بیٹھے اسی کی آس پہ ہیں دل دیے چو      کچھ حسرتیں ہیں دل میں کچھ رماں گئے ہوئے

بادِ مراد دیتی بولے مراد ہے      پر دل کو بھولتی نہیں طفاں کی یاد ہے  
آنکھیں بھوں کی لگ ہی ہیں دیاں پر      اور جاتی ہے دعا کی صدا آسمان پر

یہ سب کے سب ہیں بیٹھے ہوا کی اُبل پر

لے ناخدا تو رہو خدا کی اُمید پر

دل دے رہا جو شیرِ محبت کے جام ہے      ماں دیکھو اپنی نیند کو گرتی حرام ہے  
ہر خدا کا کام کاف سے چون کے تنک ہی      بچے کو ہاتھ سے ہے ابر چپکا ہی

اور کہتی ہے کہ مجھ کو پڑے یاد دل پڑے      ایسا نہ ہو کہ کہیں ڈر کر اچھل پڑے  
ماں کے ترسے جاتے اُس کا ہی بیاں آتی      کر دیکھیں یہ لڑکے فتنی سی جان ہے

پہر جائے جیت حالی سی جالب بیگ ہے      حسد ہی کو کہ ہے ہی کہ جہاں لبک ہے  
 دن بھر دعا غذا میں دم غیر حال ہے      لیکن ہے لب یہ حال کہ بچا حال ہے  
 تہی چراغ عمر کی ہے جھلسا رہی      ادب کسی مر لے ہے آنسو بہا رہی  
 بے مات بھگو فکر ہی بار بار ہے      اس کی تو زندگی کوئی دم کا شمار ہے

کون اس کا ساتھ دیسے گا ہونے جب تک

روئے گا کوئی شام کے رُئے کو کب تک

آزاد آفریں ترے لعل زبان کو      کر دے تاب ہے رات کے دی آسمان کو  
 سب اپنے اپنے کام میں ہیں لیتے پڑے      تو کیوں ہے بیٹا بادۂ غفلت پتے ہوتے  
 کوئی گھڑی تو ہوش و غور سے بھی کام لے  
 وقتِ محرقِ قریب ہے اللہ کا نام لے

(آزاد)

## ۱۷- رات

گیا دن ہوئی شام آئی ہے رات      خدا نے جب نئے بنائی ہے رات  
 نورِ رات تو دن کی پہچان کیا      اُٹھائے مزہ دن کا انسان کیا  
 گئے ہونے اب ہاٹو باز اور ہند      زمانے کے سب کار اور بار ہند  
 ہوئی رات غفلتِ ہوشِ کام سے      غورشی ہی چھائی سپر شام سے

مسافرِ محنت سہرا کیا ہے سفر  
 درختوں کے چے بھی چپ ہو گئے  
 اندیرا اُجائے پہ غالب ہوا  
 ہوئے بدشن آبادیوں پہ چراغ  
 کسان اب چلا کھیت کو چھوڑ کر  
 تھپک کر سٹلایا اُسے نیند نے  
 غریب آدمی جو کہ مزدور ہیں  
 وہ دن بھر کی محنت کے بلے چوتے  
 نہایت خوشی سے گئے اپنے گھر  
 گئے بھول سب بال بچوں کا غم  
 سرِ شام منزل پہ گولی کر  
 ہوا تخم گئی پیڑ بھی سو گئے  
 ہر اک شخص راحت کا طالب ہوا  
 ہوا سب کو محنت سے حامل فراغ  
 کہ گھر میں کہے جین سے شب بسر  
 تردد بھلایا اُسے نیند نے  
 مشقت سے جن کے بدن چور ہیں  
 وہ ماندے تھکے اور ہائے ہوئے  
 ہوتے بال بچے بھی خوش دیکھ کر  
 سریرے کو اٹھیں گے اب تازہ دم  
 کہاں چین یہ بادشہ کو نصیب  
 کہ جس بے غمی سے ہیں سوتے غریب

(اسمعیل)

## ۸۔ خواب راحت

خوابِ راحت کی ہر عجیب چیز  
 لئے نیند عمر بے قیامت  
 کیا عالم بخودی ہے چھایا  
 تو نے ملین آنکھ سے دکھایا

تو آتی ہوئے حواس بیکار  
 کیا جانے تیرے کیا سنگسار  
 جس وقت اتر گئی ٹھٹھاسی  
 آنکھوں کا چراغ ٹھٹھاسیا  
 پھر چھوڑ گئی ہیں جہاں میں  
 پہر زلیخا کا ذائقہ حکمچایا  
 پایا تو کبھی تجھے نہ دیکھا  
 دیکھا تو کبھی تجھے نہ پایا  
 ہے تیری عجیب حکمرانی  
 دنیا کی پلٹ گئی ہے کایا  
 دن میں فوجوں کو جا بھاپلا  
 بن میں شیردوں کو جا دایا  
 دہقان کو کھیت میں کیا چت  
 گر کھیت کو گیدڑوں کے کھایا  
 ریوڑ کی خبر نہیں کہاں ہے  
 چودا ہے کو گھاس پر ٹھایا  
 لینے کو درخت پر بسیرا  
 چڑیوں نے پردوں میں سر جھپایا  
 ڈھوروں نے بنی چھوڑ دی جگال  
 چپ ہیں نہیں کان تک بٹایا  
 ماڈل کو دیا ہے تو نے آرام  
 بچوں کو تھپک تھپک سلایا  
 لاتے دتے چپک گئی آنکھ  
 جھمٹے میں جھلار ہی ہے دایا  
 بیڑی سے رکاز تھکڑی سے  
 مجوس کو قید سے جبر طایا  
 شاہوں کی بھی کرو فرطادی  
 نہ تاج نہ تخت نے رعایا  
 زرمی پردے نہ فرخی محفل  
 ایمان ہے گم، سجا سجا یا  
 چپ سو گئے ہو گئے برابر  
 کب شاہ دگنا میں فرق پایا  
 خجکے بھی حواس ہیں محفل  
 فیصل ہے تیرے فیصلہ قضا

ٹھنڈا ہوا بیچروں کا بازار  
 سودے کا معاملہ چمکایا  
 ہے نقد کہاں کدھر جتنے نوٹ  
 سا ہو کاروں کو گھٹک بنایا  
 لالہ کو نہیں رہی ذرا سدا  
 کیا ڈیوڑھا اور کیا سوا یا  
 بیٹھا کا اٹھایا ہے ٹیڑ  
 رز کر ہے جنس ہے نہ مایا  
 بیمار کی آنکھ لگ گئی ہے  
 دیکھ درد کا کرپ سہا یا  
 کچھ ہوش نہیں ہے ڈاکٹر کو  
 پلٹس لگے زخم پر کہ بچایا  
 ادساں نہیں حکیم جی کو  
 کیا نیند نے لعلہ مستکمایا  
 اشنان کئے نہ جل چڑھایا  
 نڈت بھی ہوتے پخت ایسے  
 بھولا ہے مسائل حدایا  
 ٹما کو بھی ہو گیا ہے نیاں  
 کیا شکل ہے قائم الزوایا  
 تعریف نہ کر سکا ہندس  
 ننکا ہے کدھر کدھر ملایا  
 جغرافیہ داں کی ماہ گم ہے  
 کیا کیا برودے کا آ یا  
 کچھ یاد نہیں مورتوں کو  
 اثاثہ نے سبق پڑھایا  
 مطرب کی عجیب گت بنائی  
 کھڑا گ جہان کا بھلایا  
 چونکا نہیں قافلہ تری کا  
 ہر چند جاز ڈگسکایا  
 چچے نہیں ریل کے مسافر  
 آجمن نے ہزار غل محایا  
 باقی نہ رہا کوئی تردد  
 جھگڑوں میں تھا جان کو کھپایا

سب مشغلہ ہو گئے فراہوش  
 دنیا کی خبر نہ دین کا ہوش  
 اپنا ہی رہا نہ کچھ پر آیا  
 کیا سا غیر بخود ہی چلایا  
 تو نے کیا نیند کو مسلط  
 قدرت ہے بڑی تری خدا  
 (اسمعیل)

## ۱۹۔ آسمان اور ستارے

اگر تیری قدرت کی کاریگری  
 تو وہ سرچشمتی ہی رہتی مدام  
 نہ کرتی سمجھ بوجھ کی رہبری  
 طلب میں بھٹکتی ہی رہتی مدام  
 کہ ہے سارے عالم کی جس میں کھبت  
 اسے دیکھتے۔ لی نہی دنیا گنتی  
 رہی اس کی ہمت پر سب کی نظر  
 اسے سب نے دیکھا اسی رنگ میں  
 ہمیشہ معصاف ہے بے زحمت و ددب  
 ادھر سے ادھر تک ہے میدان صاف  
 عجب تیری قدرت عجب تیرے بھید  
 چُرس ہے نہ جبری نہ سلوٹ نہ جھول  
 نظر کی زینچ کا ٹوکا نہ ہے یہ  
 اگر تیری قدرت کی کاریگری  
 تو وہ سرچشمتی ہی رہتی مدام  
 بناتی ہے تو نے یہ کیا خوب جھبت  
 یہ سفت کہن ہے ابھی تک نئی  
 زمیں پر گیتیں گنتی نسلیں گزر  
 اسے سب نے پایا اسی ڈھنگ میں  
 عجب ہے یہ خیمہ رسن ہے نہ چوب  
 نہ دہے نہ منظر نہ کوئی شگاف  
 جبر دکا نہ کھڑکی نہ در ہے نہ چھید  
 بنایا ہے کیا دست قدرت نے گول  
 عجب قدرتی شامیانہ ہے یہ

یہ تارے جو ہیں آتے جاتے ہوڑ  
 نظر آ رہے ہیں عجب شان سے  
 چراغ ایسے روشن جو بن تیل ہیں  
 یہ لعل دگو ہر ہیں جو بکھرے پڑے  
 نظریں جو اتنے سے آتے ہیں یہ  
 پڑے اپنے چکر میں ہیں گھومتے  
 یہ قائم ہیں تیری ہی تقدیر سے  
 وہ زنجیر کیا ہے کشش باہمی  
 عجب تو نے باندھی ہے یہ باگ ڈور  
 یہ سب لگ رہے ہیں اسی لاگ پر  
 نشتہ میں اطاعت کے سب چور ہیں  
 کہ قانونِ قدرت سے مجبور ہیں

(۱ سملحیل)

## ۲۰۔ تاروں بھری رات

لے چھوٹے چھوٹے تاروں  
 کہ محک دمک رہے ہو  
 نہیں دیکھو کہ نہ ہو  
 مجھے کس طرح پتھر



کہ تم اپنے آسماں پر جو ہے نکل چالوے اعلیٰ  
ہوئے روشن اس روش سے کہ کسی نے جڑوئے حسین  
گہرا دل لعل گویا

جو ہیں آفتاب تاباں نے چھایا اپنا چہرہ  
وہیں جلوہ گر ہوئے تم یہ تمہاری جہنگاٹھ  
ہے سازوں کے حق میں بڑی نعمت اور راحت  
اگر اتنی روشنی بھی نہ میسر آتی اُن کو  
تو غریب جنگلوں میں یہ نہیں بھولتے بھٹکتے  
نہ تمیز راس و چپکلی نہ طرف کی ہوتی اٹکل  
نہ نشانِ راہ پاتے

وہ غریب کھیت ولے وہ امیدوار دہقان  
کہ کھڑی ہے جن کی کھیتی کہیں کھیت کٹ رہا ہے  
کہیں گہرا رہا ہے خون کہیں آنکھوں کی جھپکی  
یہ نہیں شام سے سورتک ہیں تمام رات جاگے  
نہ گھڑی ہے داں نہ گھنٹہ نہ شمار وقت و ساعت  
گمراہ چمکنے والو ہو تمہیں انہیں بٹھاتے  
کہ ممتی ہے رات اتنی

وہ چاڑجن کے آگے      ہے وسیع بھرا عظم  
 انہیں جوتاگ موجوں      سے مقابلہ ہے کرنا  
 کوئی ہے جلا وطن سے      کوئی آ رہا ہے واپس  
 انہیں کچھ خبر نہیں ہے      کہ کدھر ہے اُن کی منزل  
 نہ تو مرحلہ نہ چوکی      نہ سراخ راہ کا ہے  
 نہ کوئی دلیل در ہبر      مگر اے فلک کے تار و  
 تمہیں اُن کے رہنما ہو

(۱۱ معطیل)

## ۲۱۔ چاندنی

غنچہ دل کو کھلا جاتی ہے آکر چاندنی      ہے بزرگ موسم گل نوح پر در چاندنی  
 آسماں سے ہے جہاں جم پادشہ نور ضیا      نور کا دیار داں ہے یا زنیں پر چاندنی  
 آسماں پر ہے ستاروں سے فروغ نوراہ      چار سو سطح زمیں پر جلوہ گستر چاندنی  
 گلشن دنیا میں یہ رنگیں بہا رہیں تجھے ہی      نور کی موت ہے تو اے ماہ پیکر چاندنی  
 عجز کہتے ہیں اے ہے نام اس کا انکار      کچھ گنتی سطح زمیں پر فرش بن کر چاندنی  
 مرٹوں پر رکتی ہے لطف معایت کی نظر      ڈالتی ہے قبر پر رحمت کی چادر چاندنی  
 غنچہ خاطر کھلے جاتے ہیں کلیں کی طرح      کس قدر ہو دلگشا گیا پُر فضا ہے چاندنی

ہر روش پر کیوں نہ اترائی پھر بے پاد صبا      شام ہی سے باغ میں بدلتی خزاں چاندنی  
بارغ میں جوش طرب سے بلبلیں ہیں نغمہ زن      مرجا لے آج گیا عشرتِ فضا چاندنی

ہے نمونہ قدرتِ صالح کا ہر سو آشکار

نظر اندازِ حق شانِ خدا ہے چاندنی

(ادج گیادی)

## ۲۲۔ جنگل کی چاندنی

وہ منساں جنگل وہ لورِ قسر      وہ براق سا ہر طرفِ ثشت در  
وہ اُجلا سا میداںِ محکمتی سی ریت      اُگا نور سے چاند تاروں کا کھیت  
درختوں کے پتے چمکتے ہوتے      خسِ خار سارے جھلکتے ہوتے  
درختوں کے سایہ سے مر کا لہڑ      گرے جیسے چھلنی سے جن جن کے تہ  
نظر چمکے پڑتی تھی بوٹی جڑی      سودہ عالم و جد میں تھی کھڑی  
درختوں سے لگ لگ کے باد صبا  
لگی بسے دجد میں داہ داہ دا

(مبہ حسن)

## ۲۳۔ برکھارت

گرمی کی طیش بچانے والی      سردی کا پیام لانے والی  
 قدرت کے عجائبات کی کائنات      عادت کے نئے کتابخانے  
 وہ شاخِ درخت کی جوانی      وہ مورِ دلیخ کی زندگانی  
 وہ سارے برس کی جان برسات      وہ کون خدا کی شان برسات  
 آئی ہے بہت دعاؤں کے بعد      اور سیکڑوں التجاؤں کے بعد  
 برسات کا نچ رہا ہے ڈنکا      ایک شور ہے آسمان پر برپا  
 ہے بار کی فوج آگے آگے      اور پیچھے ہیں دل ہوا کے  
 ہیں رنگ برنگ کے رساے      گوئے ہیں کہیں کہیں ہیں کلاے  
 ہے چرخ پہ چھاؤنی سی چھاتی      ایک آتی ہے فوج ایک عاتی  
 جاتے ہیں ہم پہ کوئی جلنے      ہوا میں لاکھوں توب جلنے  
 توپوں کی ہے جگہ بارھ چلتی      چھاتی ہے زمین کی ذلتی  
 مینہ کا ہے زمین پہ ڈیرا      گرمی کا ڈوبیل ہے بیڑا  
 بجلی سے کہیں جو کوں نہ جاتی      آنکھوں میں عورت کی سی آتی  
 گھٹکھٹک گھٹائییں چھا رہی ہیں      جنت کی ہوائیں رہی ہیں  
 کوسوں ہے جوہر نگاہ جاتی      قدرت ہو نظر خدا کی آتی

سورج نے نقاب لی ہر منہ پر  
 بانوں نے کیلے غسلِ صحت  
 ہنر سے ہے کوہِ دشتِ محمود  
 بیٹا ہے نہ ہر ٹرک نمودار  
 ہے سنگِ سحر کی ایک ردی  
 پتھروں سے پٹے ہوئے ہیں کپڑا  
 پانی سے بھیجے ہوئے ہیں جلِ قحل  
 کہتے ہیں پیچھے پیو پیو  
 کوئل کی ہر کوکِ جی بھسائی  
 مینڈک جو میں ہونے پاتے  
 ابر آیا ہے گھر کے آسمان پر  
 مسجد میں ہے درِ واپلِ تقویٰ  
 مسند میں ہے ہر کوئی یہ کہتا  
 کرتے ہیں گرد گردِ گرتھی  
 جانا ہے کوئی ہمارے گاتا  
 بھنگی میں نشہ میں گاتے بھتے  
 دیوانہ کوئی مجھ سے بیٹھا  
 اوردھوپ نے تہ کیا ہے بستر  
 کھیتوں کو ملا ہے سبزِ خلعت  
 ہے چار طرف برس رہا نود  
 اٹکل سے ہیں اہ چلتے رہجار  
 عالم ہے تمام لا جو ردی  
 دلدل سے بنے ہوئے ہیں اشجار  
 ہے گونج رہا تمام جنگل  
 اوردھوپ چنگھاٹے ہیں ہر سو  
 گریا کہ ہر دل میں ملتی جاتی  
 سنسار کو سر پہ ہیں اٹھاتے  
 کلمے ہیں خوشی کے ہر زبان پر  
 یا زبِ نناد کا علیسا  
 کر پا ہوئی تیری میگو راجا  
 گاتے ہیں سخنِ کبیر بھتی  
 ہے دس میں کوئی گنستا  
 ابدانِ سراپاں بجاتے چوتھے  
 چیر لے کے کہنے پہرا رانجا

رکھتک جڑے ہیں عینِ موت      ڈکھنے میں ہیں یوں پہ ڈکھتے پھرتے  
کرتے ہیں وہ یوں جیون کی رکشا  
تا جمل نہ بچھے کوئی ہنس نہ گا

کھم باغوں میں جا بجا گڑے ہیں      جھوٹے ہیں کہ سوسو پڑے ہیں  
کچھ لڑکیاں بالیاں ہیں کسن      جن کے ہیں پکیں کو دے دن  
ہیں پھول ہی خوشی سے ساری      اور جھول رہی ہیں باری باری  
جب گیت میں تار یل کے گاتی      جنگل کو ہیں سر پہ دھڑکاتی  
اک سب کو کھڑی جھلار ہی ہے      اک لڑنے سے خوف کھا رہی ہے  
ہے ان میں کوئی مار گاتی      اور دوسری چنگ ہی چٹھاتی  
گاتی ہے کبھی کوئی ہنڈولا      کہتی ہے کوئی بدلیسی ڈھولا  
اک جھوٹے سے دہ گری آجما کر

سب سنہتی ہیں قہقہے لگا کر

ندی نلے چڑھے ہوتے ہیں      تیر اکوں کے دل بڑھے ہوتے ہیں  
گھوڑا نا پے سوار کوئی      اور تیر کے پہنچا پار کوئی  
بگلوں کی ہیں داڑیاں گڑی      مڑ غایاں تیرتی ہیں پھرتی  
چکلے ہیں یہ پاٹ ندیوں کے      دن بھر رہی ہیں سیر جا کے گلتے  
نہ دھوپ چٹھا ہوا ہے پانی      موجوں کی ہیں صورتیں دڑاتی

نادیں ہیں کہ ڈنگھاری ہیں موجوں کی تہیریں کھاری ہیں  
 تاجوں کے رطبے ہیں دساں بیڑے کا خداری ہے گلباں  
 بخند صحر کی رویہ زور پر ہے  
 مچھلی کو بھی جان کا خطرہ ہے

(حالی)

## ۲۴ - برکھارت

اٹھ ساقی برکھارت آئی بجلی چمکی بدلی چھائی  
 پانی برسا بادل گر جا پڑے میں جھوٹے بارغ میں ہرجا  
 ڈڑیں طلائیں گڑے ہنڈھے گائیں سکھیاں پیچھے بسے  
 رات کو جھینگر سچوئے نئے نفیری دن کو سادون گاتے بھنیری  
 کہیں پڑتے آٹھا گائیں جھوٹے ڈالیں پینگ گائیں  
 اپنے رنگ میں سب متوائے گجری گائیں ہمارس دے  
 چمک رہا ہے سارا جنگل سارے دوزخ ہیں تارا منڈل

اگلا جھوٹے بگلا جھوٹے

کریا اس کر لیا سچوٹے

(عسکریل کستودی)

## ۲۵۔ برسات

وہ دیکھو مٹی کالی کالی گھٹا  
 گھٹا کے جو آنے کی آہٹ ہوتی  
 گھٹا آن کر سینہ جو برسائے  
 زمیں ہنرے سے اہلہانے لگی  
 جڑی بوٹیاں پڑ آتے نکل  
 ہر اک پٹر کا اک نیا ڈھنگ ہے  
 یہ دو دن میں کیا ماجرا ہو گیا  
 جہاں کل تھا میدان چٹیل پڑا  
 ہزاروں پھد کئے لگے جا نور  
 نکل آتے گویا کہ مٹی کے پر  
 ہے چاروں طرف چھانچوالی گھٹا  
 ہوا میں بھی اک سنہاڑ ہوتی  
 تبے جان مٹی میں جان آگئی  
 کساؤں کی محنت ٹھکانے لگی  
 عجب بیل پتے عجب پھول پھل  
 ہر اک پھول کا اک نیا رنگ ہے  
 کہ جنگل کا جنگل ہرا ہو گیا  
 دہاں آج ہے گھانس کا بن کھڑا  
 ہزاروں پھد کئے لگے جا نور  
 نکل آتے گویا کہ مٹی کے پر

(۱ اسماعیل)

## ۲۶۔ برسات

ایسی اندھیرا اسی اُجالا بادل تو بر تو  
 جمل جمل کوسوں میں نکل گویا سارے حال  
 بوندا بانڈی کبھی پھوڑا کبھی دھڑا دھڑا  
 میلے ٹھٹھے گھوڑا درمیں ڈھے ٹاپو کی تمثال



جھیلیں، تال، تلاء و تئیں جیسے چمکتا جام  
 تیز ہوا کی لڑکھا کر جھیلوں میں لک جوش  
 لاجے پل کیا چھٹی پٹیں ٹوٹوں تک بھوٹ  
 جھاڑی بوٹی نہ کھاد پونے افچے نیچے پٹر  
 ایک تو منہ کی موسلا دھاریں پھر ٹپکا کا ند  
 سارس، بگلے، بٹ، مرغابی، مور اور چھ ہزار  
 ڈبکی ماریں تیریں اچھلیں کبھی چٹائیں شور  
 پھر بھی سو کھے داہرے اُن کے پر پھنک گئے  
 (جلال مواد آبادی)

## ۲۷۔ بارش

ابر تھا چھایا ہوا اندھ فصل تھی بوسات کی  
 آفتاب دھیسے ہوئے تھا چادر ابر سیاہ  
 بادل تنے میں نہ سافہ برسائے گئے  
 جھوم کراٹھی گھاٹا بری برس کو چھٹ گئی  
 بلول سے نور و شید اسٹریچے لگا  
 سبز زامدنی میں کیلیں کے چپڑیں ہل  
 تھی زمیں پہنچے تھے دردی ہری بانا کی  
 برق کی چمک نے فی سے خرو ہوئی تھی گھا  
 داستان قلم و دماں کو دہرانے لگے  
 گرد کی چادر زمیں کے منہ سے فوراً ہٹ گئی  
 ساہیاں توں ترح کا اسٹریچے لگا  
 تھا تہا بن کاہراک کا حق اندر دھن

جگلوں میں مست ہو کر اچھے بگڑتے تھے مرد کو بہادوں میں کپوروں نے چار کھاتھا شور  
 دس کچینا تھا فاق کے سماں تلک قناب تنہی شفق کی اسکے منہ پہ ایک نارنجی نقاب  
 یہ نظر آ رہا تھا رستے کچھ ایسے دلغریب ہاتھ سے جاتا ہوا دل سیر اور دل شکیب  
 عالم از خود رختی کا مجھ پہ طاری ہو گیا  
 جوشِ سستی کا مری ہر رگ میں۔ ابری ہو گیا

(ظفر علی خاں)

## ۲۸۔ فضائے برنگال

اشادہ مجوم کے سائی چمن میں ابر بہار چلکے ہیں میں تگوفہ برس ہی ہے بھوار  
 سہی قدوں کا ہے جھمک کنا یا ہے وہ کہ برج میں اب جمناسے گو پیوں کی تھلا  
 ترانہ ریز ہے یوں شاخِ سرور پر فری کہ جیسے گاتی ہوندھو بن میں کوئی سندنا  
 ہے موتیوں کی رڑی یا قطار نگلوں کی ہوا میں لٹتے ہیں جگنو کہ چھوٹے ہیں نار

عجب نشا طہ ہے بادہ گشتو چلو تو سہی

پیامِ میش ہے لایا چمن میں ابر بہار

(سردور جہان آبادی)

## ۲۹۔ فضائے بزرگال

ذوقِ نئے شی بڑھاتی ہو گھٹا برسات کی      اُدے اڑتی ہر مستون کو ہوا برسات کی  
 اُردیا سبزہ ساقی یادِ مطربِ خوبرو      ہوں یہ صبا میں تو چہرہ دیکھیں نصیبِ برسات کی  
 نگ میں ڈبے ہوئے ہیں دُورِ سالِ سخن      پتی پتی سے برستی ہے ادا برسات کی  
 مودناچے کوئلیں کو کیں پیسے ہل اُٹھے      وصل کے دن آگئے فصل کی کیا برسات کی

ساقیا جامِ سُبو سے ایسی آرائش دے  
 آکے مینخانہ پہ صدقہ ہو گھٹا برسات کی

(امیر)

## ۳۰۔ ابر کی آمد

لہر ادا یہ بانے جو کل سبزہ زار کو      دہ ہی گھٹانے گھیر لیا چشمہ سار کو  
 جوشِ دُخ و دُشِ رعد نے یہ جھوم دھام کی      ہرگز کوئی کسی کی نہ پہنچا پکار کو  
 بجلی تڑپ تڑپ کے دکھانے لگی چمک      رونق ہوئی دد چند ہر اک برگِ دبار کو  
 کچھ کہہ رہا ہے ابر سپیدِ سیاہِ سرخ      منانہ جھوم جھوم چلے کو ہمار کو

ہم شربِ اپنے چند جواں تھے سو نہر پر  
 تشریف لے گئے وہ تہوں کے شرار کو

(انسا)

### ۳۰۔ پہاڑی بادل

وہ دیکھو کوہ کے پہلو سے طفلِ برائٹھا      وہ سلسلے ہے جہاں پیڑ یو کلٹس کا  
وہ بھاپ سادہ دھواں سادہ ملگیا ساہر      وہ ننھا ننھا بگولا سادہ ذرا سا ایر  
وہ پیایا پیارا سادہ دلیر سا دیکھو تو  
نہ دیکھا ہو گا کبھی یہ تماشا دیکھو تو

اہ! کھڑ میں سے ادراک بخار سا نکلا      ہوا کے گھوڑے پہ بادل سوار سا نکلا  
وہ پھیلا اور وہ سر کا بڑھا چڑھا کیا خوب      وہ مل کے دونوں نے ٹیلہ چھایا کیا خوب  
اندھیرا ہو گیا اب دھونڈو کار بادل ت  
نہاں نظر سے ہوتے سبز کھیت محفل کے

وہ دیو دار کے جنگل وہ قرن خوش منظر      بنی ہوئی تھی جو سب کو ہمار کا زیور  
نظر فریب جو تختیں بھول پتیاں ایلو      وہ سب ہند کے میں بادل کچھپ گئیں دیکھو  
وہ آسمان کا چن نظر فریب چھپا      فراز کوہ کھڑوں کا جو تھا نشیب چھپا  
وہ دل فریب سماں سب نظر سے اوجھل ہے

زمین سے تا بہ فلک اب تو صرف بادل ہے

لو بھگی بھگی ہوا آئی مینہ برسے لگا      لو بوندوں کا سر کہسار پہ بندھا ساہرا  
لو کھڑکیوں پہ مہاوٹ کی چلمیں چھوٹیں      لو وہ پہاڑ سے تھر گئے سلیں ٹوٹیں

روپائی سانپ کی مانند کوہ سے اترتا      لڑکھڑکی سمیت چلابے تماشا لہراتا  
 اچھٹا کوٹاؤ گت ہوا چلا آتا      سٹٹا، پھیلتا، جھکتا ہوا۔ چلا آتا  
 بہن رنگ کھنڈوں میں چاتا شور مچاتا  
 چمکتا کرتا سنبھلتا دکھاتا زور چلا  
 نکھر رہے ہیں شجرا و درختوں کی طرح      پہاڑ پر ہے پہاڑ آج کل چمن کی طرح  
 عروج روح کو حاصل ہے لطفِ منظر سے  
 یہ طفلِ ابراہیمی یونہی بڑھے برسے  
 (وِاسطی)

## ۳۲ - ابیرِ کرم

چلنا وہ بادلوں کا زمیں چوم چوم کر      اور اٹھنا آسمان کی طرف مجھوم مجھوم کر  
 بجلی کو دیکھو آئی ہے کیا گونڈی ہوئی      سبزہ کو ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا دندنی ہوئی  
 آئی ادھر صبا ہے ادھر ہے نسیم بھی      اور اُن کے ساتھ ساتھ ہے آتی نسیم بھی  
 سستی میں جو منادہ جاناں باغ کا      جھک جھک کے لینا ہاتھ سے گل کیا باغ کا  
 سبزہ کے عکس سے دیدہ پردہ سرسبز      سیلابِ باغ و دشت تو کھسار سبز سبز  
 ان سبز سبز کیلے دل میں لہتے      طوطے ہنگ حائر سنیل ہیں لہتے  
 نسیم عجیب بہا ہے اپنی دکھا رہی      موتی کبیرتی ہے جو اہر لٹا رہی

توں پہ تپ رنگ سے چٹا لگا رہی  
 لوبل لب گرجے ہوئے سر پہ آئے  
 کیا ست آیا جہوم کے سرشار ہوئے  
 لیکن یہ ماجرا سا برستا چھوڑ کا  
 بوندوں میں جھومتی وہ دھوئی ڈالیا  
 وہ ہنسیوں میں پانی کے قطرے ڈھلکا  
 آپ رواں کانالیوں میں بہر مارنا  
 گزادہ آبشار کا چادر کا نعد سے  
 جل تھل ہیں کوہ دشت میں تالاب کے  
 ہر چاہے طائران چمن خول خول ہیں  
 کوئل کا دُمدُمد دھوئی پہ بولنا  
 طاؤس کا وہ دُمدُمد کو خند کر کے ناچنا  
 لیکن چمن سے ناز کے چلتا جو مور ہے  
 اہلی کے اک درخت میں بھولا چلا ہوا  
 جھوٹے میں نوجوان میں یہ بھگس چڑھ کر  
 سادوں کے گیت اٹھا ہے طوفانِ دُشمن  
 پہنچ کر رشک ہے اسی سبب ملہم ہو

جنگین گر جھاسے تو پہننے کا ہار ہیں  
 اندھا مینا نے شرق سے شامِ بھانجے  
 ہرے گاؤں خوب حواں دھار ابر ہے  
 بے گامِ ابر بہاری کے تار کا  
 اندھ سبز کھار یوں میں وہ بھونکی لایا  
 وہ کھڑیاں بھری ہوئیں تھلے چھلک رہے  
 اندر دے سبز زار کا دھو کر منوارنا  
 اور گونجنا وہ بان کا پانی کے شور سے  
 گویا چھلک ہے ہیں کٹوئے گلاب کے  
 آپس میں یولی بول کے کرتے کول میں  
 اور دل میں اہل درد کے نشتر گھونٹنا  
 اندھ مدنی کا اشک کے موتی کو جانچنا  
 اک تہہ بہ طنز لگتا چکر رہے  
 اندھ ساتھ اُس کے ام کا ٹپکا لگا ہوا  
 ادب بچے ام کے ہیں پیسے بجا رہے  
 پردہ سیوں کی یاد سے ارمانِ دلوں پر ہے  
 جس کی کھینچی نہیں صورتِ جامِ بر

ستانہ پن میں رکھتے دیوانہ طور پر  
 ستانے ساتھ رکھتا ہے در چادر اچھی  
 سنو پوسٹ ہے دماغ آسمان پر ہے  
 اندر مبدوم یہ مطلع موزوں نواں ہے  
 یوں پھوٹ کر جو ہیں گل دریاں گل ہے  
 کیا جانے کن دلوں کے ہیں اراں گل ہے

(۱۳۱۰)

### ۳۳۔ بادل کا پھٹنا

وہ ہوانے زور باندھا اور بادل پھٹ گیا  
 کھل گیا خورشید کا چہرہ کہ پردہ ہٹ گیا  
 کچھ گیا ہے دھوپ سے سونے کا پتر ہر طرف  
 خوب برساتی ہیں کرنیں زمین پر ہر طرف  
 صحن سونے کا ہے چیت سونے کا گھر سونے کے ہیں  
 پھول پھل پتے ہیں سونے کے شجر سونے کے ہیں  
 کیا اگر ہے مگر عالم میں خورشید فلک  
 جس کی صنعت سے پہاڑوں میں ہو سب کی جھلک  
 مختلف چڑیاں اڑیں گے اڑے چلیں اڑیں  
 اپنے اپنے آشیانے چھوڑ کر باسیلیں اڑیں

بھوک سے ہیں سب پرندے اور چندے بلہ آس  
 ڈھونڈتا ہے کوئی کیڑے کوئی پہل اور کوئی ٹھاس  
 ہے زالی سب سے خرگوشوں کے چلنے کی ادا  
 کیا بھلی معلوم ہوتی ہے اُچھلنے کی ادا  
 سبز میدانوں میں پھرتے ہیں ہرن چمتے ہوتے  
 دیکھ لیتے ہیں گر چاروں طرف ڈرتے ہوتے  
 (شوقِ قدوائی)

## ۳۴ - برسات کی شام

دن ہے کم دیکھو ہٹا مغرب سے وہ ابرسیاہ  
 کھل گئی دنیا میں آنے کے تے کرنوں کی راہ  
 بن گیا خورشید ہلکے رنگ کے سونے کا پشت  
 دھوپ سے کچھ کچھ خہرے ہو گئے اشجار و دشت  
 وہ شفق کی سُرخ رنگت اور فلک کا مُغزار  
 ساؤنی بھولی ہوئی گویا دکھاتی ہے ہمسار  
 کوہ کے دامن میں یالائے کا تختہ ہے عیاں  
 پا چمے کہتے ہیں صبحِ اک کوہ ہے آتشِ نشاں



جلوہ گر ہے چرخ پر سورج کے پر تو سے دھجک  
یا اڑا پودہ کھلی محراب ایوانِ فلک  
یا کسی کے واسطے کھوے ہے آغوشِ آسمان  
یا تے ہے دوش پتربکِ فلک اپنی گساں  
دستکاری اپنی کی معمارِ قدرت نے عیاں  
سات رنگوں سے رنگا ہے طاقِ تعمیرِ آسمان  
(شوقِ قدوائی)

### ۳۵۔ شبِ ابر

اے ابر تیری رات کی تعریف اگر کروں  
لازم ہے پہلے میں روئے ظلمات سر کروں  
کیا کیا بیاں کروں میں تری رات کا مزا  
گر رات کا مزا ہے تو پر سات کا مزا  
سنانِ رات اور وہ آئی ہوئی گھٹا  
چاروں طرفِ جہان میں چھائی ہوئی گھٹا  
بہی کبھی کبھی نگہِ قفسِ ساز سے  
کرتی نقابِ اوپر میں چشمک ہے تانے

اور کوکنا پیچھے کا وہ دل کی ہوک سے  
 نالہ کو اپنے تون کوئل کی کوک سے  
 کوٹھے پہ ٹنڈے ٹنڈے بچھونے وہ اس میں  
 ہے گل کو خزاں اگر پاتے بوس میں  
 آنا وہ بھیگی بھیگی ہوا کا کبھی کبھی  
 بول اٹھنا مرغ نغمہ سرا کا کبھی کبھی

آرام کہہ رہا ہے کہ میرے ہی ہو رہو  
 قسمیں ہیں دیتی نیند کہ بس اب تو سو رہو  
 آزاد لکھتے لکھتے ہی آدمی تو دھل گئی  
 اور شمع لائین میں ساری پگھل گئی  
 طول اٹل کو اپنے اب انجام دیجئے  
 کوئی گھڑی تو آپ بھی آرام کیجئے

(۲ آزاد)

## ۳۶ - نیندک کا راگ

سُن اور شوریدہ حال سودائی      بند کراپ یہ اپنی شہنائی  
 میں نے ساتھ ہی آج کل پرست      نطف میں گئے ہیں گردن رات

تری فصل بہار ہے بیشک      تجھ کو یہ سازگار ہے بیشک  
 پر مجھے کیوں ستا رہا ہے تو      محنت کیوں گل چار رہا ہے تو  
 صدقہ اس اپنی خوش گلوئی کا      ماسط اپنی خوب دلی کا  
 تجھ کو سو گند تیری صورت کی      اس گھٹائی ڈھانی موت کی  
 تجھ کو جو ہر کا واسطہ لے دوست

وجہ غوغا بتا مجھے اے دوست

کیا ترانا نہ فراق ہے یہ      یا صلے پر اشتیاق ہے یہ  
 یا کسی سے ہے دل لگا تیرا      تجھ سے محبوب چھٹ گیا تیرا  
 تو بھی مذہبِ تیغِ فرقت ہے      کیا یہ تیری بھی تمام غربت ہے  
 کس نے قہرِ غل چھایا ہے      آسماں سر پہ کیوں اٹھایا ہے  
 رات بھر سن چکے تری ٹر ٹر      نیند بھر سونا ہو گیا دوسرے  
 کوئی حد بھی ہے تیری اس زڑ کی      انتہا کوئی تیری اس بڑ کی  
 جھٹ پٹے سے لگا ہے ترانے      صبح ہونے کو آئی دیوانے  
 دیکھ تو آدمی بچ چکی کب کی      رہ گئیں چند ساعتیں شب کی

اوسے ظالم خموش ہو بس کر  
 تاکجا عانیں عایش اور ٹر ٹر

(دوستی)

## ۳۷۔ میر اپنے گھر کا حال

کیا لکوں میر اپنے گھر کا حال  
 گھر کہ تار یک دتیرہ زنداں ہے  
 کوچہ موج سے بھی آئین تک  
 چار دیواری سو جگہ سے خم  
 لون لگ لگ کے جھڑتی ہو مائی  
 بس حکاش کا علاج کیا کیجئے  
 جانیں بیٹھے کو راہ کے بیچ  
 آنکھیں بھولا کیے کہے ہیں سب  
 جھاڑ باندھا ہے سینے دن تا  
 پاؤں میں کانٹے ہوں جو تر تھر  
 پنج لے لے کے بائے چھو پارو  
 ایک حجرہ جو سب سے اچھا  
 کہیں سودا خ ہا کہیں ہر چاک  
 کہیں گھوڑوں نے کھو ڈالا ہے  
 کہیں گھر ہے کس چھو پندر کا  
 اس خرابی میں میں ہوا پامال  
 سخت دل تنگ بدست جاں ہے  
 کوٹھری کے جباہ کے ڈھنگ  
 تر تنک ہو تو سوکتے ہیں ہم  
 آہ کیا عمر بے مزہ کالی  
 راکھ سے کب تلک گڑھے بڑھے  
 ہے حکاش سے تمام ایوان تک  
 کیونکہ پردہ سبے گایا رباب  
 گھر کی دیواریں میا کی بیسے پات  
 ان پر ردا رکھے کوئی کیونکر  
 چھو پنا کا ہے کا ہے تھوپا ہو  
 سنتے اب اس کا حال بھروسہ نر  
 کہیں جھڑ جھڑ کے ڈیر سی ہو خاک  
 کہیں چوہے نے مر نکالا ہو  
 نور ہر کونے میں ہے عجب کا

کہیں جھجک کے بہ فرمائے	کہیں مڑی کے گلے میں جلے
پتھوئی جگہ ہے چھوٹے ہیں	گے ٹٹے میں طاق چھوٹے ہیں
دی اس ننگ طاق کا ہر مکان	آگے اس جرم کے واکا پو
اس کی چھت کی طرف ہمیشہ نگاہ	کڑی نختے بھی دھوئیں سیاہ
کبھو چھت سے ہزار پائی گئے	کبھو کوئی پنہو یا ہے پھرے
کوئی داسا کہیں سے چھوٹا ہو	کوئی تختہ کہیں سے ٹوٹا ہے
مگر کہاں صاف موت کا ہو گھر	وہ کے مرنا ہمیشہ مد نظر
تھے جو شہتیر جوں کہاں ہر خم	مٹی تو وہ جو ڈالیں چھت پر ہم
چل ستوں سے مکان دہی یاد	دی ہیں لڑوڑیں پھر جو حکم زیاد
گرتی جاتی ہی ہوئے ہوسے منڈیہ	ایٹ مٹی کا کھر کے آگے طیر
پڑی کا بوج بھی سکے دے سنبھال	کشتی دیوار کی نہٹ بے حال
پودنا چھکے تو قیامت ہے	طو طامینا تو ایک بابت ہے
متر تر اوے بھیری سی دیوار	کیونکہ سادون کی گاب کی بار
شاق گزرتے ہے کیا کہوں جیسا	ہو گیا ہے جو اتفاق ایسا
اڑ بھیری کہ سادون آیا اب	ہو کے مضطرب ہیں کہنے سب
جان مخروں نکل ہی جاتی ہو	تہتری یاں جو کوئی آتی ہے
کہیں کبھے تو ہے قیامت تنگ	کہیں دیوار کا یہ اچھا جنگ

ایک دن ایک کڑا آبیٹھا  
 نہیں منزل خوار پاؤں پہلا  
 مٹی اس کی کہیں کہیں ٹھسکی  
 سان کو خاک لگ گئے دو چار  
 اچھے ہونے کھڑے بھی اس درے  
 اکھڑے کھڑے کو لڑائی و صید  
 خاک لہے کہ جیسے کھا و پاک  
 بند کہتا ہوں رجو گھریں ہوں  
 گھر بھی پہلایا جیسا ہے مذکور  
 جس سے پوچھو اے بتاتے شباب  
 ایک جعفر ہے شہر دلی کا  
 بانس کے جامیے میں سر کندہ  
 گل کے ہنرمیں ہوتے میں ڈھیلے  
 مینہ میں کیوں نہ بہہ گئے یکسر  
 داں جو ٹپکا تو یاں سرک بیٹھا  
 کہیں مٹکے کوں کہیں پیالہ  
 ٹپکے دو چار جاتو بند کروں

بے گناں جیسے تھا آبیٹھا  
 ایک کالا پہاڑ آن گرا  
 جی ڈہا اور چھاتی بھی دکی  
 بائے جلدی درست کی دیوار  
 برسے ہے اک خرابی گوردے  
 زلفی زنجیر ایک کہنہ حبید  
 چھیر دیئے تو پھر نری ہر خاک  
 قدر کیا گھر کی جب کہ میں ہی ہوں  
 ہے خرابی سے شہر میں مشہور  
 ساری بستی میں ہے یہی تو خواب  
 جیسے روضہ ہو شیخ چلی کا  
 سرفیسے مہنوں میں سب سے ٹھنڈے  
 پاکے رہنے لگے ہیں سب گیلے  
 پھونس بھی تو نہیں ہے جعفر پر  
 یاں جو بھیگا تو داں تنک بیٹھا  
 کہیں انڈی کے ٹھیکرے لالا  
 بیچ کوئی لڑاؤں خند کروں

بس کہ بد رنگ چمکے ہے پانی  
 کوئی جانے کہ ہولی کھیل اہوں  
 بان جھینگر تمام چاٹ گئے  
 تنکے جاڈاریں جو بیش دم  
 ایک کھینچے ہے چونے سے کرندہ  
 بوریہ پھیل کر بچا نہ کہو  
 ڈیڑھی کی یہ خوبی درالیا  
 جنس ملتی کوئی کھوٹا کھاٹ  
 کھٹکوں سے سیاہ ہے سو بھی  
 شب بھوننا جو میں بچا تا ہوں  
 کیر لا ایک ایک پھر کوڑا ہے  
 ایک چٹکی میں ایک چھنگلی پر  
 گر جہ بہتوں کو میں مسل ملا  
 ملے راتوں کو گھس گھس پوریں  
 ہاتھ تکیہ پہ گہر بھونے پر  
 سسلا یا جو پائنتی کی اور  
 تو کھنکھن مڑوں میں بچاٹ

کپڑے لہتے ہیں میرے انسانی  
 کوئی سمجھے ہے یہ کہ خیلا ہوں  
 بھیگ کر اس پھاٹ پھاٹ گئے  
 ان پہ چڑیوں کی جگہ ہے باہم  
 ایک گری پر کر رہی ہے شور  
 کرنے ہی میں کھڑا رہا کہو  
 چمچ اس چوہے کا گھرایا  
 پلٹے پٹی رہے ہیں جس کے چاٹ  
 چین پڑتا نہیں ہے شب کو بھی  
 سر پہ روز سیاہ لاتا ہوں  
 کھانے کو شام ہی سے دوڑا ہوں  
 ایک انگوٹھے پر ایک انگلی پر  
 پر مجھے کھٹکوں نے مل مارا  
 ناخوں کی ہیں لال سب کی دیں  
 کبھی چادر کے کٹے کٹے پر  
 وہیں مسلا کر ایڑیوں کا زور  
 ایڑیاں یوں گڑتے ہی کلائی

بھاڑے بھاڑے گیا سب بان      ساری کھاؤں کی چولیں نکلی نہ  
 نہ کھٹولا نہ کھاٹ سولے کو      پاتے پٹی لگائے کسے کو  
 سوتے تنہا نہ بان میں کھٹمل      آٹھکھوٹہ، ناک کان میں ٹھمل  
 اک مقبلی میں یک گھائی میں      سینکڑوں ایک چار پائی میں  
 ہاتھ کو چین ہو تو کچھ کہیے      کب تک یوں ٹٹھلتے رہیے  
 یہ جو بارش ہوئی تو آخر کار      اس میں سی سالہ وہ مری دیو  
 ددھن سے تھاکتوں کا تھا      کاش جنگل میں جا کے میں بتا  
 ہو گھڑی دو گھڑی تو دھکا دل      ایک دم سے ہوں تو میں ماروں  
 چار جاتے میں چار آتے ہیں      چار دفعت عفت سے مغز کھاتے ہیں  
 کس سے کہتا پھر دوں یہ محبت نغز      کتوں کا سا کہاں لاؤں مغز  
 دن کہے دھوپ ات کو ہواؤں      خوابِ راحت یہاں سو سو کوں  
 قلعہ کو تہہ دل اپنا کھوتا ہوں      رات کے وقت گھر میں ہوتا ہوں

نہ اثرِ بام کا نہ کچھ در کا  
 گھر ہے گاہے کا نام ہے گھر کا

(مستطیل)



## ۳۸۔ جاڑے کا موسم

سردی اب کی پر ہے اتنی شدید  
 جتنا عالم تھا کاشمیر ہوا  
 ان دنوں چرخ پر نہیں ہے ہر  
 کھڑپٹنے کو کہتے ہیں سب یار  
 یک دیکھا جو غور کر کے میاں پ  
 دے ہے پیش زین کو پاؤں جاڑ  
 پانی پر جس جگہ کہ کاٹی ہے  
 بس کہ تیغ بہت بھر میں ہے آب  
 عکس پانی میں یوں ہے شکل پیر  
 نہیں ہے نہریاں میں اس دم  
 تیغ سے کاٹتا ہے آب وہ چند  
 اکڑے جاتے ہیں دیکھ سنبھل کو  
 دیکھ گل پر مہسا نہیں برد  
 گر پڑے برگ تاک مڑ کے قام  
 مرمی جان کھوتی ہے  
 شمع نکلے ہے کانپتا غور شدید  
 بلکہ کہتے کہ زہر سریر ہوا  
 گویں کانگری رکھے ہے سپہر  
 ٹھنڈے ہے جہاں کے دل میں غبار  
 نکلے ہے منہ سے آسمان کے بھاپ  
 پایدا من ہیں جس قدر ہیں پہاڑ  
 سبز وہ شال کی رضائی ہے  
 برت کی ہے رکابی ہر گر داب  
 رہتی ہے زیر شیشہ جوں تصویر  
 بچہ بٹ بھی تیغ بچسہ سے کم  
 آپ میں اس قدر ہوئی ہے گزند  
 ٹھٹھری ہو جائے گل کے غنچہ میں بو  
 بھرتی پھرتی ہے ہر طرف دم سرد  
 بلبلیں مرد ہیں اکڑ کے تمام  
 تیر کی دل کے پار ہوتی ہے

کہے تو باہتے ہیں دانت سے دانت  
 جو ہی جوں بید تر تھرتھاتی ہے  
 موسم دے دے یا رد یا بھونچال  
 گودوں کے نیچ چھپتی پھرتی ہے  
 طرح یا قوت کی اب انگارے  
 لوگو یا گہر باتے شمع سے ہے  
 پٹی رہتی ہے مندوں ہی میں بڑ  
 جو کوئی ہے سو آفتاب پرست  
 کالے کبل میں رات کاٹی ہے ماٹ  
 ابر بدش ہوا پہ بالا پوشش  
 پھینکے ہے واسطے زمیں کے لحاظ  
 ابر میں یوں ٹھٹھکے رو جسے  
 تو وہ جاٹے ہی سے کرے کرتب  
 دست زیر بغل ہے مثل سب  
 ہیں پڑے پڑے دیکھے ہے مثل  
 ٹھنڈے کھینچے بہیم سودم  
 ناک سے چھوٹتا نہیں رومال

باد سے رنگ کھڑکے ہیں اس بھات  
 جس طرف بنگاہ جاتی ہے  
 کانچے ہیں مدھمت وادھ وچال  
 آگ بھی ٹھنڈے ٹھٹھاتی ہے  
 بے حرارت ہیں سردی کے لیے  
 ہے یہ آفت چراغ تک درپے  
 جاڑا لگنے کا رخ تلک ہے حرف  
 دیں ہیں برباد ٹھنڈے یکدست  
 دن کی گشتی ہے دھوپ میں دنا  
 رعد سردی سے ہاتھ گرم فردش  
 برت پڑتی نہیں فلک کلمات  
 شب جو رخشنڈی پہ برق آتے  
 عر کسی شخص کو مرض ہے اب  
 فرڈ سڑاے دیکھتے جس کو  
 منعموں کے گمروں میں آج ادکل  
 پہنتے ہیں سمورا ورق قاسم  
 اس پہ جاٹے سے ہے یان کال

جھینکنا جاڑے کا جو جھینکیں ہیں  
 کوئی اب جلے ہل نہیں سکتا  
 پھر جو کوئی ندان نکلے ہے  
 لیے رہتے ہیں روٹی میں مجبور  
 اہل حرد پر کیجئے جو نگاہ  
 پیٹ کر سر کے ہے بھٹیلا رہ  
 مقابلے ہے بھر کے آنکھوں میں  
 آہ تناد بھر کے یوں بولے  
 دیکھو حلوائی کو جو بیٹھے کہیں  
 لگے ہے اب جو مرنے بیمار  
 غرض ایسی ہی کچھ پڑی ہے ٹھنڈ  
 سودا آخر ہے سردی کا مذکور  
 اک سخن ہے تو لا کھ جھینکیں ہیں  
 گھر سے باہر نکل نہیں سکتا  
 ٹھنڈ کے مارے جان نکلے ہے  
 جس طرح ناشپاتی و انگور  
 کا دہاراُن کا ہو گیا ہے تباہ  
 اتے اب کیا کردں میں بیمار  
 یار دپانی نکالو چر کے مشک  
 بنی سخی قند ہو گئے ادے  
 پر نی کچھ چھٹ دکاں میں اُسکے نہیں  
 یہی کہتا ہے ٹھنڈ نے مارا  
 مٹ گیا زہر سریر کا بھی ٹھنڈ  
 شعر بھی گر خاک ہوں رکھ معذور

آگے جاتا نہیں اب بولا

ہو جتنی ہے زبان بھی ادلا

( سودا )

## ۳۹. شبِ سرا

اے منتاں کہوں کس طرح تری رات کا نطف  
تری شبہلتے دراز اور وہ ہر سات کا نطف

ہے کوئی چھینٹ کا اوڑھے ہوئے فرغل بیٹھا

پر پھلاتے ہوتے جیسے کوئی بلسل بیٹھا

اوڑھ بیٹھا کوئی سردی سے لحاف اپنلے

کوئی کر بیٹھا بچھونے کو غلات اپنا ہے

کچھ لحافوں سے ابھی سُنو کونکائے ہیں پرے

لیکن انگلیشی کو پہلو میں سنبھالے ہیں پڑے

مارے سردی کے جگر سینوں میں تھراتے ہیں

بچے ماں باپ کی بغلوں میں گھسے جاتے ہیں

کہیں سُنو کہیں سی سی گہیں سیٹی ہے

گرد سب بیٹھے ہیں اور بیچ میں انگلیشی ہے

بزمِ احباب کی صحبت کا مزہ ہے تجھ سے

سازِ عشرت کے ۲ برگِ دولہے تجھ سے

شب سہری میں ہے گانے بجانے کا مزا  
 پان کھانے کا گوری کے چبانے کا مزا  
 یارِ خطہ کے تہے درد میں مٹے ہیں مزے  
 دردِ تلخ اس کے سوا دوسرے دیتے ہیں مرے  
 ہے جہاں لیتا اسی شب میں جوانی کا مزا  
 اور جو بڑھ چلے تو لیتا ہے کہانی کا مزا  
 صوفی مدد کے جلے کا تو ہی ساقی ہے  
 مایہ عیش و طرب دم سے تہے باقی ہے  
 ہر طرف ہے گی پیاپی پیاپی اڑتی  
 مے نہ ہو مے تو ہے تصویر خیالی لڑتی  
 بے غلے مست پڑے شکر خدا کرتے ہیں  
 چاتے پی پی کے تہے سر کو دھاکتے ہیں  
 بس کراے مل کر نہیں لکھنے کی طاقت باقی  
 اسے سردی کے نہیں ہاتھ میں حالت باقی  
 میرے انڈر تو ہی اب ہے بچا نے والا  
 تیرے ازاد کو پالے سے پڑا ہے پالا  
 آرزو کچھ نہیں دنیا کی رہی ہے دل میں

لپٹش عشق سے دل میرا رہے نرم سدا  
گرتی شعر و سخن سینہ رکھے گرم سدا

(اناد)

## ۴۹ - موسم خزاں

گزر چکی تھیں بہاریں خزاں کا موسم تھا  
عجیب حال گل و گلستاں نظر آیا  
دو زرد زرد تھے رنگ آہ سبز پوشوں کے  
کھڑے تھے سیکڑے مجھ سے بچاے سے  
نہ موتیا نہ چنبلی، نہ موگرا دیکھا  
زباں دراز نہ سوسن کہیں نظر آئی  
نہ سبزیاں نہ طراوت نہ تازگی نہ فضا  
موش و دش چغلیا تیری سی چلائی تھی  
پیسو کچھ کدول میں بہت ہی بھپٹایا  
کہ اتفاق سے میلاک ہمیں میں جانکلا  
نگہ اٹھا کے جدھر دیکھا آنکھ بھر لایا  
کہ شکل دیکھی نہ جاتی تھی ان کی آنکھوں میں  
لے ٹلاتے پریشان غم کے ماری سے  
برائے نام نہ چنچو کوئی کھلا دیکھا  
نہ آنکھ زگرے شہلے نے ہاتے دکھائی  
نہ خوشگوار بھائیں نہ طعین نہ ظلم  
خزاں کے ہاتھ سے کٹا کس سی اڑتی ہوئی  
کہ آج اس جگہ کیوں سیر کو چلا آیا

پہلے آتا تو ناحق مال کیوں ہوتا  
کسی سے حال کا مجھ کو خیال کیوں ہوتا

(حائل)

## ۴۱۔ موسم خزاں

آرمستان کہہ تو بادشہ بر فغانی  
 شاہِ بر فغانی و شاہنشاہِ فیستانی  
 باہرِ صحرے نشاںِ نیرا اڑاتی آتی  
 فوجِ اقبال کو رستہ ہر تباہی آتی  
 جس طرف تیرے پیر بھی کاہرِ جھوکا جاتا  
 مائے ہیبت کے ہر دل سینوں میں تھوڑا جاتا  
 بلغِ پرچہ سے ترے قہر کا جھوکا آتا  
 ڈمکے ہر برگ ہے پر نور میں ہو جاتا  
 تیرے سناٹے سے ہوتی ہر فتاحِ بستا  
 سحرِ توراتے میں کھڑے سارے جوانِ ہمین  
 خوف کے مائے وہل جاتے ہیں طفلانِ بستا  
 ہیں بھر مرے کھڑے خاکِ ڈالتے سارے  
 منہ چھپاتے ہیں گل و سنبلِ ریحانِ ہمین  
 غمِ سناں میں ہیں نظر آتے سارے  
 غمِ سناں میں ہیں نظر آتے سارے  
 فخرِ سناں ہمین پر ہیں پھلاتے بیٹھے  
 لبِ حیرت سے یہی کہتا ہے ابدِ تبار  
 باغِ سنسان ہر مرغانِ ہمین ہو گئے کیا  
 باغِ سنسان ہر مرغانِ ہمین ہو گئے کیا  
 رازِ غم میں کھلے باغ میں گہل بھی نہیں  
 کان میں پہنچتے کس سے کہ ہاگل بھی نہیں  
 نہ تو چو کوئی باقی ہر کہ جو کھنڈہ کو لے  
 نہ ہے گزار میں موسمِ جو زباں سے لینے

کہ درخانِ ہمین باغ میں عریاں کیوں ہے  
 ہاتھ پھیلاتے کھڑے ششدر جہاں کیوں ہے

## ۴۳۔ آمد بہار

پھر اس انداز سے بہاؤ آئی      ہو گئے ہر دم تماشائی  
 دیکھو اے ساکنانِ خطِ خاک      اُس کہتے ہیں عالم آرائی  
 کہ زمیں ہو گئی ہے سرتاسر      روکشِ بیخِ چرخِ مینائی  
 سبزے کو جب کہیں جگہ نہ ملی      بن گیا دھوئے آبِ پرکائی  
 سبزہ و گل کے دیکھنے کے لئے      چشمِ زرِ گس کو دی ہے مینائی  
 ہے ہوا میں شرب کی تاثیر      بادہ نوشی ہے بادِ مینائی  
 کیوں نہ دُنیا کو ہو خوشی غالب  
 شاہِ دیندار نے شفا پائی

(عالم)

## ۴۴۔ آمد بہار

ہوا چاروں طرف اتھارتے عالم میں بگاڑ آئی  
 بہاؤ آئی بہاؤ آئی بہاؤ آئی  
 بہاؤ آئی دکھائی توادِ مطلق کی شان اس نے  
 زمیں کی تہ میں جو مڑے تھے ٹھالی ان میں جان نے



بہار آئی ہے یہ چہرا فی نقاشی دکھاتا ہے  
 بہت رنگین نقشے سامنے آنکھوں کے لگتا ہے  
 جہاں سے بیٹے گیا برگِ خزاں کا بدنما سکہ  
 بہار اب ڈھالتی ہے اشرفی کے پھول کا سکہ  
 ہوائے صبح اس کے ساتھ ٹپکا جھلکتی آتی ہے  
 مٹھنی پڑتی ہیں کلیاں جب بیان کو منہ لگاتی ہے  
 پہاڑوں سے بہایا اس نے برفِ صاف چھلا کر  
 رواں ہو کر وہی پانی سندھ میں ملا جا کر  
 شمیمِ باغ نے سیکھا چلن اترا کے چلنے کا  
 ناز آگیا پورے سے سبزے کے نکلنے کا  
 دُلعن کی شکل ہر گل نے لباسِ سُرخ پہنا ہے  
 شجر کے جسم پر کیا خوشنما پھولوں کا ہنسنا ہے  
 ہوا شاہل پرستِ اعظم جو آمادہ  
 سنوارا مختلف رنگوں سے دُنیا کا سُرخ سالہ  
 تعجب کیا جو ہمیشہ سے خزاں کے دُرخ پڑ رہی ہے  
 کونہ فرج اس پہ غالب کی جس کی سُرخ وردی ہے  
 نکل آئے حجابِ ارضی سے گلے سیرتِ انکوں

کہیں ہیں سرود قد لاکھوں کہیں خندہ ہیں لاکھوں  
 پلاتی ہے لہجہ کو دوسرا اپنا دودھ لالا کر  
 محبت سے ہما گنجد چھ مٹی ہے بار بار آ کر  
 جوڑیں اندر ہی اندر پہلی کرت مکتوتی ہیں  
 زمیں اُن کو جکڑتی ہے زمیں کو وہ جکڑتی ہیں  
 چمن اہر دشت میں ہے ہر طرف انبار پھولوں کا  
 جدھر دیکھو زمیں پہنے ہوئے ہے ہار پھولوں کا  
 عیاں سبزہ پانچت کی ادائیں کی ہر سرج نے  
 بڑھا کر ہاتھ کرلوں کی بلائیں لی ہیں سورج نے  
 ہیں مدشن چاندنی کے پھول یا تارے چمکتے ہیں  
 کھلے ہیں پھول لالہ کے کہ ان گاہے دیکھتے ہیں  
 ہزاروں رنگ کی چڑیاں ہیں شکلیں خوشنما جن کی  
 ادائیں دریا جن کی صدا میں نغمہ زن زاجن کی  
 بہار آنے سے خوش ہیں ہر طرف اتراتی پھرتی ہیں  
 ہوا تو ناچتی پھرتی ہے چڑیاں گاتی پھرتی ہیں  
 دیا تے تیلوں کو مدتی کا سامان پھولوں نے  
 کیا سمجھو زوں کو جو ٹپٹپتی ہے یہاں پھولوں نے

ہوا ہی نے کھلائے گل چھا ہی پھر گرائی ہے  
 زمیں جس نے کیا پیدا وہی پھر اُن کو کھاتی ہے  
 غرض اے شوق تارا ناہیستِ حزنِ فانی پر  
 گمنانِ اناں کو تازیبا ہے دودن کی جوانی پر  
 (شوقِ قدوائی)

## ۴۴۔ صبحِ بہار

واہ کیا دلفریب ہیں اشجار	واہ کیا پُر فضا ہے صبحِ بہار
ہے عینِ برغضب کا آج نکلا	ہر طرف ہیں شگفتہ لالہ و گل
کرد ہی ستائشِ غفار	شاخِ گل پر ہے بلبول کا بھوم
کیسے دلکش ہیں انہمائے ہزار	کیا ہے پُر دوناؤ تفسری
کہیں وہ تالہ ہاتے بیلِ زلہ	کہیں وہ شور و فلِ پیوں کا
ریشکِ جنت ہے تختہِ گلزار	کیا ہی دلکش ہے صبح کا عالم
شادمانی کا گھر ہے میں بہار	ہر طرف طائرانِ خوشِ لہجہ
جس طرف دیکھو سبز ہیں اشجار	جس طرف دیکھو پُر فضا ہوں ہمارا
لاسنی کیل ہیں ہیں چند	کہیں بیلا چیل جو ہی ہے
کہیں سرخی و لہریں کی بہار	کہیں شہر کہیں گلاب کی پھل

کیسے مر سبز ہم یہ برگ و شہر      کیسے شاداب ہی گل و گلزار  
 دکھیں پر خزاں کا نام و نشان      باغ سیراب سبز ہی اشجار  
 چل رہی نسیم صبر سبز      جس سے بٹاش ہر دل بیمار  
 داہ کیا و لفریب منظر ہے  
 واہ کیا پُر فضا ہے صبح بہار

(۱۰ ج)

## ۴۵۔ لطف بہار

اک دہ گستاں میں جو میرا گزر ہوا      لطف بہار و منظر تباہ تھا و لکشا  
 جلد بھلا تھا گل کا ادھر خن جانفزا      بیل ادھر تڑا الفت سے خوش نوا  
 سبزے کا فرش باد بہاری بچھا گئی  
 شبنم بھی موتیوں کا خزانہ بنا گئی  
 کلیاں تھیں اک اداس تہم دکھا دی      ستمیں مسکرا کے بیلیاں گویا گدا رہی  
 باوصیا انہیں تھی کبھی گدا رہی      منہ چوم کر کبھی تھی گلے سے لگا رہی  
 شمشاد کے گلے کا کبھی ہار بن گئی  
 سنبل کے گیسوؤں کا کبھی تار بن گئی  
 شاخیں گلہری کی گاہ مہیا تھی ہار ہی      تھی طفل غنچہ کا کبھی جٹولا جٹلا رہی

مستاد چال سے تھی کبھی لڑکھڑادی انداز نغز شہنوں کے کبھی تھی دکھادی

ہوسن کی ہزیاں تھی کبھی ہمکنار تھی

نرسین و نرسن کی کبھی مالدار تھی

تھیں خندہ ہنسنے گل میں عجیبانہ لڑیا نالوں میں بلبلوں کے نہاں جاں لڑیا

پہچے کچھ پیچ میں افسوں طرازیں زگس کی چشم بست ہیں سحر سازیاں

کچھ کر رہی تھی غنچوں کو زگس اشارتیں

آنکھوں سے تھی ٹپکے ہی اس کی شرارتیں

مرغان بوستان بھی بتیاب سر بسر بیچین مار رہے تھے چمن میں دھوا دھوا

گویا وہ ڈھونڈتے تھے کسی کو شجر شجر قربان کر رہے تھے وہ دل شاخ شاخ پر

زگس پہ نرسن پہ گل و سبزہ زار پر

شمسداد پر صنوبر و سرود چنار پر

دعائی لباس پہنے عروسی بہار تھی زریب گلہو کستے ہوئے پھولوں کے ہار تھی

ہر برگ گل سے شانِ جمال آشکارا تھی جو بن کے اس بہار پہ جنت نثار تھی

شہرت بہارِ حن کی تھی آسمان پر

تعریف اس کی مرغِ جاں کی زبان پر

(مبادک)

## ۴۶۔ بہار

شادابی ہو ایں یہ کیفیت اب کہو      سونگ کے شگفتہ ہیں گل شاخسار پر  
 اشجار چھوتے ہیں بجے معین باغ میں      تاک لپیٹتے ہیں سست ٹٹے جو باد پر  
 موج بہار لالہ خود رونے لے نسیم  
 کچھ آگ سی لگائی ہے کوہسار پر

(انشاء)

## ۴۷۔ جوش بہار

بہار لالہ دگل سے لگے ہے آگ گلشن میں      گرہاں چاک کر حل میٹھے معوا کے دامن میں  
 جنوں کے جوش میں کیجا نہیں دم بھر قرار آتا      کبھی گلشن سے معرا میں کبھی معرا سے گلشن میں  
 (آتش)

## ۴۸۔ باؤ ہراد

چل لے باؤ بہاری صبت گلزار      تمنا ہے تیرا ہر گل و خار  
 نہال و گل دسبزو سبب ہیں نہال      گیا و مردہ میں ٹوٹا دلیر جاں  
 نہیں گلشن میں پتے کا بھنکھڑا      ذرا شائیں ہلا طائر کو بھر دھکا

ہلک تیزی سے لے با دیوار کی  
 جو تو ہلکے تو سبزہ ہلائے  
 چمک جاتے گزراؤں کی شہر کی  
 چمک جاتے جو ہر پتہ ہوا چل  
 کہ چمک جاتے چمن پر جھٹاری  
 چمن کا بیل بوٹا سر ہلائے  
 زمین پر چمک پڑے ڈالی ٹرکی  
 کہ شاخیں ہودی میں سخت بھل  
 قلمرو میں تری گل بحر و بر ہے  
 بہت کی قند دریا کی سیات  
 رہی تادیر تو سیر و سفر میں  
 یہی ہیں کیا سیغیر بحر اعظم  
 قہری ہے ابو کے شکر کی مراد  
 گھٹا کو لاد کر لائی کسر پر  
 اٹھایا ہے سمندر قند سر پر

ترکی تیزی سے میں بادل چمکتے

ترے جلو کوں سے ہیں نظر پکٹتے

چمن میں رہے ٹھنڈی ہوا ہے  
 جبار و گردے جواٹ گئی تھی  
 ہوائے کیا ہوا بانڈی چمن میں  
 چمن کا پتہ تپ ہے نہ اسخ  
 کبھی آہستہ دو موج صبا ہے  
 صبا کے فصل کا سماں کیا ہے  
 کہ خواب چمن کا سر کھلا ہے  
 صبا کی آہ آمد جا بجا ہے  
 زمین پر سبز و کیسا لوتا ہے  
 گلوں کی ڈلیاں جھک جھک گئی

کھل ہر کھڑی گہائے ترکی      صبا نے کان میں کیا کہہ دیا ہے  
 بکیری نازن پر زلف سنبل      صبا شوخی میں نقشہ ہوا ہے  
 گیا وہ سبز کا مڑا پریشاں

صبا تیرے ہی چھوٹے ہی ہوا ہے  
 کر لے با پورا داہنگ آفاق      جہاز سست دہری تیرا شوق  
 پھرے کوٹا کس بادیاں کو      گدہ کیسے ساحل ہندوستان  
 جیلجہ و آباد محسوس ساحل      ترے دیکھے پٹے میں مہل  
 مقام استقلالے تا بہ قطبین      تجھے جنبش نہیں دیتی کسی چین  
 بہت کونٹے میں کوہ دشت تو نے  
 کیا بحرین کا گلشت تو نے

تو کہے لے نسیم صبح گہری      مثالِ رحمتِ عامِ الہی  
 جہاں میں ہیں تری الطافِ کوی      غریبوں در امیروں پر مادی  
 کبھی نہ تھی یہ ایسی تند پر زور      معاذ اللہ معاذ اللہ تر زور  
 اگر تو خشکیاں طے تند تر ہو      تو دبا لاچارِ جگمگو ہو  
 کبھی دریا میں لے جائی بہا کر      کبھی ساحل پہ دے نیکے ٹھاکر  
 اڑاتی ہے اسے تو راہِ بے طہ      جہاز آگے ترے ہر خیل بکاہ  
 معاذ اللہ تر اوطافِ خاص ہے      تری تیزی نشانِ قہرِ رب ہے



اُجالا تو نے گلزارِ دہسین کو  
 پہچھڑائے میں کیا داگ تو نے  
 تری دنگ ہے بھیاک کیسی  
 یہ گل کترے ہیں تیرے بے تامل  
 کبھی گرمی سے گرما گرم ہے تو  
 چماتی ہے تو پانی کو چپ چاپ  
 جو بلدی چور تالیسی نہ ہوتی  
 خوشامد تیری خصلت میں نہیں  
 اُجالا اگر کسی مفلس کا چھتر  
 نہ درگزی غریبوں کو مکاں  
 نہیں کچھ چم کو خوشاں سلطان  
 کسی کا طرہ طرار چھڑا  
 پلاؤ الا ہے چگل اہو پن کو  
 نیتاں میں لگا دی آگ لگتے  
 اُڑاتی ہے زمیں کی خاک کیسی  
 کیا اک دم زندہ نہیں شمع کو گل  
 کبھی سردی سے سڑدزم ہے تو  
 نظر آتا نہیں جب بن گیا بھاپا  
 نہ پاتے صبح کو شبنم کے موتی  
 تری تیزی برابر ہر کہیں ہے  
 اکھاڑا خیمہ دھڑکا دھڑکا  
 نہ جھکے طرہ تاج تہاں سے  
 اُڑا دیا پردہ ایوانِ سلطان  
 کسی کا برقع زرد تار جھیرا

غرض دلچسپ تیری ہر ادا ہے  
 تری شوخی دچالاکی بجا ہے

(اسماعیل)

## ۴۹۔ گرمی کا موسم

گرمی سے تڑپا ہے تھے جاندار  
 بھوبل سے سوا تھا ریگ صحرا  
 سخی لوٹ سی پڑ رہی جمن میں  
 سانڈے تھے بلوں میں منہ چھپائے  
 عقبن لومڑیاں زباں نکالے  
 چیتوں کو نہ تھی شکار کی سُدھ  
 تھے شیر پڑے کچھار میں سُست  
 دھوردوں کا ہوا تھا حال سہلا  
 بھینسوں کے ہونہ تھا بدن میں  
 گھوڑوں کا چھٹا تھا گھاس دانہ  
 طوفان تھے آندھیوں کے برپا  
 آ رہے تھے بدن پہ ٹوکے چتے  
 سخی سب کی نگاہ سوتے افلاک  
 نیکے سے لٹکتی جو ہوا تھی  
 سات آٹھ بجے سے دن چمکے تک

اور دھوپ میں تپ رہے تھے کہسار  
 اور کھول رہا تھا آب وریا  
 اور آگ سی لگ رہی تھی بن میں  
 اور ہانپ رہے تھے چار پائے  
 اور ٹوسے ہرن ہوتے تھے کالے  
 ہرنوں کو نہ تھی قطار کی سُدھ  
 گھوڑیاں تھے رد و ہار میں سُست  
 ہیلوں نے ڈال دیا تھا کندھا  
 اور دودھ د تھا گتوں کے تھن میں  
 تنہا پیاس کا اُن پہ تازیانہ  
 اٹھتا تھا بگولے پر جگولہ  
 شعلے تھے زمین سے نکلتے  
 پانی کی جگہ برستی تھی خاک  
 وہ بادِ سموم سے سوا تھی  
 جانداروں پہ دھوپ کی تھی دستک

مٹی میں دن تھا گنوا تا کوئی  
 بازار پڑے تھے سارے سنان  
 چلتی تھی دکان جس کی دن رات  
 خلقت کا ہجوم اگر کچھ تھا  
 پانی سے تھی سب کی زندگانی  
 تھیں برف پستیں لپکتی  
 تھے جو خفت سانی اور مرانی  
 کھانے کا نہ تھا انہیں مزہ کچھ  
 بن کھاتے کئی کئی دن اکشر  
 شب کشتی تھی ایڑیاں رگڑتے  
 بچوں کا ہوا تھا حال بے حال  
 آنکھوں میں تھا ان کے چائے دم  
 پانی دیا اگر کسی نے لا کر  
 تقصیر تھی کچھ نہ میری تیری  
 کل شام تلک تو تھے ہی طود  
 پردا کی دُہائی پھر ہی ہے  
 برسات کا بج رہا ہے ڈنکا

نہ خادہ منہ چپساتا کوئی  
 آتی تھی نظر نہ شکلِ فان  
 بیٹھے تھے وہ ہاتھ پر دھوے ہاتھ  
 پایاؤ یا سبیل پر تھا  
 میلا تھا وہاں جہاں تھا پانی  
 فالودے پر رال تھی مٹھتی  
 گرمی سے نہ تھا کچھ ان میں باقی  
 آٹھ آٹھ پہر نہ تھی غذا کچھ  
 رہتے تھے فقط ٹنڈائیوں پر  
 مرہٹ کے صبح تھے بکڑتے  
 کھلاتے ہوتے تھے پھول سے گل  
 تھے پانی کو دیکھ کرتے مم مم  
 پھر چوڑتے تھے نہ منہ دگا کر  
 پانی سے نہ تھی کسی کسیری  
 پر رات سے ہے سماں ہی کچھ اور  
 بچوا سے غنائی پھر ہی ہے  
 اک شمشیر آسمان پر پرا

## ۵۰۔ گرمی کا موسم

مٹی کا آن پہنچا ہے ہمیں  
بجے بارہ تو سورج سر پہ آیا  
چلی تو اور ترلے کی پڑی دھوپ  
زمین ہے یا کوئی جلتا تو ہے  
درد دیوار ہیں گرمی سے تپتے  
پہندے اڑکے ہیں پانی پہ گرتے  
درندے چھپ گئے ہیں جھاڑیوں میں  
نہ دھوکہ غریبوں کے مکاں کی  
نہ نیکھا ہے نہ ٹٹی ہے نہ کسرہ  
ذرا سی جھوپڑی محنت کا ثمرہ

امیروں کو مبالغہ ہو چھٹی

غریبوں کا بھی ہے اللہ بلی

(اسماعیل)

## ۵۱۔ شب گرما

بچا صحن میں تھا بلا سا جو تخت  
دہاں آکے بیٹھا وہ فرخندہ بخت

نگہ سامنے آ کے دستارِ خواب  
 فراغت ہوئی کھلنے پینے سے جب  
 برابر برابر بچے تھے پلنگ  
 فلک نیلگوں رنگ نکھرے ہوئے  
 چمک کر چڑھا چرخ پر چاند تھا  
 ادھر چاندنی نور پھیلا رہی  
 وہ چھائی رات تاروں بھری  
 پلنگڑی پہ رط کا تھا لیٹا ہوا  
 پدھر تھا جو تارِ مخ کا رازِ داں  
 دیا یہ مزہ ان حکایات نے  
 جہاں آ کے شکھسٹا نے لگی  
 تھکے ماندے دن بھر کے تھے ہمدرد  
 بیاں کیا کروں رات کی شان کا  
 پڑا نیند میں مست سارا جہاں  
 پڑے ایسے سب سوتے مدہوش تھے  
 درختوں میں تہیں جو گزرتی ہوئی  
 شب تار بھی نیند میں آن کر

بہم کھا کھلا کر بستے شاد ماں  
 بچوں پہ آئے قرینے سے تب  
 پڑیں چادریں اُن پہ جتنا پلنگ  
 ستارے تمام اُن پہ بکھیرے ہوئے  
 کہ سورج کا نہ کر دیا ماند تھا  
 سیاہی اُدھر رنگ دکھلا رہی  
 کہ چادر ہو جیسے ستاروں بھری  
 کہ بیٹا تھا شکر لپیٹا ہوا  
 سناتا تھا ہر دم نئی داستان  
 کہ انگڑائی گردوں پہ لی رات نے  
 ہر اک کو غرض نیند آنے لگی  
 دُپٹے پٹے تان اور سو رہے  
 زمانہ میں عالم ہے سُنان کا  
 نہ تھے چور باقی نہ تھے پاساں  
 کہ گھڑیاں تک بھی تو خاموش تھے  
 زمانہ پڑا کرتا تھا سائیں سائیں  
 سیہ چادر اپنی پڑی تان کر

ہمیشہ راز کا دستور ہے      اندھیرے سے کڑیاں نور ہے  
 کر چکا ستارہ محسوس کا      ہزار گن پھیکا رُخ ماہ کا  
 ستاروں کی آنکھیں چمکنے لگیں      تعجب سے مشرق کو نکلنے لگیں  
 شبِ تار کا رنگ فق ہو گیا      چارِ رخ سحر جاں بہن ہو گیا  
 سحر کے جو عالم نمودار تھے      دھوئیں اُڑ رہے تھے شبِ تار کے  
 بے رونے سب سحر کے بطور      گئی اُن کی آواز نزدیکِ دُور  
 وہ بڑا کا تھا جو سہتر خواب میں      ستارہ جو جوں چادرِ آب میں

اُٹھا کر کہا اُس نے تیکہ سے سر  
 سَلَامٌ عَلَیْکُمْ مُبَارَکُ سَحَر

(آزاد)

## ۵۲۔ جاڑہ اور گرمی

ایک دن جاڑے نے گرمی سے کہا      میں بھی ہوں کیا خوب موسمِ دہا  
 ہے بجا کر کیجئے میری صفت      ہے ردا اگر کیجئے میری ثنا  
 میں جہاں میں ہوں زس ہر عزیز      مانگتے ہیں میرے آنے کی دعا  
 میرے آسنے سے ہو کیوں خرمی      کیا خشک پانی ہے کیا سُٹھی ہوا  
 چاند لہو ہے ہے کدوہ سے بد بختا      آسمان ہر صفت نیلا خوشنما

بابہ گرمی کی تر کچھ ہوتی نہ تھی  
 میری آمد نے کیا شب کو ہداز  
 تو بیاض کا مجلس دینی تھی منہ  
 اب ہوا بھی اور نہ میں بھی سردی  
 مل گئی تھکنے بکیر طوں سے نجات  
 دھوپ کا ڈر ہے نہ لو کا خوف ہے  
 سورج اب کترا کے جاتا ہے نکل  
 ہے حضریں آج کل عیش و نشاط  
 میرے دم سے تندرستی بڑھ گئی  
 ڈاکٹر صاحب کو فرصت مل گئی  
 ضعیف معدہ کی شکایت مٹ گئی  
 مکھیاں بھی رہ گئیں پر مغال خال  
 گرم پوشاکیں نے اب پایا داج  
 سل گئے توشک باد و باران  
 بیسے ہوتے کون پوچھ مروت کے  
 ندی نالوں کا گھیا پانی مختصر  
 طالب علم اب کر رہا ہے کوششیں

دن کی محنت سب کو تھی تھی تنکا  
 نیسے آنے سے ویاد دن کو گھٹا  
 اور نہ میں تلونوں کو دیتی تھی جلا  
 کھو دیا جس نے حرارت کا پتا  
 ٹیٹیاں موقوف پنکھا چھٹ گیا  
 ان دنوں کی دھوپ ہے گویا غذا  
 فصل تابستان میں تھا سر پر چڑھا  
 ہے سفر بھی ان دنوں راحت خزا  
 پائی مدت کے مریضوں نے شفا  
 اب شفا خانہ میں ہے کم جھمکٹا  
 بے دوا خود بڑھ گئی ہے اشتہا  
 بے تکلف اب ہے کھانے کا مزا  
 میں نے بخشا آن کر طبعت نیا  
 دندیلوں نے پایا محنت کا صلہ  
 باقی پانی رند کا بھی ہے چھا  
 جھیل امتنا ہے پانی معفا  
 کوششوں سے جو گا پورا ہوا ہوا

ٹھیک و قطرات ہندوؤں کا ہیسی  
 حاکم نے کر دیا دودھ شروع  
 جا بجا فوہیں ہوتی ہیں مستح  
 سیب، نارنگی، ہی، بیو، انار  
 تخم ریزی جنس اعلیٰ کی ہوئی  
 عید کی سی دھوم ہے دیہات میں  
 ہے مٹھائی کی نہایت ریل پیل  
 اس ہے محنت مشقت سے مجھے  
 تہہ دستی کا ہے جن سے فائدہ  
 تاکریں دردِ رعایا کی دوا  
 تاکہ میدان میں کریں مشق و فا  
 میوہ ہر اک قسم کا بکنے لگا  
 کھیت میں بویا گیا گہوں چنا  
 کپ گئی ایکھ اور کو لھو چل پڑا  
 چل رہی ہے آج کل میٹھی ہوا  
 کارہی کو میں نہیں رکھتا روا

مغنی ہیں مجھ سے خوش میں اُن سے خوش

کا ہوں کا میں نہیں ہوں آشنا

سُن کے یہ باتیں ہوئی گری بھی تیر  
 آپ اپنے مُنہ میاں مٹو نہ بن  
 اُس کو ہوتا ہی نہیں حاصل کمال  
 باہر تو سرکشی کرتے نہیں  
 تیری خود بینی ہوتی تھو کو حجاب  
 تجھ سے عالم میں خزاں کا ہے غلہ  
 قہرِ ثنائیوں کے تے تے کھوٹ  
 ادھل کر یوں جواب اُس کو دیا  
 خود ستائی عیب ہے ادھو دتا  
 جو کہ اپنے آپ کو سمجھے بڑا  
 بلکہ سر کو اور دیتے ہیں جھکا  
 خوبیوں کو میری سمجھا بدنام  
 مجھ سے ہر فصل بہاری کی پنا  
 تو نے پیڑوں کو برہنہ کر دیا



غیر سے آنے سے پہلے پٹھانے غبر  
 غبر سے شاخوں میں لٹکتے برگ بار  
 کھیت جائے بھرتو پگتے ہی رہے  
 تو نے رکھے تھے بیلوں کی طرح  
 میں نے پھلا کر کیا تقسیم اسے  
 خشک چنے بھر گئے دریا چڑھے  
 تجھ سے تھی مخلوق میں افسردگی  
 میری آمد نے مسادی کر دیے  
 کر دیا میں نے رگوں میں خوں وال  
 میں نے کھوئے آن کر تن کے مسام  
 پھینک دیا اب دق کہہ خلق نے  
 رات بھر رہتی تھی خلقت گھر میں بند  
 میں نے حکمت سے چلاتی آنویاں  
 میں سمند سے اٹھائی ہیں بخار  
 چہرہ گرہل کا یہ گرد و غبار  
 ماتم پہ دن کو نہ کیوں فریادوں  
 ہے بھیجہ بہتلا میری کا بہار

حیرت و شال آن کو کی میرے حفا  
 دہن گیا ستان میں انید من سے سوا  
 ہاں گھر میں نے دیا آن کو پکا  
 برت کے تو مجھے پیاروں میں چھا  
 تاکہ پیچھے سب کو فیش و فائدہ  
 دیکھو میرا کرم بے سدا سنا  
 کون خوش تھا جو گرد و اغیا  
 راحت و آرام میں شاہ و گدا  
 ٹھنڈے شال ہو گئے تھے دست پا  
 کیونکہ رکنا تھا پسینہ کا بڑا  
 غلطہ جو میری آواز سے سنا  
 کر دیا اس بند سے میں نے رہا  
 تابدل جلے مکاڑوں کی ہوا  
 حمید سے چھا جاتی ہے لگوں پہ گستا  
 ابر کے آنے کا وقتا ہے مہتا  
 رات ہے تاریک دن ہے پڑھیا  
 ہے سدا بہر صفت میری اتہا

یقین ہے ہر دلوں کی تقریب و عبادت  
 سن کے ان دلوں کی یہ کج بختیاں  
 اور طوفانی بیانِ ماحیرا  
 ایک دانا نے کیا یوں فیصلہ  
 کچھ نہیں ہے اس میں جاٹے کا قصور  
 کچھ نہیں ہے اس میں گرمی کی خطا  
 یوں ہی رہتا ہے ہم شکوہ مگلا  
 جب حقیقت پر نہیں ہوئی نظر  
 ہے حرارت کی کمی بیشی فقط  
 دردہ جاٹا کون اور گرمی ہے کیا

(اسمعیل)

## ۵۳ - خدا کی صنعت

جو چیز خدا نے ہے بنائی  
 کیا خوب ہے رنگے رنگ سب کا  
 ظاہر ہے اس میں خوشنمائی  
 چھوٹی بڑی ہیں حیرت انگیز  
 حکمت سے نہیں ہے کوئی خالی  
 ہر چیز کی ہے ادا زالی  
 ننھی کلیاں چمکے ہی ہیں  
 اُس کی قدرت کے پھول ہنکے  
 چھوٹی چڑیاں پھدکے ہی ہیں  
 چڑیوں کے عجیب پر لگائے  
 پھولوں پر پندے آکے چمکے  
 اور پھول ہیں عطر میں بساتے  
 پتھروں کا جٹا جٹا ہے اجاز  
 ہے وہ پتھر افریقہ کا لام  
 محلوں میں امیر ہے بآرام

ہے کوئی فنی کو کوئی محتاج  
 روزِ غمی دونوں کو دی خدا نے  
 دن کو بخشی جب صفائی  
 موتی سے پڑے ہوئے ہیں لاکھوں  
 کیا دھو سی چاندنی ہے چٹکی  
 تانے پہ صبح تک نہ وہ چاند  
 نیلا نیلا آبِ آسمان ہے  
 شام آئی تواس نے پردہ ڈالا  
 جاڑا، گرمی، بہار، برسات  
 جاڑے سے بدن ہے تھر تھرتا  
 سردی سے ہاتھ پاؤں ہیں ٹھٹھتے  
 مرمیوں پھولی سبست آیا  
 پھولیں کو پھلیں نئی شعبہ میں  
 جاڑے کی جوڑت پلٹ گئی ہے  
 گرمی نے زمین کو چسپایا  
 برسات میں دل ہیں یادوں کے  
 روا آئی ہے زرد شہزادہ کرتی  
 بے غم رہے کوئی کسی کے حواری  
 معبود ہیں قدرتی خصلت نے  
 "تامن" بھری رات کیا بنائی  
 میرے سے جڑے ہوئے ہیں لاکھوں  
 حیران ہو کر نگاہ بھٹکی  
 آگے سو درج کے ہو گئے ماند  
 وہ رات کی انجمن کہاں ہے  
 پھر صبح نے کر دیا احبالا  
 ہر رُت میں نیا سمان نئی بات  
 ہر شخص دن میں ہے دھوپ کھاتا  
 سب لوگ اللہ پر ہیں گرتے  
 سب نے چاگن کا راگ گایا  
 اک جوش بھرا ہوا ہے سر میں  
 دن بڑھ گیا رات گھٹ گئی ہر  
 بھانے لگا ہر کسی کو سایا  
 ٹھٹھٹے ٹھٹھٹے ہول کے جھونکے  
 ماماں زمین کو گستر تی

کس نعرے پہ نہا ہے تالہ  
 اپنے نیلے کو کاٹ ڈالا  
 بل کھا کے ندی نکل گئی ہے  
 کونچ اپنا اُدھر بدل گئی ہے  
 دریائے رماں پہاڑ کے پاس  
 بستی ہے بسی اُجاڑ کے پاس  
 بستی کے اُدھر اُدھر ہے جنگل  
 جنگل ہی میں ہو رہا ہے جنگل  
 مٹی سے خدا نے باغ اُگلے  
 باغوں میں اسی نے پھل لگائے  
 سرسے سے لدی ہوئی پروڈی  
 داؤد سے بھری ہوئی ہے بالی  
 سبز سے ہر اسبھا ہے میداں  
 اپنے اپنے درخت ڈی شاں  
 روشن آنکھیں بتائیں دُؤد  
 قدرت کی بہار دیکھنے کو

ہر شے اُس نے بنائی نادر  
 بیشک ہے خدا قوی وقادر

(اسمعیل)

## ۵۴۔ خدا کی کاریگری

تقریباً اُس خدا کو جس نے جہاں بنایا  
 کیسی زمیں بنائی کیا آسماں بنایا  
 پیروں تلے بچایا کیا خوب فرشتہ خاکی  
 اُدھر سر پہلا جو ردی ایک سا بیٹا بنایا  
 مٹی سے پیل بولے کیا خوشنما اُگلے  
 پہننے کے مہر خلعت اُن کو جواں بنایا  
 خوش رنگ اور خوشید گل پہچول ہیں کھلائے  
 اس خاک کے گنہگار کیا گلستاں بنایا

ہر دنگے کیا کیا خوش نکلے پیچھے  
 سوئی سے ہم نے پانی لگی ہوئی ہنسی  
 سوچ بنا کے تو نے رفت جہاں کو بخشی  
 پیاسی زمیں کے نہ میں سینہ کا چھایا پانی  
 تنگے اٹھا اٹھا کے لائیں کہاں کہاں سے  
 اونچی اڑیں سما میں بچوں کو پڑھو لیں  
 کیا دندہ دینے والی گاہل بنائی تے  
 رحمت سے تیری کیا کیا ہیں تیریں تیر  
 آپے واں کے اندر مچھلی بنائی تے

چکنے سے جن کے مجھ کو شیریں پہنچایا  
 کیا خوب تو نے چشمہ اسے ہر باں بنایا  
 رہنے کو یہ پناہ پناہ چھا مکاں بنایا  
 قدرت نے تیری ان کو تیسرے خوں بنایا  
 کس خوب صورتی سے پھر آشیاں بنایا  
 ان بے پردوں کا اُن کو ہندی سا بنایا  
 چڑھنے کو میرے گھوٹا کیا خوشما بنایا  
 ان نعمتوں کا مجھ کو پھر قدردان بنایا  
 مچھلی کے تیرنے کی آپ دعاں بنایا

ہر چیز سے ہے تیری کاریگری پختگی

یہ کارخانہ تو نے کب ماٹگاں بنایا

(اسمعیل)

## ۵۵۔ ہندوستان کے پھول

فصل بہاری آئی ہمیں میں  
 قہقہہ کیے رنگ آہری  
 گل چھایا ہے کہ ہے رہ گئی  
 پھول کھلتے دشت دہلیں  
 سبز و گل کی رستاخیزی  
 یوسفیہ کی بیہوشی

کہیں ہے گینا کہیں ہر پری	کہیں ہے لال کہیں ہر خیری
مولسری کی باس زالی	دلک مست کی بڑ متوالی
چنپا کی خوشبو ایسی	جاہی جوہی اندہ منبیل
ادہراتی ہے اتراقی	سادنی اپنے رنگ میں تاقی
رنگ اشرفی سبے پیاما	ودنا مردا ادہ ہزارا
زنگت زرد نہری ادی	ناظران اور گل داؤدی
کھوٹے سے سارا بن ہرکا	یوسوٹھ لا جنگل دہکا

تالابوں میں کنول کھلا ہے

اور سنگھاڑا خوب پھلا ہے

(عدیل کنٹوری)

## دیگر

کہیں بھول یاں کے جوتے نہیں	ہے اس مملکت کی عجب گل دہیں
جو سو گئے تو بوجھتے ہے داغ	دل بستہ دیکھان کو ہوا رخ
تو مجلس کو عالم چین کا بنسائیں	گندے بن گندے گردہ محفل میں بیٹیں
یہ بزم میں اس کی تھار پل پل	کردن دمٹ کیا ہو گئے کا بیاب
ہر اک گل سے اس کی نیازی ہے	بہت موتیا کی پیاری ہے جو

نائے کیا ادبکے بیٹھی ہے، کو  
 خدا سب سے دو پر کا ہے دہپ  
 گلوں سے نالا ہے گل چاندنی  
 ہر اک گل کا ہے رنگ عالم جلا  
 جے دیکھتے ہر طرح خوب ہے  
 ہوتے سستے یوں تاکہ پیسے ننگا  
 زب بے نواؤ زب بادشاہ  
 جو عالم دکھاتے ہیں دمری کے پھول  
 وہ ہرگز نہ ہو موتیوں سے حصول

۹

## ۵۶۔ کنج عزلت

دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یارب  
 کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بچھ گیا ہو  
 شورش سے ہوں گریزاں دل ڈھونڈھتا ہوں  
 ایسا سکوت جس پر تقریر بھی فلا ہو  
 مرتا ہوں خاموش پوچھتا ہوں آرزو ہے میری  
 دامنِ کونین اک چھوٹا سا جو پتر ہو

نذرت سرود کی ہو چڑیوں کے چھپے میں  
 خیمے کی شورشوں میں باجا سا بج رہا ہو

آغوش میں زمیں کے سویا ہوا ہے سبزہ  
 پھر پھر کے جھاڑیوں میں پانی چمک رہا ہو  
 گل کی کلی چمک کر پیغام دے کسی کا  
 ساحل دراز آگیا مجھ کو جہاں نما ہو

صف باندھے دو دنوں تاب بولے ہر ہرے ہوں  
 ندی کا صاف پانی تصویر لے رہا ہو  
 ہو دلفریب ایسا کہ سار کا نظارہ  
 پانی بھی موج بن کر اٹھ اٹھ کے دیکھتا ہو

بہندی لگائے سوچ جب شام کی دہن کو  
 سرخی لے سنہری ہر پھول کی قبا ہو  
 راتوں کے چلنے والے وہ جائیں تھک کجدم  
 امید ان کی میرا ٹوٹا ہوا دیا ہو

پچھلے پہر کی کوئی دلہن صبح کی موذن  
 میں اُس کا ہنسا ہوں وہ میری ہنسا ہو

کانوں پہ ہوتے میرے دیر و حرم کا احساں



لذت ہی چھوڑی کا مجھ کو سحر نسا ہو

پھولوں کے گتے جس دم شبنم دھو کر لے

وہ نامراد دھو ہو نالہ میرا دھسا ہو

دل کھول کر بہاؤں اپنے وطن پہ آنسو

مر سبز جن کی تم سے بڑا امید کا ہو

اس خامشی میں جاٹیں اتنے بلند لے

تاروں کے قافلے کو میری صدا دراہو

ہر درد مند دل کو وہ نامراد لاسے

بیوش جو پڑے ہیں شاید انہیں جگا دے

(اقبال)

## ۵۷۔ باغ

ہوا رشک سے حمی کے لالہ کو باغ

لگے جس میں زہد بخت کے سا بٹاں

دردوں پہ کھڑی دست بستہ بہار

کوئی زہ پہ خولت سے ٹسکا ہوا

کہ یہ کاہندھا جس سے تارِ نظر

ویا شر نے ترتیب اک غارِ باغ

عامت میں خوبیوں کی مہتاب

چھتیں اور پرستے ہندو نہ نگار

کوئی ڈھب سے مدد پہ اٹکا ہوا

وہ عقیدت کی ڈھیاں سرسبز

چتروں کا تماشا تھا آنکھوں کا جال  
 سنہری مغزق چھٹیں ساریاں  
 دیتے ہر طرف آجینے جو دنگا  
 وہ مغل کا فرش ایسا سحر کہ بس  
 رہیں نکلنے اس میں روشن عام  
 چہر کھٹا رقص وہ دالان میں  
 زمیں پر تھی اس طہاس کی جھلک  
 زمیں کا گردوں کیا میں اس کی بیلا  
 بنی سنگ مرمر کی جو پڑکی نہر  
 کھڑے تھے قریب سے سرود ہی  
 کہوں کیا میں کیفیتِ مہربانیت  
 ہوائے بہادی سے کچھ ہلے  
 زمرد کی ماتہ بننے کا رنگ  
 روش کی صفائی پہ بے اختیار  
 چمن سے ہر باغ گل سے چمن  
 چنبیلی کہیں مادہ کہیں موتیا  
 نکوشے شمع شب کے ہر نشان  
 نگر کو وہاں سے گزرتا محال  
 وہ دیو لہارہ در کی گل کاریاں  
 گیا چو گنا نطفت اس میں سما  
 بیٹھے جس کے آگے نہ پائے جس  
 معطر شب رو جس سے مشام  
 چمکتا دکھتا تھا ہر آن میں  
 تاروں کی جیسے فلک پر چمک  
 کہ منزل کا اک پار چننا عیاں  
 گئی چار سو اس کے پانی کی نہر  
 ذرا دور دراز سے سیب ہی  
 دھلتے رہیں تاکے اس سے پرست  
 چمن سائے شادابا ہ ڈھلے  
 بدش پر جو امیر لگا جیسے سنگ  
 گل اشرفی نے کیا گل نثار  
 کہیں زگرے گل کہیں یا سمن  
 کہیں مارے بیل کہیں موگلا  
 ملک یاں کے اند ہی تون بان

کہیں ابرخاں اور کہیں لالہ ناز  
 کہیں جعفری اور گیندا کہیں  
 عجب چاندنی میں گلوں کی بہار  
 کھڑے سرد کی طرح چنبکے جھاڑ  
 کہیں زرد نسری کہیں نسرین  
 پٹا آب جو ہر طرف کو بہے  
 گلوں کا لب نہر پر جو منا  
 وہ جھک جھک کے غونا جیا پار  
 نئے ہاتھ میں پہلے مائیں  
 کہیں نگم پاشی کریں کو دکر  
 کھڑے شاخ و شاخ باہم نہال  
 لب جھپ آئینے میں دیکھتے  
 غراماں صبا صحن میں چار سو  
 کھڑے نہر پر قازمہ قرقے  
 صبا قرقوں کی بٹوں کا دھڑو  
 چمن پاشی گلے دیہ کا ہوا  
 صبا چمنی ڈھیر لال کے گول

چندی اپنے موسم میں سب کی بہار  
 ماہ شب کو داؤ دیوں کا کہیں  
 کہ ہر اک سفیدی سے متا پار  
 کہے تو کہ خوشبو یوں کے پیار  
 عجب رنگ کے زعفرانی چمن  
 کریں قمریاں سرد پر پہچھے  
 اسی اپنے عالم میں منہ چومنا  
 نئے کا سا عالم گلستان پر  
 چمن کو لگیں دیکھنے بھانے  
 نہیری جمادیں کہیں کھود کر  
 رہیں ہاتھوں مست گردن میں ٹال  
 اکڑنا کھڑے سرد کا جھڑتہ  
 دماغوں کو لیتی ہر اک گل کی بو  
 نئے ساتھ مرغایوں کے پرے  
 دیر ختوں پہ بگم منڈیروں پر مور  
 ہوا کے سبب باغ ہکا بھکا  
 ٹپے ہر طرف ہریوں کے گول

وہ کیوں کی اور دوسروں کی چھاویں گلی چائیر کی نکلیں تے جن کا ماؤں  
 خوشی سے گلوں پر صدا بلبلیں عشق سے آپس میں باتیں کریں  
 درختوں نے برگوں کے کھمبے بدق کہ لیں طویاں بوستان کا سبق  
 سماں قمریاں دیکھا سائن کا  
 پڑھیں باب پنجم گلستان کا

(میدو حسن)

## ۸۵۔ باغ

دیکھا اک باغ قدت نے لگایا ہر دہل گل خود رونے عجب جلوہ دکھایا ہر دہل  
 نعل سبز سے ہر سبز تر پاندا نہ رنگ گل اس میں دکھاتے ہیں تماشا انداز  
 بر سر کہ جو پانی کا ہے چشمہ جاری نہر بن کے دکھاتا ہے عجب سرشاری  
 آب یوں سر ہے بدمان جیل مار دہل سانپ سیما کا جو جیسے کہ بل مار دہل  
 سنگ مرمر کی سیلپ جو اک سنگ پڑی اس پاک شک پری ہاتھ میں لکڑی چھڑی  
 رنگ رخ کو گل رخسارے چمکاتے چوتے بیٹھی اک پاؤں کو پانی میں کھائی چوتے

اس ہے چتر کی جا سایہ فلن سبز نہال  
 پھول پر سنا ہے پہلو میں کھڑی پاؤں تھل

(افاد)

## ۵۹۔ باغِ بنگلہ

باغ ہے پر عجب ہے سیدہ داد  
 گل ہیں سب اپنے جو بن پر  
 ہے عجب پرنس کو ذہر پر گل  
 ہے عجب ٹھٹھ پر بہار چمن  
 سبزہ یک جا پہ لہ لہاتا رہی  
 مالتی کھل رہی جو ہر موسم  
 آب پاشی سے سبزہ لائق دید  
 پھول اک ایک اس میں لگتوں  
 وہ سہانا سہانا مقیم زوال  
 باغ چھوٹا سا پایا ہے پلے چمن  
 بیچ میں ایک جگہ ہے خس کا  
 چادر جانب سے آتی ہو خوشبو  
 ہر چمن پر نئی طرح کی بہار  
 سب چمن اپنے اپنے رنگ میں  
 غنسی کا رنگ تیر دیاں

نہ کوئی آدمی نہ آدم زاد  
 بوسے گل ہے صبا کے توسن پر  
 باغ رنگین جس سے ہے با گل  
 جھومتے ہیں کھڑے نہال چمن  
 بیچ سنبل کوں پہ کھاتا ہے  
 کچھ عجب بھینی بھینی خوشبو ہے  
 سبز نخل پہ پیسے مسر دارید  
 ہوسے دیکھ آدمی کو جنون  
 ٹھٹھ گلشن سے ہر شجرے نہال  
 گل تو گل تہا تہی و حمد سن  
 فرش جس میں تمام اطلس کا  
 کہیں جو ہی کھلی کہیں شبنم  
 پھولا ایک سمت کو ہی باد شکار  
 پھول کہ میں کہ فرنگ کہ ہیں  
 ہیں فرنگوں سے لہ لہا گریزاں

مکھی جو چاروں طرف چمکتے ہیں  
مست ہو ہو کے سب چمکتے ہیں

(مونا شوق)

## ۶۰۔ آرائش باغ

نظر آیا دنوں کو اک خانہ باغ  
مصفادہ نہراں میں اک کھدیل  
ہزاروں سے یوں سکے پانی کا  
تھی سرسبز بڑھپوں میں ہدی چھا  
تھی سوسن کی رنگت اس سلوب کی  
شجر اسکے تھے سب کے سب باثمر  
روش صاف صاف آئینہ کی مثال  
ہولے وہ جھو کے عجب مرد سرد  
وہ انگور کی ایک طرح داریل  
وہ بلبل کے نالوں کی سرست دھوم  
وہ نہروں کا پانی چمکتا ہوا  
وہ خوں پر بیٹھے ہوئے وہ طہور

کر بلبل کا دل جس کی فرقت میں  
کے تو کہ ہے موجزن سلسبیل  
کہ برساتے میں جس طرح آسماں  
وہ گویا زرد کی بختی ٹیٹاں  
جھل جس سے منی ہو محبوب کی  
قرینوں سب کچھ ادھر کچھ ادھر  
شجر وہ کہ گلچیں ہو جس سے نہال  
کہ کشمیر کا تختہ جس سے بوزرد  
جوانوں کو کستی ہو لڑکوں کو کھیل  
دھڑھڑ پر قمریوں کا ہجوم  
پھرے مست جیسے بہکتا ہوا  
دلوں کو جو جن کی صدائے سرور

پیسے کی آواز سنتے تھی چیاں      مہکتا تھا پلاسک چپ پلکیاں  
تھی حالت عجب وہاں ایس کی      صدا جب کہ آتی تھی طاوس کی

عجب دل پہ ہوتا تھا دھستے کاغذ  
منڈیروں پہ جید نقص کرتے تھے مور

(مرزا شوق)

## ۶۱۔ بہارِ چمن

مجھ کو نہ دے جھپٹیر مژدہ فصل بہار      آہ کہ میاں کے دل پہ نہیں اختیار  
یاد ہے وہ دن کہ چپ بارغ میں تھی ایشیاں      آہ وہ طرف چمن ابدہ سر شاخ سار  
لاؤ عمارتِ گلدستہ دہ سبزہ کا دل پہ      گو ہر شبنم کی آب شاہد گل کا سنگدل  
رنگِ شفق کی نمود، نورِ سحر کا جلوہ      چرخ کی نیزگیاں، شام و سحر آشکار  
ابوسید کا ہجوم، ابدہ مینہ کا دفر      دھکا دہ نندہ شوقِ ابدہ وہ جھک باہر  
خیز بھگتہ کی چادر طرف وہ جھک      چپے کوئی کھلے دے، نازِ ملک تار  
گل پہ سر شاخِ یوسف مصر چمن      سرو پہ جو بید، مثلِ خضر آب وار  
بارغ کی سرسبزیاں، تحمل کی سیلابیاں      پھول کی شاخا بیاں، اہم بہاؤ بیار  
سج جیسے، دھت پتھر میں کن سبزیاں      جیسے کھڑے بیڑوں، طغیانیوں جگہاں  
دیکھ کر گھر میں لگا، شاہد گل کی طرف      چپے کوئی منتظر، محنتا شلے یار

باغ میں گل ہیں بکریں، لعل لعل، صیاد کو  
 ہم سے منتہا، بیاں ہر سرکین، مناد  
 وہ در گل کی جھلک میں پہ کٹھن، جھٹلا  
 طبع کی صفت مری پر دہاؤنی کچھ  
 لالہ امرتھاوہ، پاکہ عقبتی بین  
 دیکھ کے پنگٹے، حنا کہنے لگے جوہری  
 نور کا ٹڑکا ہوا، اور یہ عالم ہوا  
 آئی نسیم سحر، باغ کو جنبش چوٹی  
 یوں دھن چنچے سے قطرہ شبنم گرے  
 آئی کسی شاخ سے، ایسی سُر کی صدا  
 بھیر دی لڑنے لگی، باغ میں چاروں سُر  
 جنبش باد سحر، چونکے سارا جہن  
 صبح کے صبح نے ایک ہی جانور نور  
 چشمہ خورشید سے نور ہر سننے لگا  
 مرد ہوا میں ہوتے جبکہ بخارات صبح  
 وہ چمن ادا، آہا، جواں لہو، ابر سیاح  
 مینہ کے برس جلنے سے دھوڑی جھٹکتی

رحمت پر دہ دھار چار طرف تھی حصار  
 اپنی طرف سے دھماکوں میں کچھ کچھ  
 قطرہ شبنم کی آئینہ میں پہ ہو گزشتہ  
 سونے کا زید بہت لائے بنا کو ستار  
 موتیا کی تھی کلی، پاکہ دیر شا ہوار  
 گل ہے ہر اک نہ نگار، باغ جواہر نگار  
 آئی نسیم سحر، باغ میں مستانہ غار  
 ہلنے لگے سب دخت، لڑنے لگے برگ با  
 دودھ دھاگلے لگے، جیسے کوئی شیر خوار  
 جیسے بجائے کہیں، بین، کوئی بین کار  
 تائیں لڑنے لگے، ادھے سروں میں ہزار  
 ہر طرف لڑنے لگے، آتش گل سُر سُر  
 پر تو خور محض نور، آتش گل محض نار  
 آتش گل سے ادھر بن کے ٹٹا اک غبار  
 پھر قد حواں دھار مینہ پڑنے لگا ایک  
 روم و مطلب پر محیط ہے سپہ زنگبار  
 نام کو بھی باغ میں، اب نہیں گھر غبار



شاخ پر اس طرح ہے، شاید غلی جگر  
 ایک طرف نشت، ایک طرف یا سمن  
 اور بھی خادم کئی سامنے موجود ہیں  
 ہے کوئی زریں کمر اور کوئی زریں کلاہ  
 لالہ گل کی نمود اکب ہے لب آب جو  
 شاخ سے اتر گئے پھول جھکتے ہوتے  
 بحر ظلمات میں سبز پری غوطہ زن  
 چار گھڑی دن رہے، کادہ بہا تا سہل  
 موج ہوا سرد سرد، رنگ شفق سرخ زرد  
 عارض گلگوں سے شون، رنگ گل سرخ کا  
 دھوپ کی زردی کا رنگ گنبد نیلی کا رنگ  
 سایہ درختوں کا یوں، صفحہ گلزار پر  
 عکس فلک ہو کے شاخ ہوئے، یہ نظر کو فریب  
 گرتے ہیں یوں شاخ سے پھول ملال لعل  
 دیکھ کے گلزار کو کہتے نکا باغیاں  
 پر گہ ہر ایک سبز سبز پھول ہر اک سرخ  
 بربخ چمن دل کے سب، نغمہ مرصع

جیسے زرد کے تخت پر جو کوئی شہنشاہ  
 ایک طرف رخسار، سار ہیں خدمت گزار  
 جن کو شاہی سے کہتے ہیں سب کا دربار  
 ہے کوئی سیمیں بدن اور کوئی سیمین عناد  
 آئیے میں دیکھتا ہے چمن اپنی بہار  
 نہر کا پانی تمام ہو گیا عطر بہار  
 عکس ہے شمشاد کا، نہر میں یوں آشکار  
 شام ادھ شیفہ، صبح بنارس نثار  
 لالہ گل کا بنا، سرد سمن کا سنگھار  
 نشت زرخاں سے تیز باغ کا ہر ایک خار  
 ددوں سے اس طرح سبز ہوا آشکار  
 جس سے کہ عکس شبیہ باغ کی ہو شرمسار  
 دیدہ تر گس میں ہے، پسر مر و بیلہ دلم  
 تلہ نظر سے نگاہ گندہ سے پھولوں کا ہار  
 پھولوں کا گہنا بہن کر گل آئی بہار  
 مرتعہ چمن شاخ شمع چیمہ زن بادبا  
 کو گل سے ارگن کوئی، ادولاپے بہار

جیسے وہ آئینہ رو، چوئیں کسی جادو چار  
 دیکھنے لے ایک ایک کو دونوں ہیں تیرے وار  
 دیکھ کے گل کا سنگھا راود چین کا نگھا  
 دیکھ کے گردش میں ہر جیسے کوئی متواثر  
 صبح ہے کا نور بیزاد ہے شب خشکبار  
 فیض مہ داغ تاب، شام و سحر آشکار  
 جس سے شبابہ کی ہوتی ہے دہنی بہار  
 چادر مہتاب کے، کترے میں گل میثار  
 تاروں بھری رات بھی جس سے کہ تھم سہارا  
 اور پاس شمع کے، گرد میں پروانہ دار  
 آتش گل سے گراڑتے ہیں ہم شہسوار  
 دائرے میں جیسے ہو مرکز گل آشکار  
 ہوتا ہے ہر محل پر سب کو گلاب چہار  
 دیدہ رنگس میں فدا آتش گل میں شرار  
 رات کی درہ راتیں، صبح کا وہ انتظار  
 صبح ہوتا تازہ کا، رنگ شفق غارہ دار  
 نکلت گل عطرا، آتش گل شعلہ بار

سامنے ہے ہر دم، دیکھتے فیض الہ  
 ایک کو سکتے سے ہے، ایک کو تیر ہی ہر  
 ایک کلانہ زرد ہے ایک سہجے نور سا  
 رنگ گل نیلو فر، گنبد نیلو فری  
 صبح کا عالم کچھ اور شام کا عالم کچھ اور  
 صبح نہری ورق، شام رو پہلی ورق  
 رات کی وہ چاندنی، اور وہ گل چاندنی  
 دیکھ کے گل چاندنی، ہوتا ہر سب کو یقین  
 کہ یک شب تاب کا، ہے یہ چین میں ہجوم  
 ہر گل شبنو کی شاخ، شمع شبافروز باغ  
 باغ میں دیکھو جہاں، انکی چمک ہر عیاں  
 ہے وسط گل میں یہ، ان کے سب ظہور  
 بسکہ ہر گل پر آگ سی ہو آگ گل  
 سایے چین میں یہ، سرد صحن میں یہی  
 رات کی خاموشیاں، رات کی تاریکیاں  
 باغ کی آرائشیں، باغ کی زیبائشیں  
 نکلت گل عطرا، آتش گل مدد غیر

بوتے محلِ عنبرِ شہِ سایہ محلِ شکِ باب  
 طبعِ چمنِ عطرسازِ امون ہوا کار ساز  
 سنبلِ پیچاں کے تیج، نازِ شکِ تار  
 فانیہ شکِ دعوں، غمِ دردِ دودِ خار  
 دیکھتے جس محل کو، باغ میں ہی مراد  
 طفلِ شکوفہ کو سب کہتے ہیں ہی ہونا  
 باغ کی کیفیتیں دیکھ کے ہیں وجد میں  
 پر خ و مہرِ آفتاب، انجم و میلِ دہند

فرش سے تاعرشِ جوشے ہے دہ جیران ہے

قابلِ نظارہ ہے، قدرتِ پردہ نگار

(عزیز لکھنوی)

## ۶۲۔ صحرا

سہانا سہانا دصحرا دَ بر  
 دہ ٹھنڈی ہوا دہ جنگل کی دھوا  
 کہ کوسوں میں انسان آتے نظر  
 دہ مہری میں ک کوڑیا تائی یہ روپ  
 دہ گلہائے خوشبوئے صحرا تمام  
 کہ خوش ہوں جے دیکھ کو خاصِ عام  
 دہ چمکتے ہوئے جوڑے مرغاب کے  
 دہ چمکتے ہوئے شکاری پکڑ لائے مفت  
 دہ اک سمت پھرتے تھے سارے جنت  
 درختوں پہ صحرا کے بیٹھے طیور  
 صدائیں عجب عجب شور تھے  
 دہ جھاڑی ہر اک جلنے ڈھلک کی  
 دہ صحرائی کی بوٹی نئے رنگ کی  
 دہ چمکتے ہوئے شکاری پکڑ لائے مفت  
 دہ چمکتے ہوئے شکاری پکڑ لائے مفت

وہ جو بیڑیوں کے ہر اک جا پہ جاڑ  
 کسی جا پہ تال بند کسی جا پہ گاڑ  
 کسی جا پہ بن مالتی کے بھسور  
 کہ جس بسے تھے مست سب جاڑ  
 کہیں چیتے پاٹ چکائے ہرن  
 کہیں گینڈے جن کے بتائے میٹھا  
 کسی جا پہ چرتے ہوئے قیل مست  
 کہ ہوں کوہ جن کی بلندی سے پست

(مزن عاشق)

### ۶۳ - صحرا

شہر کی گلیوں میں گھبراتا ہوں میں  
 دل کو بہلانے یہاں تاہوں میں  
 دل کی آسائش یہاں پاتا ہوں میں  
 تیری وسعت پر مٹا جاتا ہوں میں  
 گو نہیں مجھ کو جنوں سودا نہیں  
 تجھ سے بڑھ کر جا کہیں صحرا نہیں  
 شہر ہے میرے دشت جنوں  
 دل کو داں حاصل نہیں ہوتا سکوں  
 شعلہ زن ہے آتش دہیائے دلوں  
 رکھتی ہے دل کو سلا سیجاپ ٹوں  
 آہ پر تیری نسیم خوشگوار  
 ہے مجھے سرمایہ صبر و قہر

میں قریب شہر کچھ باغ و چمن      بیگیاں ہے دلکش جن کی چمن  
ہیں شگفتہ ابن میں نسیم دامن      طائران خوش ذوا ہیں نغمہ زن

بلبل دگل کے گرجے گڑ دس کے خار  
پہلوئے تکیں کو کرتے ہیں نگار

دو برد ہے ہر طرف ساری زمین      صاف آتا ہے نظر چہرے بریں  
آہ جنگل کی فضا ہے دلنشیں      کوہ دریا کے مناظر ہیں کہیں

گہ: ستا ہے ہر طرف خط نظر

مرکز ادوار عالم ہے بشر

ہے ترا ہر فصل میں منظر نیا      دیکھتا ہوں میں تجھے اکثر نیا  
مبز جوڑا ہے کبھی تن پر نیا      لالہ دگل کا کبھی زیور نیا

سالی میں کیا کیا بدتا رنگ ہے

اک سے اک بڑھ کر نکلتا رنگ ہے

تو ٹھکانا غم کے ماروں کے تے      امن کا گھر میقراؤں کے تے  
دل کی راحت دل نگاروں کے تے      الغرض ایسے ہستاروں کے تے

دہر ہیں اک بے بدل مادا ہے تو

جنت المادا ہے یا صحرا ہے تو

(محمد مر)

## ۶۴۔ جنگل کی رات

جنگل کی اندھیری رات سنان      بادل بھی گھرا ہوا پریشان  
 جھوکوں میں غضب کی سناہٹ      شاخوں میں رگڑ ہلا کی آہٹ  
 پیڑوں کا وہ ہونساک انداز      شیردوں کی وہ خوفناک آواز  
 شملوں کا وہ خود بخود بھڑکنا      پتوں کا وہ جا بجا کھڑکنا  
 وہ بوم کا ہوا وہ ہوا کا عالم      وہ دھبہ کی صورتِ محسوس  
 ادھسنا وہاں بھی جلوہ گر تو      ہلکنو بن کر ادھر ادھر تو

(شوق قد دانی)

## ۶۵۔ کوہ ہمالیہ

ہے ہمالہ پہاڑ سرچون      جس کے اوپر تلے کھڑا ہے بن  
 میل بوٹوں سے بن رہا ہے چمن      سبز چوٹی ہرے بھرے دامن  
 ہے ہر اک ٹھانگ اس کی پھواری      سبز چٹے جہاں تہاں جاری  
 لالہ خود رد ہے اور اس کے پاس      ہلہاتی ہے خوبصورت گھاس  
 سیکڑوں قسم کے ہیں پھول کھلے      پیڑ یا ہم کھڑے ہوتے ہیں ٹلے

کہیں بن مانسا کہیں بیلا  
 سال کا کپڑا ہی خوب جنگ ہے  
 سرد و شمشاد ہیں قطار قطار  
 ہیں چٹانوں میں کودتے لنگور  
 ہیں ترائی میں ہاتھیوں کے خول  
 شیر خوشوار شاہ ہے یاں کا  
 بارہ سنگے غریب پسے لٹاڑ  
 وہ جمبے ہند کا بڑا ساگر  
 کوئٹہ در کوئٹہ روز بڑھتا ہے  
 کبھی دیتا ہے باندھو میٹھ کا مار  
 چاچڑھاؤں پہاڑ پر پانی  
 دال سے چشمے بہت اُبل نکلے  
 سندھو دستلیج ہیں مغربی دریا  
 ہیں یہ دریا بہت بڑے چاندوں  
 پس سمند سے جو رسد آئی  
 ہوا سرسبز ہند کا میدان  
 ہند کی سرزمین ہے آت ماما

کہیں اتر کھٹ اور کہیں کیلا  
 سورماؤں کا بن کے دنگل ہے  
 ریچھ پھرتے ہیں بن کے چوکیدار  
 ایک ہی جنت میں وہ پہنچے دُور  
 کوئی پائل ہزار کوئی بھجور  
 پائے چٹیل کو خوف ہے جاں کا  
 سینک ہیں اسکی جھاڑ اور جھنڈ کاڑ  
 دہاں سے چلتا ہے ابرا کا شکر  
 پھر ہمالہ پہ آکے چڑھتا ہے  
 کبھی کرتا ہے برف کی بھر مار  
 کی ہے قدرت نے کیا ہی آسانی  
 ندی تلے دہاں سے چل نکلے  
 اور پورب میں ٹینگٹا گنگا  
 جن میں بہتا ہے پانی انواروں  
 یوں ہمالہ نے بانٹ کر گھاٹی  
 تیری حکمت کے لئے خدا قربان  
 اور ہمالہ پہاڑ حبیب داتا

لے ہمارے پہاڑ تیری شان  
ساری دنیا میں ہے تو ہی بالا  
سامنے اک سیاہ دل بادل  
گھٹیاں جن میں گو نچتی ہر صدا  
دبدبہ اپنا تو دکھاتا ہے  
ہے میرے دل میں یہ خیال آتا  
واں سے نیچے کا دیکھتا میدان  
دو لکیریں سی وہ نظر آتیں  
اس تماشے سے جب کہ جی بھرتا  
شام کو دیکھتا بہار بڑی

دنگ رہ جاتے دیکھ کر انسان  
پہنچے جب پاس دیکھنے والا  
دیو کی طرح سے کھڑا ہے اٹل  
آبشاروں کا شور ہے برپا  
گو یا میدان کو ڈراتا ہے  
کاش چوٹی پہ تیری چڑھ جاتا  
جن میں گنگا دھن ہے تیز رواں  
دائیں بائیں کو صاف لہرائیں  
تو شمالی طرف نظر کرتا  
گویا سونے کی ہے فصیل کھڑی

پھر وطن میں جب آن کر رہتا  
دوستوں سے یہ ماجرا کہتا

(اسماعیل)

## ۶۶۔ شملہ

اقبال اک برس جو مرا تاج سر ہوا  
جاڑے کے ماسے چتے ہوئے پانی تھم گئے

شملہ میں مجھ کو موسم سرد مابسر ہوا  
اللہ جو غم ہے ہوتے تھے وہ صبح ہو کر چم گئے



دامانِ کوہسار میں سورج بھی بیٹ کر  
 دیکھو جدھر کو سب درد و پو ایتھے سفید  
 تپتے تھے آکے جاٹے نے سب دُور کر دیئے  
 اک رات بیٹھے بیٹھے جو میں تنگ آ گیا  
 گھر گھر اُجلے تھے مرد و پو ایتھے  
 خوشحال گھوڑان میں خوشی بولتی ہوئی  
 تھے ہر طرف سے جاٹے کے سماں پکارتے  
 سنان جنگل اور یہ درختوں کی سائیں سائیں  
 طوفانِ برف سر پہ کھڑا ہے ٹٹا ہوا  
 تھی رات تنگ بھی رُخِ عالم پہ پھرتی  
 کیا جانے ہم نکل کے کہ حر کے کہہ گئے  
 موسم بھی معتدل ہے ہوا ہر ایک گئی  
 اور جانور میں مات کے آواز دے رہے  
 پانی کی ہیں پہاڑ سے آوازیں راہیں  
 ناگہ فلک پہ دامنِ شب چاک ہو گیا  
 مزامت کا جو صبح کے آنے سے فوج ہوا  
 روتے سحر پہ شانِ سخی نور و ظہور کی

دیکھا لحافِ برف میں منہ کو لپیٹ کر  
 باہر چلے تو دامنِ کُہسار تھے سفید  
 اور تھے درختِ برف نے بلور کر دیئے  
 گھر سے نکل کے آگے ہٹنا چلا گیا  
 دردِ ازل سے چراغِ نمودار سامنے  
 بانیں کہ غم سے دل کی گرہ کھولتی ہوئی  
 تائے بھی اک کنارے سے تھے آنکھ مارتے  
 چاروں طرف پہاڑ ہیں ہیں دُڑتی بانیں  
 ہے یہ درہ کہ موت کا منہ ہر کھلا ہوا  
 گدھ شکار اُڑاتی تھی ہے غنبر بکھیرتی  
 دیکھا کہ جاڑے زرد سے اپنے اتر گئے  
 خوشبو کا ہے یہ سال کہ دُنیا جھک گئی  
 بل جھل کے ساتھ جیسے ہوں ساز و ساز  
 جو زیرِ دم کے دُور سے ہیں سُر ملار ہیں  
 برہنہ نودے طبعِ خاک ہو گیا  
 گلو دے کے سامنے رنگِ شفق ہوا  
 چاروں طرف وہ زمرہ خوانی طہور کی

دہ گہری سبزیوں پہ گل نر کی لالیاں      اور اوس سے بھری ہوتی چو لوگی پیا لیاں  
 دہ صبح کی ہوائ سے درختوں کا جھومنا      اور جھوم جھوم کر وہ رُخ گل کا چو منا  
 سبزی جو روئے خاک پہ محمل بچھا گئی      شبلم سخی آسے رات کو موتی ٹا گئی  
 پانی وہ صاف صاف جو بل کھا کے جاتے تھے  
 پائے کے سانپ گھانس پہ لہرا کے جاتے تھے

(اذا د)

## ۶۶۔ روانی دریا

دہ سودی سخن گوئے شیریں مقال      جو انگریزی شاعر تھا اک با کمال  
 لکھی اس نے ہے نظم اک لا جواب      دکھائی ہے شکل روانی آب  
 جو بہتا ہے پانی میان لہر و در      اسی کا دکھایا ہے شاعر نے زور  
 مناسب جو انگلیش مصادریٹے      مقفے آتے ان کے سب سلیٹے  
 یہ اصرار کرتے ہیں بجائی حسن      کہ میں بھی ہوں اس بحر میں غوطہ زن  
 دکھاؤں روانی دریا تے فسر      کہ گو ہر شناسوں میں ہو جس کا ذکر  
 عجب ہے نہیں ان کی اس نظر      کجائیں کجا سو دی تا مور  
 سوا اس کے ہیں اور بھی شکلیں      نہیں سہل اس راہ کی منزلیں  
 مرے پاس سرمایہ کافی نہیں      وہ مصدر نہیں وہ قوافی نہیں

زباں میں نہ صحت نہ دیلا مذاق  
ادھر تہ ہے کچا نہ ہی طمراق  
مگر ترجمہ جو تو مطلب ہو محیط  
معانی میں پیدا نہ ہو ربط فیض

مواضع میں جن سے ڈرتا ہوں ہیں

مگر خیر و کج فکر کرتا ہوں میں

جو تئیں وقتیں کہہ چکا ہر ملا	غرض دیکھئے اب یہ پانی چلا
اُچھلتا ہوا ادھ اُہلتا ہوا	اکڑتا ہوا اور مچلتا ہوا
ردائی میں اک ٹکڑا کرتا ہوا	رکاوٹ میں اک زور کرتا ہوا
پہاڑوں پہ سر کو ٹپکتا ہوا	چٹانوں پہ دامن جھٹکتا ہوا
وہ پہلوئے ساحل دہاتا ہوا	یہ سبزہ پہ چادر بچھاتا ہوا
بھٹکتا ہوا غل مچاتا ہوا	وہ جل تھل کا عالم رچاتا ہوا
وہ گھاتا ہوا ادھ بچاتا ہوا	یہ ہر دہ کو ہم نچاتا ہوا
ادھر جھومتا اور ٹسکتا ہوا	ادھر گھومتا اور اٹکتا ہوا
بیمترتا ہوا جوش کھاتا ہوا	بگڑ کر وہ کف منہ پہ لاتا ہوا
وہ ادھے سروں میں توجہ کھاتا	وہ خود جوش میں لے لانا یہ جھاگ
سُہمترتا ہوا اور سُہورتا ہوا	تھرکتا ہوا رقص کرتا ہوا
پٹتا ہوا اور چمٹتا ہوا	یہ پٹتا ہوا وہ سمٹتا ہوا
یہ گھٹتا ہوا ادھ دھٹتا ہوا	اُترتا ہوا اور چڑھتا ہوا

یہ مہلتا ہوا اندوہ بچتا ہوا  
 وہ رستے زمین کو چھپاتا ہوا  
 گل و خار یکساں بچھتا ہوا  
 بہاتا ہوا اور بہتا ہوا  
 بلندی سے گرتا گرتا ہوا  
 اچھکتا ہوا اور اڑتا ہوا  
 وہ کچھوں میں رہیں کرتا ہوا  
 یہ تھاؤں کی گودوں کو بھرتا ہوا  
 یہ پھولوں کے گجرے بہاتا ہوا  
 پسکتا ہوا دھناتا ہوا  
 چمکتا ہوا اور جھلکتا ہوا  
 ہواؤں سے موجیں لڑاتا ہوا  
 ترپتا ہوا جگمگاتا ہوا  
 یہ لہری الغرض ہے یہ پانی دہاں

وہ سو دی کا سیلاب آبِ نور

یہ بحر خیالات اکبر کا زور

(اکبر)

## ۶۸۔ گنگا جی

منظور نہیں ہے خوش بیانی  
 گو کہم سے وہ آپ چل پڑی ہو  
 کیا فیض رساں ہیں اسکی ہریں  
 کیا خوب ہے آن بان اُسکی  
 پہلو میں کہیں بتوں کا جھمکت  
 جاتی ہے جدھر کو منہ اٹھاتے  
 تیار ہے کوئی ہیرا شناس  
 سیندر کوئی ماتھے پر لگاتے  
 سر کوئی زمیں پہ دھر رہا ہے  
 کچھ سیر کو لوگ آ رہے ہیں  
 ہے دل کو سرد آنکھ کو ٹوڑ  
 نیچر کا عجیب کھیل دیکھا  
 عاجز اُس کے بیاں سے تحریر  
 القلم بڑھا یہاں سے پانی  
 اچھلا کبھی دب کے سر اٹھایا  
 گنگا کی دکھاؤں گار دانی  
 بیاضہ خود نکل پڑی ہے  
 جاری کر دیں تمام نہریں  
 ساحل پہ بھی ایک شان اسکی  
 ہے رشک ارم کہیں پہنگھٹ  
 لاکھوں ہی کھڑے ہیں سر جھکاتے  
 پوجا کے لئے ہے کوئی حیران  
 حذن کی کوئی تلک جھلتے  
 ڈنڈوٹ ہی کوئی کر رہا ہے  
 منظر کا مزہ اٹھا رہے ہیں  
 گویا ہے اس میں سرمہ طور  
 گنگا جمن کا میٹھل دیکھا  
 ہوتے ہیں جہاں بہم بخلگیر  
 اب قابل ذکر ہے روانی  
 اُٹا کہیں تھم کے سنسنا یا

چلنا وہ کہیں محفل محفل کر      بہتا وہ کہیں سنبھل سنبھل کر  
 دہ شریک و دہ بد یہ و دولت      دہ رعب وہ دابا اور سطوت  
 دب کر جانا کہیں دبانا      انداز واد کہیں دکھانا  
 دامن کو کہیں جھٹک کے چلنا      ساحل پہ کہیں مٹک کے چلنا  
 مڑتا ہے جہاں تو چھب دکھا کر      اڑتا ہے جہاں غضب میں آکر  
 نکلا ہے جہاں تہاں پہ ہو کر      دھکا ہے کہیں کسی کو ٹھوکر  
 بیخوف و نڈر وہ شوخ پیاک      آزاد و شریرو چٹ دھالاک  
 جلوہ ہر رنگ میں دکھایا  
 آیا جو سامنے بہسایا

(مقبول)

## ۶۹۔ دریائے بیاس

اے بیاس اے دلبر نازک ادائے کو بہار      حُسن کی تیرے منالی میں کوئی دیکھو بہار  
 وہ تری سیما بگوں لگتے وہ جو بن کا نکھار      وہ تری ستانہ موجیل دروہ جوش آبشار  
 روح داد و جدی آرد صدائے ساز تو  
 دل بخارت ہے برد طرز خرام ناز تو  
 گنبد گردوں سے ٹکرائے پیار دل کے وہ سر      ہر طعن چھلتے ہوئے ابر سیہ بن کر شجر

دُور سے یوں چوٹیوں پر بہت آتا نظر      ذہن کے تڑکے ہو جیسے چاکلے اماں سحر

خُذۃ دُعاں نمائے شاہدِ رعناستیں

یا بیاضِ رودے جو رُحمتِ اِلہا داستیں

اے عروسی کو اے محبوبہ زیبِ انگار      چھینے لیتی ہوں دلوں کو تیرے جو بن کی بہار  
تیرے سبزہ کی کبھی جاتی ہے آنکھوں میں بہار      لالہ لگی کرتے شانِ خدا ہے آشکار

دبرے با این چہیں خرمی کے کم دیدہ است

سبزۂ مثل خطِ سبز تو کم رویہ است

دہ طراے بھر کے بامِ کوہ سے آنا ترا      راکھٹا اگر تھچوں سے وہ بھل جانا ترا  
مُنہ میں مستوں کی طرح وہ جاگ بھول لانا ترا      وہ مزاجِ نوجواں کی طرح بل کھانا ترا

مست و بخود از غم ہر دو جہاں آزادۂ

گر چہ معشوقی چو عاشقِ سر بہ صہرا دادۂ

وہ سہانا دامنِ دشتِ آردوہِ طرب کو بہار      جھنڈو تیرے درختوں کے وہ تیرا سبزہ زار  
انچے اونچے وہ کناسے پیر میں پانی کی بھار      جس طرح آغوشِ عاشقی میں کوئی زیبا لگا

حنِ رابا عشقِ گوئی شیر و شکر کردہ اند

ہر غم شیکتہ اندھے باہر کردہ اند

دامنِ کُساں میں ہر نمود تیرے ساز کا      گو نجا ہے دشت میں کھٹکارتی آواز کا  
تیری رُحوں میں ہے سنا ہوا پر ہزار کا      تیرے گونا گوں میں عالمِ بحرِ طہیم داز کا

ہر چہستی خوب ہستی لے لگا و شوخ و خشک

رنگ رخ بشکستہ چشمت سادہ رویاں فرنگ

دامین صحرائیں کوہوں کی تری لکھیلا  
سبزۂ تر پردہ تیری چادریاں رواں  
وہ کنہ روں پر سلسلہ دونوں جانب چارویاں  
ہلہاتی دھان کی کوسوں تلک کھیتیاں

نخلہا صفت بستہ بر ساحل پتے دیدار تو

شاخاں خم گشتہ بہرہ ستر رخسار تو

چاندنی رات از کمر ناتیرا وہ ہنر دہن  
چاند تارے کا تین سیمیں پہ تیرے پیرہن  
چاند کا ٹیکہ وہ اور تاروں کا افشاں کی بھین  
وہ جھکڑا نور کا اردوہ بھبو کا سا بن

کر مک شب تاسا حل اچھا غاں کردہ است

آتش بید و گلخن را گل تہاں کردہ است

جلوۂ نور سحر اردوہ طلوع آفتاب  
وہ چمک کر نوں کی وہ چہری کی تیرے تہاں  
وہ تباہ ترقی پہنچے ہرے ہر موج آب  
وہ تے تصویر سورج کی بغل میں ہر جا

روشن از نور دخت دامان صحرائست

موج حن است ایں متحرک بہ دریاں است

جھوٹے بادِ سحر سے ہیں تیری بید چار  
آسمان سے کہتے ہیں اتنی رختان دیار  
ہے جہاں جھیلوت شانِ قامتِ عشاؤں  
کم نہیں خوشید میں کچھ صندل کی تیرے دیدار

آبشارت نعمہ سنج دلالہ زارت جلوہ ریز



نخلہایت غبار آفتاب و ہر ایت عطر بیز  
 وہ گلاب و سیبوی کے پھول پیر عین لدر  
 وہ چنبیلی کی قطاریں اور وہ بیسے کے پرے  
 پھول گیندے کے نشیں یہ سبز زمیں کھلے  
 ایں سنہری گوگرد حانی و دھپے میں ٹٹکے  
 ایں ہر ہاگشت از فیض عینت پرہ یاب  
 اکتاب نور کردہ ذرہ ہا از آفتاب  
 وہ ترے سال و نظامے فضا و دشت کو  
 وہ بہاؤوں کے برابر نیچے اونچے سلسلے  
 برف کی چادر و ادنیٰ چوٹیاں لٹکے ہوئے  
 اور نشیبی سلسلے وہ سبز ترے ڈھکے  
 سر بر آوردہ ز سبزہ خانہ ہائے خوش نما  
 ہچو محبوبے کہ بر آورد سر از زیر ردا

(کامل)

## ۷۔ طوفان عظیم حیدر آباد دکن

دنامرا و ندی تجھ پر غضب خدا کا  
 اچھا کیا ادا حق جملہ ملکی کا تو نے  
 اٹا ہے تو نے تختہ یاراب آشنا کا  
 ہم تجھ سے لو لگا ہیں تو نے ہمیں کھانا  
 اک کارخانہ آصف اتارے کسار  
 ایک کایہاں آصف اتارے کسار  
 تیرے ہر ایک شرماعی بنی اسبل کی  
 تیرے ہر ایک شرماعی بنی اسبل کی  
 سر پہ رات کالی طوفان ہر بلا کا  
 سر پہ رات کالی طوفان ہر بلا کا

تقدیر ملنس رہی ہے تدبیر در رہی ہر  
شب سے شب قیامت دن ہر صبا کے دن  
مور دہو ناخدا کیوں الزام نارا کا  
وقت آگیا سزا کا ہمد آگیا جزا کا  
خالی اُمید کا گھر دروازہ تو بہ کا بند  
اُسے اثر کہاں سے عرق نہیں دعا کو

اس واقعہ کا ماتم برسوں پیار ہے گ

کا شاہراہ ایک دل میں غم کا چھٹا رہ گیا

اُمڈی ہوئی ندی کچھایا ہمایا بادل  
ہے شب نے بن دھاڑے اندھیر ڈال کھا  
پاٹ اس قدر بڑھ گیا سب ہو گیا ہر جل تھل  
خورشید غامدی ہوا بڑھ پھرتے کھل  
اک بار لگے کھل کر دیکھے سب نیچے  
قدرت کی طاقتوں کو دستِ قضا ہو گئے  
غصہ کا یہ عالم کف در دہاں ہو دریا  
جوش و خروش اس کا ہر خطہ بڑھ رہا ہے  
جہل پہ گھر ہیں جکے وہ دل میں کہہ رہا ہے  
پانی ہر اک طرف سے گہری ہوئی ہو گھر کو  
گرنے لگے مکاں جب کہنے لگے کہیں سب  
ہر ہر کھنڈ میں لاشے صدمہ پڑی ہو ہیں  
داں مریب، جل سنی پیا سونکی تشنگانی  
حشر کا مورچہ ناکا موسیٰ نے کو بکھڑا ہے

پاٹ اس قدر بڑھ گیا سب ہو گیا ہر جل تھل  
خورشید غامدی ہوا بڑھ پھرتے کھل  
بادل پہلا ہے بن کر طوفان کا ہر اڈل  
انساں کی کوششیں ہیں بیکار اور معطل  
دقتِ سخن زرا برداشتے پہ یہی پڑی ہیں  
سہمی ہوئی غلقتِ زوش و حواس میں  
مرزا میں بڑا خر مرنا ہمیں ہے ارل  
جاں تمنا رہی ہو دل ہو رہا ہے کل  
ہے آج کو توح اپنا سال چلا گیا کل  
بلدہ کا ہر محلہ ہے گر بلا کا مقتل  
یاں باعثِ فنا ہے آپ بقا کا جنگل  
شورِ شور برپا بلدہ میں کو بکھڑا ہے

و احترامہ صد ہا گھربار کا احسبنا  
 وہ نقشہ اجل کا آنکھوں کو آگے پھینا  
 دیوارہ بام دور کا پانی میں غرق ہونا  
 وہ جسم بے اماں کا مروج کی نذر ہونا  
 اس ہاتھ کا نہیں ہے ہمیں کہ جان بلی  
 ماں سے پٹ پٹ کر بچے کا وہ بلکنا  
 بچہ کا بانٹنا کر پھر ماں سے چھوٹ جانا  
 سب مل کے دلوں کا پیوند تاب ہونا  
 وہ ڈوبتے ہوئے کا سب کو سلام کرنا  
 تمنا فتنہ قیامت اے سیل ردِ موسیٰ  
 ہر نخلِ آرزو کی بنیاد کا اکھڑنا  
 کوہِ قضا کا سر پہل پہل میں ٹوٹ پڑنا  
 سنگیں عمارتوں کا پانی کی طرح جھڑنا  
 وہ جانِ ناتواں کا کشتیِ قضا سے لڑنا  
 بہتے ہوئے درختوں کی ٹہنیاں پکڑنا  
 اور ضدِ اس کے سینے پہ ایڑیاں رگڑنا  
 زخمِ جگر کے ٹانگوں کا ایک بیک کھڑنا  
 اک سات کی دہن کا نوشہ سے یوں بچھڑنا  
 اور انکی حسرتوں کا جا کر دل نہیں گڑنا  
 من کرنا چھلنا بن کر ترابگر ہونا

کیوں ساتھ ساتھ اپنے لے کر چلا نہ ہم کو

جو قافلہ چلا ہے سر منزلِ عدم کو

(خلفِ علیخان)

## ۱۔ آشار

صبح بتا اے کوہِ دھوا کے مسافرِ آشار  
 کیوں ملے سیم ہی کیوں یہ رٹ کھڑا پیال  
 مٹو کر بن کھاتا ہوا کس جا چلا ہی بے قرار  
 سیلِ اشکِ چشمِ ترکی طرح کیوں لٹا ہوا ہے

تیرے دامن میں ہر دلکش ہنر و محل کی ہوا  
 دشت میں جاری ہیں ہر سہنہریں تیرے فنی  
 چتر حیاں ہر تو شہدہ دہانوں کے تے  
 سیل جو تیری ہر وہ چین حسین حد ہے  
 ہلے کیوں تپوے ٹکراتا ہر سر کو بار بار  
 مات دن تجھ کو تلاشِ بحر الفت تو نہیں  
 تو کہاں یہ چٹوے بحر بے پایاں کہیں  
 دشتِ پیمائی بعدِ جوشِ ارماں کہاں

آرزو مندی دھیل بھرنا پیدا کنار  
 ایں خیالت و محاسنِ مجنون نے آتشا

(شباب)

## ۷۲۔ پہاڑ

ادبچے نیچے پہاڑ ٹیلے  
 پھیلے ہوئے گول اور ٹیلے  
 ٹیڑھے سیدھے نہالان پر  
 نازک بلیوں کے جالان پر  
 پہنا کہیں اور کہیں ٹپکنا  
 خود شید کے نور سے چمکنا  
 شفاف وہ دھارا وہ چتر  
 نکلی ہوئی ناگ جیسے سرچ  
 چمکی پودہ ہر تکی صفائی  
 چمکی جب دھوپاں پر آئی

منو جنبشِ مہر سے عیاں تھی      کیا کوئی نہ رہی میں بجلیاں سی  
 برت اس کی پھگل کے یہ ہی ہر  
 چاندی گل گل کے بہ رہی ہے  
 (شوقِ قدوائی)

### ۳۔ دُخوارہ

میرے قیّارے عجب دلچپ ہے تیرا سماں  
 یہ قری طبع رواں اور یہ نرا جوشِ نہاں  
 رات دن سانچے میں وہ موتی پہ موتی ڈھالتا  
 ہوشانِ باغِ رضوان پر وہ ڈورے ڈالتا  
 گوہرِ افشانی تری اور ہلکی ہلکی وہ سہوار  
 وہ شبابِ بلبِلِ دگل اور وہ تیرا نکھار  
 وہ اکڑ کے دیکھتا اپنی جوانی کی بیلہ  
 وہ ترا انگڑائیاں لینا چمن میں بار بار  
 مضطرب موج ہوا پر تو بہت بے تاب ہے  
 تیری دھاریں جھومتی ہیں یا کہ نخلِ آب ہے  
 تو چمن کی رُوح ہے اور ہے فضا میں تیرا وہ

ایک بہارِ شادمانی ہے ہوا میں تیرا دور

طاؤراتے ہیں ترے دامن میں پرکھوے ہوئے

عاشقِ ثوریں سر بیٹھے ہیں سر کھوئے ہوئے

تیرے دستِ گوہرِ انشاں کی حالت دیکھ کر

جھولیاں گلشن نے پھیلا دیں سخاوت دیکھ کر

گوندِ صنمِ موج ہوا پہ موتیوں کے ہار کا

تیرے سر پہ ہار ہے رونقِ گلزار کا

تیز ہواں میرے ذرا پھر تیز ہو

پھر جواہرِ خیزدگو ہر خیزدگو ہسر بہیز ہو

آتشِ گل کا چہاں کچھ بھی اشارہ ہو گیا

اُڑ گیا موج ہوا پر بلوں کے پارہ ہو گیا

تیرا جو قطرہ گیا گردوں پہ تارا ہو گیا

جب گرا آکر زمیں پر دل ہمارا ہو گیا

سب غبارِ خاطرِ ناشاد تجھے دھل گیا

تیرا منظر اک طلسمِ دلِ فسری ہو گیا

(عزیز لکھنوی)

## ۴۷۔ تتلیاں

پر کھول کے تتلیوں کی پرواز  
 اس پھول سے اڑ کے سب پیٹھیں  
 نازک نازک وہ خوشنما پر  
 وہ نقش و نگار داردہ بوٹے  
 رنگان میں ہر جھلکے ہوئے ہیں  
 ہیں رنگہ کئی ہر ایک پر پر  
 ہر خال پر ہے پتہ اک نینسہ  
 قدرت دیکھو کہ کل چمن میں  
 جو نقش و نگار سے ہے خالی  
 ہے رنگ کسی کا زرد گہرا  
 کوئی جس کے سپید ہیں پر  
 طارسی، صندلی، گلابی  
 نیلا، ادھے، زردی لال  
 ہر جوڑ کے بیٹھنے کا انداز  
 رسے کے اڑی وہ جس پیٹھیں  
 اڑتی ہوئی پتیاں ہوا پر  
 پران کے چھوڑ تدرنگ چھوڑے  
 پر کیا ہیں چمن کھلے ہوئے ہیں  
 چھوٹا سا چمن ہے ان کا ہر وہ  
 سونے چاندی پہ یا ہے مینا  
 گلستے ہیں تتلیوں کے تن میں  
 وہ بھی دل کی بھانے والی  
 اتنا گہرا کہ بس سہرا  
 جیسے چاندی کے صاف پتھر  
 دعائی، کاہی، سیاہ، آبی  
 ہر رنگ کے پر ہیں بڑ خط و حال

پر داز بھی حسن ہے چمن بھی  
 رنگت بھی ہے حسن سادہ پن بھی  
 (رشتی قدوائی)

## ۵۔ تبتلی

تبتلی ہے چمن میں اک رنگیلی  
پیاری چھل نہی نو۔ یلی  
چلتے پھرتے چمن میں ہر سو  
اُڑتی ہوئی پہنچی تالپ جو  
چہ چہ چمن کا پامال  
ماتد شرار و برقی تمثال  
منظور نظر کلی کلی ہے  
ہر ایک روش پہ بیکلی ہو  
میزے پہ کبھی نہال پر ہے  
گل پر کبھی شاخ پر نظر ہو  
غنجوں کی بنی کبھی تو دمساز  
نکمت کی طرح کبھی ہو پردا  
قابو میں نہیں جو قلب مضطر  
یکجا نہیں ہے قرار دم بھر

(سفیر)

## ۶۔ تبتیریاں

دو تبتیریاں ہوا میں اُرتی دیکھیں  
اک آن میں سو طرف کو پھرتی دیکھیں  
بھولی خوش رنگ چست نازک پیاری  
پہنے ہوئے فطرتی منقش ساری  
پھرتی ہے کہ برقی کی طبیعت کا بجا  
تیزی ہے کہ آنکھ کو تعائب دشوار  
جو فاصلہ کر لیا ہے باہم قائم  
وہ بھی ہے بلا زیادت و کم قائم



گوتالیج جوش برق پر دازی ہیں      دونوں کے خطوط ایک متوازی ہیں  
 کیونکر میں کہوں کہ یہ نظر بندی ہو      اللہ اللہ کیا ہنرمندی ہو  
 کس ہنرمے ایسا ناچ سیکھ آئی ہیں      پریاں اندر کی جس سے شرابی ہیں  
 اس سمت اگر خیال انساں بڑھ جائے  
 دامنِ نظر پہ رنگِ عرفاں چڑھ جائے  
 (اکبر)

## ۷۔ بیکلِ زمزمہ ساز

میں ہوں چمکنے والی بلبلِ ہزام میرا      پھولوں کو دیکھنا ہے گلشن میں کام میرا  
 چھوٹا سا ایک بچھی ہوں دیکھنے میں لیکن      رونق نہیں ہو کچھ بھی سخنِ چین میں مجھ میں  
 ہوں شاخِ گل پہ اپنا میں آئینا بناتی      شام و صبح گلوں کو ہوں گیت میں سناتی  
 گل میرے زمزموں پر جب کان میں لگا      سن سن کے میرا گانا پھلے نہیں سکا  
 بخشی صدا سُر ملی مجھ کو مرے خدا نے  
 بھاتے ہیں آدمی کو دل سے مرے ترانے

(محمود دمرا)

## ۷۸۔ چڑیاں

چڑیوں کا ادھر ادھر سے آنا  
 کچھ سبز ہیں جن کے لال سر ہیں  
 کچھ جن میں سپیدی اور سیاہی  
 کچھ جن کے زمر دی ہیں پوٹے  
 پانی میں ادھر ادھر نہا کر  
 مینا کہیں غسل چھا رہی ہے  
 طوطی پیارا زبان شیریں  
 شاماں کی صدا سے روح بے چین  
 دہیر کیا خوب نغمہ خواں ہے  
 رفتار تند رو بانگین کی  
 چھوٹے چھوٹے پھولوں کا کھانا  
 کچھ زرد سنہری جھنگے پر ہیں  
 کچھ جن کے سروں پہ تاج شامی  
 نقطے پوٹوں پہ چھوٹے چھوٹے  
 بیٹھیں شاخوں پہ پُرمٹھلا کر  
 ببل کہیں بیٹھی مٹا رہی ہے  
 لہجہ شیریں ہیسان شیریں  
 چند دل جو بولے دل نہ لے چین  
 بھنگا ارج ہزار داستاں ہے  
 تصویر کھینچی ہوئی پھبن کی

ہر شکل کے ساتھ جلوہ گر حسن  
 جو کچھ ہے وہ نقشہ مختصر حسن

(شوقی قدما کی)

## ۷۹ - مور

آواز سے کڑبا جانا	طاووس کا رقص میں آنا
سونا سا چڑھا ہوا پردوں پر	دہ تابج زمر دی سروں پر
گردن کا تناؤ حسن کی شان	دُم کا پھیلاؤ حسن کی شان
اس میں پھر رنگ سبز کا ہی	ہر پر میں ادا ہٹا در سیاہی
کیا خوب رنگ ہے لاجوردی	کیا نطف دکھا رہی زردی
سبزی میں چمک سڑھ گئی جان	زردی کی چمک بڑھ گئی شان
کدن کا جڑا تبہ صرا سمیں	پکھراج اسمیں زربہ اس میں

چلنے پھرنے میں دُم پڑی ہے  
رقصاں ہے تو پھیلی ہے کھڑی ہے

(شوق قدوائی)

## ۸۰ - مور

بچے ہیں اس کو کیا کیا نقش نگار تو نے	کیا موسیٰ بنایا پردہ دگار تو نے
جو بیل یزالی بنایا جو ہے نیا ہے	گویا کہ بال و پر میں گلزار کھل رہی
مچکر سیاں لگائے قدرت نے باغ سے ہی	یہ پھول ہیں شگفتہ تن پر جو دلغی ہی

یہ تاج اس کے سر پر کیا ہی یا اتھی  
 بخشی ہو تو نے اس کو گلشن کی بادشاہی  
 جہم جہم ہیں چکا ہو بنو پہ جب کے پانی  
 ہوتی ہو اس کو دل کو اُس وقت شادمانی  
 دل شاد ہو کے بولی تباہی بولتا ہے  
 پرنا چنے کے خاطر اُس وقت کھولتا ہے  
 دُم کو چور بنا کر ہے ناچتا خوشی سے  
 بے اپنے دوستوں کو دیتا صد خوشی سے

جس وقت باری باری ہیں ناچنے پاتے

جنگل میں مل ملا کر منگل ہیں پھر مناتے

(محاورہ)

## ۸۱- کبوتر

تن تن کے تراز میں پہ چلنا  
 ٹھوکر کبھی کھاکے خود سنبھلنا  
 انداز سے پاؤں کو اٹھانا  
 چلنے میں اداسے تلملانا  
 مخمور حسین چلبلی آنکھ  
 پیاری پیاری وہ شرابی آنکھ  
 جہندی تیسے پاؤں میں لگی ہو  
 ہر ایک ادا میں دلبری ہے  
 صورت بھی عجیب بھولی بھالی  
 انداز نیا ادا نرالی  
 گردن کو وہ ناز سے اٹھاتا  
 وہ دلکش و دلربا ترانہ  
 آواز وہ خوشگوار تیری  
 گردن وہ صراحی وار تیری  
 چھوٹی سی سفید رخ منقار  
 آجاتا ہے دیکھ کر جسے پیار

وہ جسم میں خوفِ گوارِ گرمی      وہ حسن و نہاؤ کی وہ نرمی  
 بچوں کا وہ پیار سے کھانا      چلنا پھرنا انہیں سکھانا  
 وہ شفقتِ فطرتی کا اظہار      منقار میں ڈالنی وہ منقار  
 بازو کی بیان کیا ہوا تات      عاشق کی بندھی ہوئی قسمت  
 آوں میں تری جبین کا بوسہ      قاصد ہے تو یارِ مرہ جبین کا  
 کیونکہ تری ہودل میں توقیر      ہے فات تری وفاق کی تصویر  
 دل میں تم سے نورِ حق سمایا      دُشمن سے رسول کو بچا یا  
 کعبہ کا طوافِ تہجد کو حاصل      ہے حق کی طرف تھمت مال

پایا ہے ضرور تو نے ایماں  
 لازم ہے کہوں تجھے مسلمان

(محمد عبدالرشید بازید پورے)

## ۸۲۔ قمری

ہم نے قمری عجیب پالی ہے      عاشقِ حُسنِ لایزال ہے  
 کیا ہی نازدں سے اس کو پالو      قفسِ نقرئی میں ڈالا ہے  
 جب میں پنجرے کے پاس جاتا ہوں      پیار سے ہاتھ پر بٹھاتا ہوں  
 پیاری پیاری وہ لور کی گردن      جس پہ قربانِ حور کی گردن

چاہتا ہوں کہ کروں پہنچنے کے پیار  
 یا بھرا ہے شرابِ سُرخ کا جام  
 محلِ سمجھ کے نہ کرے بُہلِ پیار  
 یادِ مٹری پان کی ہے ہونٹوں پر  
 ہاتے کیا سُرخ چوہِ پائی ہے  
 سرنگوں ہے کبھی دہن کی طرح  
 سادگی میں ہزار جو بن ہے  
 صاف براق رنگ قابلِ دید  
 ہے تصدقِ ہزار صوتِ ہزار  
 گویا بابِ سماع ہو گیا باز  
 مارِ حق کی طرف ہلاتی ہے  
 دردِ اللہ کا ہے نام اسے  
 دل تو ننھا سا اور یہ چھاتی ہے  
 چپ کبھی تنک کے بیٹھ جاتی ہو  
 چوہِ کھٹ کھٹ زمیں پہ ہلاتی ہو

دہ گلا خوشنما صراحی دار  
 لال لال اس کی زنجیرِ گلفام  
 اس پہ طرہ ہے سُرخِ منقار  
 رنگِ منقار اور غواں یکسر  
 یا کوئی ناخنِ جنائی ہے  
 کبھی سرکش گلِ چین کی طرح  
 زیبِ دزینت سے اس کو ان بن ہو  
 جسمِ نقرہ صفت تمام سپید  
 ہے صدا اس کی مونسِ دلِ زار  
 ہاتے وہ اس کی مست کنِ آواز  
 گیت تو حید کا سُنانا ہے  
 بس ہے حقِ سیوئے سے کام اسے  
 ضربِ نامِ غمنا لگاتی ہے  
 شہد گرتی ہے غمِ چھاتی ہے  
 مضطرب ہو کے پھر نکارتی ہے

نعرۂ حق سے دل ہلاتی ہے

کہہ کے حقِ سیوئے جگاتی ہے

(اتحاد)

## ۸۳ - ابابیل

جاں ہے تمھی سی نوشہی تری آواز ہے  
آنکھ میں تیری لگا ہر سرمہ دُبا لہ وار  
سقفِ دیرینہ میں تمہا سا نشین ہو ترا  
قوم کو تیری نہیں مالِ دولت کی ہوس  
آپِ دریا سے بجلا بھتی نہیں کیا تیری سیا  
بازوؤں کو تیرے دم بھی نہیں مٹا سکوں  
ہے رُپِ تجھ میں ہلا کی ہو ہو سیا ہے

نئے نئے بال و پر نہا ترا انداز ہے  
زلفِ ہر مشکیں تری کالی تری ہنسا ہے  
گو فلک تک صبح دم تو مائل پر دانہ ہے  
ہر کس نا کس تمہارا خانہ بلند آواز ہے  
ابرِ نیلاں کے غائب توجہ داندانہ ہے  
برقِ ہوا میں بھری یاد کوئی راز ہے  
نگہ انہوں سانسے ملتا ترا انداز ہے

تیری حالت میں کبھی دیکھا نہیں دنیا فرق

تیرا کیاں کہتے ہیں انجام اور آغا نہ ہے

(سید نور اللہ شاہ)

## ۸۴ - چڑیا کے بچے

دو تین چھوٹے بچے چڑیا کے گھونسلے میں  
جیبِ جاپ لگ ہے ہیں سینہ سے اپنی ماں کے

چڑیا نے ماما سے پیلا کے دونوں بازو  
 اپنے پردوں کے اندر بچوں کو ڈھک لیا ہے  
 اس طرح روزمرہ کرتی ہے ماں حفاظت  
 مردی سے اور ہوا سے رکھتی ہے گرم اُن کو  
 لیکن چڑا گیا ہے چٹا تلاش کرنے  
 دانہ کہیں کہیں سے پوٹے میں اپنے بھر کر  
 جب مائے تو بچے منہ کول دیں گے جھٹ پٹ  
 اُن کو بھرائے گا وہ ماں اور باپ دونوں  
 بچوں کی پرورش میں مصروف ہیں برابر  
 اور چھوٹے بچے خوش ہیں تکلیف کچھ نہیں ہے  
 اے چھوٹے چھوٹے بچو تم ادنیٰ گھونٹے سے  
 ہرگز نہیں گرو گے۔ پیادہ پرزے اب تک  
 نکلے نہیں تمہارے اس واسطے ابھی تم  
 ادنیٰ نہ اڑ سکو گے۔ ہاں جب تمہارے بازو  
 اور پر درست ہوں گے تو دن کی روشنی میں  
 سیکو گے تم بھی اڑنا کرتے چوڑے ہیں پس  
 اُڑتے چوڑے پیر پھولے چھوٹے تو لیکن کو اڑی بلا ہوا سے خدا بچاتے  
 (اسخیل)



## ۸۵۔ کوا

کہتے ہیں سب دیکھے بھالے  
 کالی کالی مددی سب کی  
 کالی سینا کے ہیں سپاہی  
 لیکن ہے آواز بڑی سی  
 یوں توہری کو آحرص کا بندہ  
 اچھی ہو پر اس کی یہ عادت  
 کوئی ذرا سی چیز جو پالے  
 کھانے دانے پر ہے گر تا  
 دیکھ یہ وہ دیوار پہ بیٹھا  
 کیوں کر باندھوں اس پہ شا  
 کائیں کائیں ہنکھ پھلے  
 تاک رہا ہے گونہ گھبرا  
 اُس کو بس آتا ہوا چلنا  
 اُچھلا، کوا، اپکا سگڑا  
 آنکھ بچا کر جھٹلے بھاگا  
 چونچ بھی کالی پر بھی کالے  
 اچھی خاصی آنکھ ڈھب کی  
 ایک سی صورت ایک سپاہی  
 کان میں جا لگتی ہو چھری سی  
 کچھ نہ چھوڑے پاک نہ گنڈ  
 بھائیوں دُرت رہے ہو دُور  
 کھائے نہ جبک سب کو بھالے  
 پیٹ کے کارن گھر گھر پھرتا  
 غلہ کی ہے مار پہ بیٹھا  
 بے صبر چوکتا سیا نہ  
 کرتا ہے یہ بھوک کے مارے  
 کچھ دیکھو تو نیچے اُترا  
 جانے کیا بند پاؤں سے چلنا  
 ہاتھ میں تھاپے کے ٹکڑا  
 واہ بے پیرتی تیری کا گا

ہا ہا کرتے رہئے گھر کے  
 پیڑ پہ تھا چڑیا کا بسیرا  
 ہاتھ لگا چھوٹا صاحبہ  
 چڑیا در در جان ہو کھوئی  
 چید چید میں چید کیے دہائی  
 کون ہے جو فریاد کو پہنچے  
 پکے پر جب رکا آن  
 دو دھیا بھٹا چومنے سے چیرا  
 رکھو الے نے پائی آہٹ  
 ہریا ہریا شور مچا کر  
 سن کے نر اقا کو ابھا گا  
 نالغ خور ڈھیٹ بند رہے  
 ڈاکو سے کچھ اس میں کسر ہے

ڈاکو ہے یا چور اچھا  
 پد ہے اپنی دھن کا پتکا

(۱ سفیل)

تمام شد

## ضمیمہ

## شعرا اور ان کا کلام

استدعا ذیل میں شعراء کے متعلق جو جو حالات دریافت طلب  
ہیں۔ اگر کوئی صاحب نئے مطلع فرمائیں گے تو باعث مشکوری ہو گا۔ امید  
کہ طبع ثانی میں کل حالات مکمل ہو جائیں گے۔

۱۔ ۲۱ قس۔ نواحہ حیدر علی صاحب مرحوم  
ولادت ..... وطن لکھنؤ وفات ۱۳۶۳ھ مدفن لکھنؤ

۲۶۔ جوش بہار .....  
.....

۲۔ آزاد سید محمد حسین صاحب مرحوم  
ولادت ۱۸۳۱ء مدفن دہلی وفات ۱۹۱۱ء مدفن لاہور  
۱۱۳۔ خوشادقت تمام .....  
.....

(۱۶) شام کی آمد اور رات کی کیفیت .....

(۳۲) ابر کرم .....

(۳۵) شبِ ابر .....

(۳۹) شبِ سرا .....

(۴۱) موسمِ خزاں .....

(۵۱) شبِ گرما .....

(۵۸) باغ .....

(۶۶) شملہ .....

۳۔ اسماعیل :- مولوی محمد اسماعیل صاحب رحوم

ولادت ۲۴ م ۱۸۷۸ء وطن میرٹھ دفات ۱۶ نومبر ۱۹۰۷ء

(۶) نسیم سحر .....

(۷) صبح کی آمد .....

(۱۴) شفق .....

(۱۵) شام کا جھٹ پٹا .....

(۱۶) رات .....

(۱۸) خوابِ احت .....

(۱۹) آسمان اور ستارے .....

- (۲۰) تاروں بھری رات .....  
 (۲۵) برسات .....  
 (۳۸) بادِ مراد .....  
 (۵۰) گرمی کا موسم .....  
 (۵۲) جاڑا اور گرمی .....  
 (۵۳) خدا کی صنعت .....  
 (۵۴) خدا کی کاریگری .....  
 (۶۵) کوہِ ہمایید .....  
 (۸۴) چڑیا کے بچے .....  
 (۸۵) گوا .....  
 (۸۶) کبج عزت .....

۴۔ اقبال :- ڈاکٹر شیخ محمد اقبال

ولادت ۱۸۶۰ء وطن سیالکوٹ

۵۔ اکبر سید اکبر حسین صاحب

ولادت ۱۹۴۶ء وطن الہ آباد

- (۴) نمازِ حین .....  
 (۶۶) روانیِ دریا .....

..... (۳۱) تیریاں

۶۔ امجد :- سید امجد حسین صاحب

ولادت دکن و طن حیدر آباد دکن

..... (۳۲) قری

۷۔ امیر منشی امیر محمد مینائی مرحوم

ولادت ۱۲۴۴ھ و طن لکھنؤ وفات ۱۳۱۸ھ مدفن حیدر آباد دکن

..... (۳۹) فضلہ پرشکال

۸۔ انشا انشا اللہ خاں مرحوم

ولادت دکن و طن دہلی وفات ۱۳۳۳ھ مدفن لکھنؤ

..... (۳۰) ابر کی آمد

..... (۳۱) بہار

۹۔ انیس : میر بہر علی مرحوم

ولادت ۱۲۱۶ھ و طن دہلی وفات ۱۲۹۱ھ مدفن لکھنؤ

..... (۱۷) لد ظہور کا وقت

..... (۳) نمود و صبح

۱۰۔ ا۔ ج : محمد یعقوب صاحب گداوی

ولادت ۱۸۸۳ء و طن

..... (۲۱) چاندنی

..... (۲۲) قلعہ بہار

۱۱۔ جلال مراد آبادی قاضی جلال الدین صاحب

ولادت      وطن مراد آباد

..... (۲۳) برسات

۱۲۔ حالی ،      خواجہ الطاف حسین مرحوم

ولادت ۱۸۳۶ء وطن پانی پت وفات ۱۹۱۲ء مدفون پانی پت

(۲۴) برکھارت

(۲۵) گرمی کا موسم

۱۳۔ ذاکر

ولادت      وطن

(۲۶) صبح چمن

۱۴۔ سرور جہان آبادی نشی درگاہ سہائے آنجنابی

ولادت      وطن      وفات      مدفون

(۲۷) نضائے برشکال

۱۵۔ سفیر

ولادت      وطن

(۷۵) تتلی

مرزا محمد رفیع مرحوم

۱۶- سودا

ولادت ۱۱۲۵ھ وطن دلی دقات ۱۱۹۵ھ مدفن لکھنؤ

..... (۳۸) جازے کا موسم

۱۷- سید نور اللہ شاہ صاحب

ولادت وطن

..... (۸۳) ابابیل

محمد سیف الدین صاحب

۱۸- شباب

ولادت وطن

..... (۱۱۱) آبخار

۱۹- شوق قدوائی مولوی احمد علی صاحب

ولادت وطن

..... (۱۷) لطف سحر

..... (۳۳) بادل کا پھٹنا

..... (۳۴) برسات کی شام

..... (۴۳) آید بہار

..... (۴۴) جنگل کی رات



..... (۵۳) آبشار

..... (۵۴) تیلیاں

..... (۵۵) چڑیاں

..... (۵۹) مور

۲۰۔ ظفر علی خاں صاحب

ولادت دکن

..... (۲۵) بارش

..... (۵۰) طوفان عظیم حیدر آباد دکن

۲۱۔ عدیل گنتوری مولوی محمد عسکری صاحب

ولادت دکن

..... (۲۲) برکھارت

..... (۵۵) ہندوستان کے پھول

۲۲۔ عزیز لکھنوی مرزا محمد امدادی صاحب

ولادت دکن

..... (۶۱) بہار چمن

..... (۶۳) فوارہ

- ۲۳۔ غالب مرزا اسد اللہ خاں مرحوم  
ولادت ۱۷۹۶ء وطن دہلی وفات ۱۸۶۹ء مدفن دہلی  
..... (۱۳) طلوع آفتاب  
..... (۱۴) آمد بہار  
۲۴۔ فلک منشی لال چند صاحب  
ولادت ..... وطن .....  
..... (۱۵) ترانہ بیداری  
۲۵۔ کاعل نذیر احمد صاحب  
ولادت ..... وطن .....  
..... (۱۶) دریائے بیاس  
۲۶۔ مائیں لالہ حفیظہ داس صاحب دہلوی  
ولادت ..... وطن .....  
..... (۱۷) موسم خزاں  
۲۷۔ میادک مرزا مبارک بیگ صاحب  
ولادت ..... وطن .....  
..... (۱۸) طعن بہار

نشی تلوک چند صاحب

۲۸۔ محرم دوم

وطن

ولادت

(۱۰) قرآن پیداری . . . . .

(۱۱) ہندوستان کی صبح . . . . .

(۱۲) صحرا . . . . .

(۱۳) بھیل زمزمہ ساز . . . . .

(۱۴) مود . . . . .

مولوی محمد محسن مرحوم

۲۹۔ محسن

ولادت ۱۲۴۲ھ وطن کا کوری وفات ۱۹۰۵ء مدفن مین پور

(۱) عبادت صبح . . . . .

محمد عبدالرشید صاحب بازید پوری

۳۰۔

وطن

ولادت

(۱) کبوتر . . . . .

نواب مرزا شوق مرحوم

۳۱۔ مرزا شوق

وطن وفات مدفن

ولادت

(۱) باغ بنگلہ . . . . .

(۲) آرائش باغ . . . . .

..... (۶۲) مسدا

۳۲۔ مقبول مولوی محمد عثمان صاحب

ولادت وطن وفات مدفن

..... (۶۸) غننگاجی

۳۳۔ جیلر میر تقی مرحوم

ولادت ۲۵ھ وطن دلی وفات ۱۲۲۵ھ مدفن لکھنؤ

..... (۳۶) میرا پنے گھر کا حال

۳۴۔ میروحن میر غلام حسین مرحوم

ولادت وطن دلی وفات مدفن لکھنؤ

..... (۲۳) جنگل کی چاندنی رات

..... (۱۰۷) باغ

۳۵۔ واسطی سید علمدار حسین صاحب

ولادت وطن وفات مدفن

..... (۳۱) پہاڑی بادل

(۳۶) ٹینڈک بکا راگ

(۱۰۰) ہندوستان کے پھول

.....

# کلیاتِ اختر شیرانی

شاعر رومان کا وہ بلند کلام جس کے ایک لفظ میں  
عشق کی رنگینیاں اس طرح سموئی ہوئی ہیں جس سے دنیاۓ عشق  
و محبت کو چار چاند لگتے ہیں۔

اختر شیرانی مرحوم کا یہ کلام فنِ شاعری کا نایاب  
مُرقع ہے جس کو معنوی و ظاہری خوبیوں سے آراستہ  
کیا گیا ہے۔

قیمت مجلد صرف آٹھ روپے

کتب خانہ نذیر یہ مسلم منزل ہماری باؤلی دہلی

# مناظرِ قدرت

حصہ دوم

مؤتبہ

محمد الیاس برنی

زیر نگرانی

مسلم احمد نظامی - ایم۔ اے

دو روپے ۲۵ ستنے پیسے

قیمت

مالک

کتب خانہ نذیر یہ مسلم منزل کھاری باؤلی، ملی

# فہرست مضامین

ہر جلی عنوان سے ایک نیا مضمون شروع ہوتا ہے اور اس کے تحت میں مضامین متجانسہ درج ہیں :-

صفحہ			
۹	انہیں	ظہور صبح	۱
۱۰	اونگ گیاوی	نیم عمر	۲
۱۱	حسرت	پہلے پرشام تنہائی	۳
۱۱	عزیز	نطفہ شب	۴
۱۲	میر حسن	چاندنی اور خانہ بارغ	۵
۱۴	•	چاندنی اور تالاب	۶
۱۵	عزیز	شب تاریک	۷
۱۵	تروق	سمندر کی مات	۸
۱۶	شرر	نطفہ برشکال	۹
۱۶	بادی	ہمد و ہامان	۱۰
۱۸	ہمال منیم آبادی	برسات	۱۱

۱۵	تحریر	برسات	۱۲
۱۹	تیر	برسات	۱۳
۲۰	طوطا	برسات	۱۴
۲۱	طوطا	برسات	۱۵
۲۱	اداس	برسات	۱۶
۲۲	حسرت	برسات	۱۷
۲۴	فقیر	برسات	۱۸
۲۴	شاکر	جنگل کی برسات	۱۹
۲۶	موسیٰ	مچولا	۲۰
۲۷	نظیر	اداس	۲۱
۲۸	نظیر	شہر کی برسات	۲۲
۳۰	اسمعیل	خشک سالی	۲۳
۳۱	آزاد	بارش ادھر	۲۴
۳۲	نسیم	آمد بہار	۲۵
۳۳	سودا	موسم بہار	۲۶
۳۳	انشا	جلوس بہار	۲۷
۳۴	نظیر	آفتِ خزاں	۲۸



۳۴	ہادی	گری کا موسم	۱۹
۳۵	انیس	گری کا موسم	۲۰
۳۶	مائی	سیر کستور	۲۱
۳۷	چکیت	دہرہ ددن کی سیر	۲۲
۳۸	نشاہ	شیلنگ اور ٹکٹہ	۲۳
۴۱	تہابا دین خاں	دھان کے کھیت	۲۴
۴۲	"	پھاڑی ندی کا گیت	۲۵
۴۳	سیف	لب آب جو	۲۶
۴۴	محرّم	لاش میں بیل چن ہوتا	۲۷
۴۵	ہادی	بہار چن	۲۸
۴۷	ہادی	پتھوں کی بہار	۲۹
۴۸	بھل	گلاب کا پھول	۳۰
۵۰	ہادی	گلاب کا پھول	۳۱
۵۱	ہادی	بینا	۳۲
۵۲	ہادی	جوبی	۳۳
۵۳	شاہر	کنول کا پھول	۳۴
۵۴	غالب	انہ	۳۵

۵۴	دآغ	انہ	۴۶
۵۵	۹	انہ	۴۷
۵۶	حقیقہ	جونپوری خرپڑہ	۴۸
۵۷	سودا	ہاتھی	۴۹
۵۸	اسمعیل	ادسٹ	۵۰
۵۹	انیس	گھوڑا	۵۱
۶۰	"	گھوڑا	۵۲
۶۲	"	گھوڑا	۵۳
۶۳	سودا	مریٹ گھوڑا	۵۴
۶۷	اسمعیل	شیر	۵۵
۶۸	"	ہاری گھڑے	۵۶
۶۹	"	ہارا کتا پیسو	۵۷
۶۹	"	کتا اداس کا سایہ	۵۸
۷۰	"	اسلم کی بی	۵۹
۷۱	سرد	مرغابی	۶۰
۷۳	مردم جہاں آبادی	ساری کا جوڑا	۶۱
۷۴	بسط	بیا	۶۲

۷۵	محر	۶۲	تلیاں
۷۶	اسمعیل	۶۳	دُرکیمیاں
۷۷	مہر	۶۵	جھینگراؤں شہد کی کمی
۷۸	اسمعیل	۶۶	جگنادر بچہ
۷۹	ہادی	۶۷	برساتی پتے
۸۰	اسمعیل	۶۸	کیڑا
۸۱	•	۶۹	چوٹی چوٹی
۸۲	سید شاہ محمد اکبر	۷۰	انسان
۸۳	ثوق قدوائی	۷۱	ایک حسین زرگی
۸۶	شاعر	۷۲	ایک صبح کی عبادت گزار
۸۷	نظیر اکبر آبادی	۷۳	پارتی
۸۸	مرزا ثوق	۷۴	دوشیزہ
۸۹	میر حسن	۷۵	عروس
۹۱	مرزا ثوق	۷۶	خادمہ
۹۱	•	۷۷	ماما
۹۲	میر حسن	۷۸	نوشتہ کا تمام
۹۳	میر حسن	۷۹	شادی کی دھوم

۹۵	میر حسن	جلوس	۸۰
۹۷	نظیر اکبر آبادی	شیوشکری کی بات	۸۱
۹۹	"	ننادی کی فصل	۸۲
۱۰۱	"	دُہن کا چیز	۸۳
۱۰۱	"	دُہن کی دُخت	۸۴
۱۰۳	رزاشوق	بجھ اجاب	۸۵
۱۰۴	نظیر اکبر آبادی	بیٹے کی سیر	۸۶
۱۰۶	استغیل	محرم کا کمال	۸۷
۱۰۸	اکبر	دلی دربار	۸۸
۱۱۲	"	دلی دربار	۸۹
۱۱۳	سنہر	مراجعت وطن	۹۰
۱۱۴	قمر	سفر نامہ	۹۱
۱۲۱	سعدا	چندر گری	۹۲
۱۲۱	میر حسن	ہزارے کے گم ہونے پر ماتم	۹۳
۱۲۳	!	میدان جنگ	۹۴
۱۲۷	سودا	میر کا جنگ	۹۵
۱۲۹	عزیز گھنڈی	آگرہ اور تاج محل	۹۶

صفحہ		
۱۲۸	تظیر اکبر آبادی	۹۷
۱۲۹	احمیل	۹۸
۱۳۰	”	۹۹
۱۳۰	انیس	۱۰۰
۱۳۱	دبیر	۱۰۱
۱۳۲	اسمیلین	۱۰۲



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱۔ ظہورِ صبح

بچہ لاشعق سے صبح پہ جب لالہ زارِ صبح گزرا شبِ خزاں ہوا آئی بہارِ صبح  
کرنے لگا فلک زبرا نغمہ سنارِ صبح سرگرم ذکرِ حق آئے طاعت گزارِ صبح

تھا چرخِ انھری پہ یہ رنگ آفتاب کا

کھلتا ہے جیسے بھول چمن میں گلاب کا

چلتا وہ بادِ صبح کے جھوکوں کا دم بدم مرغابِ باغ کی وہ خوشنایاں بہم  
وہ آبِ دناپ نہروہ موجوں کا بیچِ دغم مری ہو ا میں پردہ زیادہ بہت نہ کم

کھا کھائے اوس اور بھی سبز ہوا ہوا

مقامِ موتوں سے دامنِ صبرا بھرا ہوا

دو صبح نور اوردہ صحرا وہ سبز ہزار تھے ٹاموں کی غول درختوں پہ بے شمار  
چلنا نسیم صبح کا رورہ کے بار بار کو کو وہ قروں کی دو ٹاؤس کی پکار

دا تھے دریچے بار بار بہشت نسیم کے

ہر سو رہاں تھے دشت میں مجھ کے نسیم کے

آدھ آفتاب کی دو صبح کا سماں تھا جس کی منوے دھند میں ٹامو آسمان

فندق کی روشنی میں ستاروں کا سماں ہر فرات پہ میں تھی مثل کلمستان

ہر نخل پر غیائے سر کوہ طور تھی

گویا فلک سے بارش باران در تھی

انیس

## ۲۔ نسیم صبح

لے نسیم صبح پر دلے ہوئے خوشگوار کہیں متوالی ہے تیری چال میں تجھ پر تار

ہر روش پر غزش ستارے سے رکھنا قدم اوردہ اٹھلا کے چلنا شغریں سے بار بار

تیرے آنے کی خوشی میں قطرہ شبنم نسیم گوہر تاباب بن کر گرتے ہیں تجھ پر تار

بز شاخوں پہاڑی تیرے خیر مقدم کو طیور درجا اہلا دہلائی ہے ہر سے پکار

لے نسیم صبح بیشک روزی گلش ہے تو

تیرے ہی دم سے ہے عابثہ گلشن کی ہمار  
اوج عیادی

### ۳۔ پُل پر شامِ تنہائی

ہے پُل پر عجیب لُطف دیکھو      مُنہ جانبِ غرب کر کے بیٹھو  
 سوچ ہے غروب ہوتا جاتا      عالم پہ سکوت سا ہے چھاتا  
 موجوں سے نسیم کھیتی ہے      ٹھکراتی اور دھکیلتی ہے  
 پانی کی، کبھی ہوئی ہے چاند      مقشیش بکھر رہا ہے اس پر  
 گردوں پہ ہیں رنگ کیے کیے      پھیکے اور شوخ بھاری ہلکے  
 ہر رنگ میں ایک نئی ادا ہے      گزرا فلک پہ کھل رہا ہے  
 پانی جو اُفق سے جا ملا ہے      نظارہ عجیب ہو رہا ہے  
 ایک غم زدہ ایک طرف ہر بٹھا      حیرت سے بندھ دیکھتا تھا  
 خاطر میں خیال ہے کسی کا      نظروں میں جمال ہر کسی کا

فرقت کی ہے چوٹ اس کے دل پر

آنکھوں کو تلاشِ روئے دلِ بزر

حسوت

### ۴۔ لُطفِ شب

فلک کو اکبُتِ تاب سے ہوا روشن      زمیں پہ لپ پھیں جگنو کے جا بجا روشن  
 پہ چاندنی کی پہاڑ اور یہ خوشگوار فضا      یہ دلفریب مناظر یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا



چڑھا ہے ایک روپلا ورق زمانہ پر      برس رہا ہے تہلی کا ابرِ خوش منظر  
چمک ستاروں کی اپنی دکھار رہا ہے فلک      نظر اٹھا تو ذرا جگمگا رہا ہے فلک

اٹھ اب زمانہ کا کچھ اور رنگِ پیاری

زمانہ دیکھو کے یہ سینِ دنگ ہے پیاری

عذیر

د ترجمہ نظم انگریزی عاصم محمد

## ۵۔ چاندنی اور خانہ باغ

نظر آئی داں چاندنی کی بہار      کہ آنکھوں کی خیرگی اختیار  
دردِ بامِ یک نیت سائے سپید      ہر اک طاق و محراب صبحِ اُمید  
بلوریں ٹھہرے ہر طرف سنگِ ش      کہ جس سے منور ہو رنگِ فرش  
ہر اک سمتِ داں نور کا اژدھا      لگے آئینے تہِ آدمِ تمام  
بالبِ وہ چوڑکی پاکیزہ نہر      جیسے چشمہٴ ماہ سے جس میں ہر  
لب نہر پر صاف جو غور کی      تو پڑی تھی وہ ایک بلور کی  
پہلے اس میں فوٹے چھتے تھے      ہوا میں وہ موتی سے لٹے ہوئے  
معرضِ پُرا اس میں مقیش جو      گلا آکے داں رشک سے پرنے ہو  
یہ گودِ مقیش چھوٹے بڑے      ہر اک جاناے اڑاویں کھڑے  
معرضِ اپنی صورت سے تاروں کو تڑپ      زمیں کو فلک کا بنایا تھا جوڑ

ہٹا میں وہ جگنو سے چکیں بہم      ملیں جلوۂ مہ کو زیر قدم  
 فقط چاندنی میں کہاں طور یہ      کہ طرہ نہ جب تک ملے اور یہ  
 زمانہ درخشاں ہوا درخشاں      زمیں سے لگاتا سادۂ رخشاں  
 کھڑا ایک منگیرۂ آب دار      کہتے جس کے جھال پر موتی تار  
 بڑا ڈوہ استدعاں ماس کے      بڑھلے ایک سانچے کے اک اس کے  
 کبھی ڈور ہرمت زرتار کی      رڑی جوں کناری کہ میں ہادی  
 کہوں کیا میں جھالوں کی ہسکی پھین      کہ سوچ کی ہو گد جیسے کرن  
 مغرق بھی مسند اک عکلی      کہ تھی چاندنی میں کے قدروں لگی  
 نہ پھوے ساتے تھے تکتے دہرے      کہ تھے وہ نقدِ حمن ہی کو بھرے  
 زمیں زور کی آسماں نور کا      جد مر دیکھو او دھرماں نور کا  
 چمن سائے واڈویوں سے گھنے      جو انانِ شبتو کے ہر چا پسے  
 ستاروں کا مہتاب میں حال یوں      کہ چو نے میں پانی کے قطر جوں میں  
 اگر کیجے سایۂ اد پر لگا ہ      تو ہے نہ بھی جوں سایۂ مہر دما،

کہ ہے نگہ جس طرف کو گزر  
 بیز نور آتا نہیں کچھ نظر

## ۶۔ چاندنی اور تالاب

ایک شب جو تھی چاندنی کی بہار  
 پھٹ گیا ابرہٹ گیا تھا سحاب  
 تھا فلک سے زمین تلک اک نور  
 نور افشاں تھا چشمہ ہناب  
 تھا جہاں میں کہیں نہ گرد و غبار  
 پہونچا آخر میں طالب تالاب  
 سطح زوری تھا وہ ہر آئینہ  
 اس میں دیکھتا تھا قدرت حق  
 آب اس وقت ذوق شوق میں آ  
 موج زن تھی ہوا باد و اس دم  
 مرغ دریا تھے ذکر میں اس کے  
 دودماں کا بخار اُفت تھا  
 آئینہ تھی وہاں ہر ایک خدمت  
 سیر دریا کو میں اٹھا رک بار  
 صاف تھا سطح شب ہناب  
 نور سے تھا علاوہ سب سمور  
 نور آگیاں تھا چشمہ تالاب  
 ہاں مگر تھا بہ خاطر انجار  
 تھا جو تالاب چادر ہناب  
 موج تالاب تھی ہر آئینہ  
 کہ وہ آئینہ تھا مجھے مطلق  
 سر کو ہر سنگ پر ٹپکتا تھا  
 وجد میں تھی ہر ایک موج اس دم  
 چشم گریاں تھی فکر میں اس کے  
 دل ماہی میں خار اُفت تھا  
 چشم حق میں تھی سینہ پاک مدت

جلو آ رہا تھا عالم ہناب

ماہ سے تابا ہوا تالاب

میو حسن

## ۷۔ شب تاریک

ہے وہ میانک رات اندھیری      تو ہے اے ایزد باری  
 اتکا دکا ہیں کھتا ہے      چپ گئے باقی خوف کے مک  
 کرتی ہے دنیا سائیں سائیں      صوف و مذہب کی ہیں صدائیں  
 نگہ مارت ہے یہ نرالا      جیسے ہزار اک کالا کالا  
 کوئی سوادِ شب کی حد ہے      گوشہ گوشہ گھر کا حد ہے

سوچ رہا ہوں باتیں کیا کیا  
 دیکھ رہا ہوں نقشہ کیا

عزیز

## ۸۔ سمندر کی رات

نصف شب اور اُس پہ کالی رات      ماوتری کی ہے ہلالی رات  
 سارا عالم ہے خواب میں مدہوش      باسفورس میں ہے نرالا جوش  
 لہریں پانی کا راگ گاتی ہیں      موجیں اٹھ اٹھ کے منہ بجاتی ہیں  
 سطح دریا پہ ہے ہمارا جہاز      ہے تلام سے محو ناز و نیاز  
 موجیں لڑی سُنا رہی ہیں اُسے      لہریں جھولا جھولا رہی ہیں اُسے

نہتے نکتے وہ خوشنما ہے چھوٹے چھوٹے وہ دل بُباتا ہے  
 وہ ہمیں دیکھ کر ہیں دُور سے خوش  
 ہم اندھیرے میں اُن کے دُور سے خوش

محمد عبدالعزیز شوق

(ترجمہ نظم انگریزی)

## ۹۔ لُطْفِ بَرشکال

آتے ہی جہاں میں فصلِ برکت	جی اُٹھے زمیں کے سب نباتات
چلتے لگیں دل کُشا ہوائیں	اُٹنے لگیں جھوم کر گھٹائیں
اُڑے ہیں عجیبُ جج کے بادل	برسے وہ گرج گرج کے بادل
کویں کی صدا پیپیوں کا شور	پرکھول کے ناچتے ہوئے مور
مرسبزہ جنگلوں میں جاڑی	سبزہ ہے ڈھلکے ہوئے پیڑی
خود رو پھولوں کی شریخِ رنگت	بھیننی بھیننی وہ مست نگہت
ہے کیسی نظر فریب و مرغوب	نازک نازک ہری ہری دوب

خوشی پھر رہے ہیں چنچر جرتے  
 ہیں چو کر یاں غزال بھرتے

عزیز

## ۱۰۔ برق و باران

بن گیا ہے کوہِ تارکب بالکل آسمان  
 غیر ممکن ہے گرجِ سن کر کوئی گجرانہ جائے  
 ہو گیا ہے برقِ سوزناں کا فلکِ پاقلا  
 کوئی نہ تھا اس طرح جو ہو کے ہر دمِ بغیر  
 ہر طرف معلوم ہوتی ہے لگی اک لگ سی  
 کیا تعجب ہے دہلتی ہے جیدہ رہ کر زمیں  
 دفعۂ آتی ہے پھر اک ہر ہر ہٹ کی صلا  
 رفتہ رفتہ یہ دھواں نزدیک بالکل آ گیا  
 دیکھتے کیا ہیں کہ بارش سر کے اوپر آ گئی  
 دیکھ کر یہ طفلِ بڑا پیر سب سرور ہیں  
 بادلوں کو دیکھ کر دل کہہ رہا ہے لا ماں  
 قہرِ بپا کر دیا ہے بادلوں نے ہائے ہائے  
 جھاڑتی پھرتی ہے غلامِ ہر طرف اپنا ترنر  
 چل ہی ہے تیغِ گویا آسمان پر بار بار  
 اللہ اللہ اس قدر سرعتِ آئی وہ گئی  
 اور گئی ہے آج شاید آسمان کی نیگزیں  
 دُور کے کھیتوں میں ہر اکلِ دھول چٹا ہوا  
 بڑھ گئی پیٹے سے بھی اب ہر ہر آہٹ کی صلا  
 ہر طرف پڑنے لگیں بوندیں پٹا پٹ ندی کی  
 میاں میں غنمان کے دلوں اب تپ کو سوں دور ہیں

ہیں کہیں جو کئے کہیں سلمان ہیں کچھ لکے

دل خوشی سے ہر طرف لبریز ہیں انسان

ہادی

## ۱۱۔ برسات

آگئی گھنگھور گھٹا چھائے بادل ہر سو      آئیں بگلوں کی قطاریں سے دریا مار کر  
 کوئلیں کو کہیں پہیوں نے صدادی دلکش      ہر کے خوش موڑنے بھی نام سے پھیلائیے پر  
 فاختہ دیدیں ہے سردی کے مشول      منکراتے ہوئے غنچوں پہ ہے بلبل کی نظر  
 بھونرے کرنے لگے پھولوں کی بلاگردانی      آ کے سب بیٹھ گئے نغمہ سرا شاخوں پر  
 بال سنبل کے جو اُلجھ ہوئے پائے اُس نے      تباہ کرنے لگی مقدار سے قمری آ کر

آئی برسات ہے پھرتے دل کے بہ زخم  
 بارغ میں پھر ہے جنوں خیز ہواؤں کا گزر

خالی عظیمو! باہی

## ۱۲۔ برسات

اُنکے آئی ہے گھٹا      سیاہ چھائی ہے گھٹا  
 جو فرق ہے تو نام میں      حرم میں اور شام میں  
 غضب ہے رعد کی گڑک      رہا ہے جس سے دل معرک  
 جھڑی لگی ہے زور کی  
 کچھ انتہا ہے شور کی

وہ بورہا ہے شور کچھ      وہ جارہے ہیں مور کچھ  
 بنا کے حلقہ ایک دم      یہ کیسے ہو گئے بہم  
 ہے ایک بیچ میں کھڑا      عجب ادا سے ناچتا

جو تال سم ہیں مل رہے

تو سارے پر ہیں ہل رہے

کہیں جو لال ابرہے      وہ مایہ سوز صبر ہے  
 ہے آہ کتنی دل رُبا      فلک میں سُرخِ حنا  
 ہے جس کا عکس خوشتا      کچھ یوں زمیں پہ پڑ رہا

کہ ہے نگاہِ عام میں

سحر کا نطفِ شام میں

سحر

### ۱۳۔ برسات

رُت ہے برسات کو بہت پیاری      موعِ نعتِ جہلیں نیاں ساری  
 کھیتِ ہانوں کے پہلے شاداب      کہہ ہے ہیں نظر کی دل آری  
 کیا ہری دھبِ جنگوں میں ہے      سبزِ نعل سے ہو سوا پیاری  
 ہزارِ گل ہے ہیں گل بوٹے      جن سے شرمندہ باغ کی کیا ری



ننھی ننھی بستی ہیں بوندیں      رُوح پر ہوتی ہے خوش طاری  
 سوندی سوندی زمین کی مٹی      یعنی یعنی چین کی بُو پیاری  
 کوکلہ لگکلہ کوٹلیں طاؤس      اپنی تائیں سناتے ہیں پیاری  
 قازیں مرغابیاں بٹیں سُرخاب      جھیلوں کے ساتھ کرتی ہیں یاری  
 شفق سُرخ رنگ لائی ہے      لالہ گوں ہے سپہر زنگاری  
 بدلیاں چھا رہی ہیں گردوں پر      زرد، اودی سنہری زنگاری  
 سیرِ مچھی بھون کی چل کر دیکھو      کیا نمایاں ہے قدرتِ باری  
 جھیلوں کی ٹمپک میں ہے چل بل  
 جیسے رقصاں بتاؤ فرخاری

منبر

## ۱۴۔ برسات

پرندوں نے ہر سو مچاٹی ہے دھوم      کہ آہے ہیں بادل سیہ جھوم جھوم  
 جو پر اپنے پھیلا کے ناچے ہے مور      تو مینڈک نے پانی میں ڈالا ہے شور  
 پیپھوں کی پی پی دہ کوئل کی گونگ      یکے سے عاشق بے نکلے ہے ہوک

جہاں سارا دم بھر میں جل تھل ہوا

کہ اک چادرِ آب جنگل ہوا

طوس

## ۱۵۔ برسات

بجلی چمک رہی ہے بادل بھی چھا رہے ہیں  
 کیا لطف کا سماں ہے کیا لطف آ رہے ہیں  
 رفتار بادلوں کی کیا لطف دے رہی ہے  
 پلورب سے آ رہے ہیں پتھم کو جا رہے ہیں  
 دیوانہ دار بچے پھرتے ہیں شور کرتے  
 پانی سے کھیلے ہیں خوش خوش بنا رہے ہیں  
 ایسا سماں ہے دل کش اس وقت کچھ نہ پوچھو  
 بادل برس رہے ہیں دل کو لٹھا رہے ہیں  
 حامد

## ۱۶۔ برسات

وہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے گلشن میں  
 کہ جس کے جھونکوں سے تباہی ہو دل بیمار  
 وہ مجھوم مجھوم کے آتا گھٹا کا ہر سُو سے  
 وہ شاخ سر پہ آنا دہ قمریوں کی چنگار

وہ بار بار پیوں کا " پی کہاں " کہنا  
 وہ کوتلوں کا درختوں پہ کوکنا ہریار  
 وہ سبز سبز ہیں ہر سمت برگ ہائے شجر  
 گمان جس پہ زمرہ کا ہوتا ہے ہر بار  
 کہیں ہے جو ہی کہیں موتیا کہیں بیلا  
 کہیں گلاب کہیں نسترن کہیں ہے چار  
 عجیب فصل ہے برسات کی بھی صلی علی  
 درود پڑھنے کے قابل ہے صنعتِ غفار  
 آج

## ۱۷۔ برسات

پورب سے گھٹائیں کالی کالی	سرسبز زمیں کو کرنے والی
مخلوق کو چین دینے والی	متوں کی دعا میں لینے والی
مٹانہ اٹھیں بڑھیں اُمنڈ کر	آفاق پہ چھا گئیں سرا سر
دل کھول کے بحرِ بر پہ برسیں	دم بھر میں تمام جھیلیں بھر دیں
بارش کا جو تار لگ گیا تھا	رحمت کا پیغام لا رہا تھا
قطرے جو زمیں پہ ٹوٹتے تھے	فوارے کروڑوں چھوٹتے تھے

مخلوق کے دل کو چین آیا  
 اطفال بہم ہمارے ہیں  
 رحمت کا نزدل ہو چکا ہے  
 ہر شاخ ہنا ہنا کے نکسری  
 ہر پھول سے رنگ ہے پکتا  
 آواز پیہا دے رہا ہے  
 عشاق کا دل ہے مجھ تا شیر  
 فریاد میں دردِ دل نہا ہے  
 اس زور سے چھیتا ہے ہم  
 کوئل وہ نقیہ رقیس و لیلیٰ  
 پُر سوز و گداز اُس کی آواز  
 گزار ہیں باغ اس کے دم سے  
 چوپایوں کے صاف ستھرے گلے  
 خوش خوش ہے ہر ایک پر دہنا  
 پانی کی خوشی منا رہے ہیں  
 سرشار ہر اک شجر کھڑا ہے  
 قدرت نے کئے نثار موتی  
 ہر برگ سے زندگی ہویدا  
 خاموش سا ہر شجر کھڑا ہے  
 سنائے میں دشت مثل تصویر  
 مفہومِ نغاں سے پئی کہاں ہے  
 رہ جاتا ہے چپ وہ ہو کے بیدم  
 جاں سوختہ سانوئی سلوئی  
 ہجو روں کے دردِ دل کی ہراز  
 پُر کیف دماغ اس کے دم سے  
 رمنوں میں ادھر ادھر ہیں جتے

سبزے میں سفید اندکالے  
 بہاتے ہیں نگاہ کو کیسے

حسوت

## ۱۸۔ برسات

پانی کھلے اس دم بریں کر      دیکھیں تو چل کر جنگل کا منظر  
 آتما نظر ہے قدرت کا جلوہ      چاروں طرف ہے سبز ہی سبز  
 کیسی ادا سے بہتے ہیں جھرنے      پانی کی موجیں نکلی ہیں سیرنے  
 پانی میں کیسی دولت بہادی      قدرت نے سیروں چاندی گلابی  
 گرنا چٹانوں سے کیسے اچھل کر      گودی میں سبزہ کی جاتا پھل کر  
 جانا تو یوں کوئی سن گن پٹاڑ      سبزہ کی چادر سے منہ کو چھپا  
 پانی کے تھنے سے پھیلا اُجالا      سورج نے پردہ سے منہ نکالا  
 اُٹھ کر چلے ہیں پانی کے مکد      ناول کو پھاندا پہنچے کنارے  
 کب تک نہ بھیگے خود کو سنبھالے  
 سر پر کھڑے ہیں بھادوں کے جھلے

فقیر

## ۱۹۔ جنگل کی برسات

یہ نظر فریب منظر      یہ فضا ہے برشگالی  
 یہ نسیم راز پرورد      یہ گھٹائیں کالی کالی

لب جو برسنے والی

کہیں مینہ کے ہیں جھلے کہیں بادلوں کے ہیں ڈل  
کہیں برہے ہیں نالے کہیں روپ پر ہیں جھل  
کہیں کو کتے بے کول

جو ابل رہے ہیں چشمے تو چڑھی ہوئی ہیں ندیاں  
جو برس گئے ہیں جھلے تو ہر ابھرا ہے میدان

ہے زمیں کا سبز داں

کہیں قیروں کی کو کو کہیں میوے کی صدائیں  
کہیں پھر رہے ہیں آہو کہیں چر رہی ہیں گائیں  
کبھی اٹھتی ہیں گٹھائیں

کہیں بگلوں کی قطاریں ہیں جہاں دل دہنچی ادنچی  
کہیں مینہ کی پھاریں لب جو ہیں ٹھنڈی ٹھنڈی  
کہیں بہہ رہی ہے گشتی

جو چمک رہی ہیں کلیاں تو ہلکا ہوا ہے سبزہ  
جو ہوا ہے عبر افشاں تو ہلکا ہوا ہے صحرا

کہ یہ رات ہے راتِ آخر

یہ جلا وطن مسافر جو میانِ دشت و صحرا

ہوئے گوشہ گیر آ کر کہ چڑھے ہوئے ہیں دریا

یہ ہیں رام اور سیتا

شاکر

## ۲۰۔ جھولا

تجھ سے لے جھولا دلے دلکشی و آشکار  
تیرے ہی باعث غم و ترہ گستاخی بہار  
آگئی برسات سادون کا ہند ہے شروع  
تجھ کو پڑنا چاہیے شاخ شجر میں پائدار  
تیری ہی خاطر تو سب آئے ہیں جھولے بارغین  
جھولے کو ہیں حسینان جہاں اُمیدوار  
سب رام ہو یا ساماں گواہ کج تماش  
ہو بڑا سا پیر کوئی شام کوئی استوار

منتظر ہیں سب پڑے تو پہلے میں ہی میچ جاؤں

جاننا شاخ شجر ہے آنکھ اور دل بے قرار

دور کر وہ ایک جا بیٹھی غصہ کی شمع ہو  
سب تو مٹھ سکتے ہیں اور یہ ہے جوئے پرستار  
دو زریں پہ نیل کے تلوسے بڑھایاؤں شہیگ  
وہ خوش آوازی سے گانے والی ہے کوئی لہا  
پاؤں لٹنی سے لگاتا لازمی ہے چلک میں  
شرط یہ سمجھنے والوں میں ہے پائی قرار  
جان کو دیتی ہے راحت دل کو دیتی ہر سرد  
پیلگ کے ہمارا جتنی ہے ہوا جو بار بار

نطف جھولے کا غرض برسات میں آتا ہے خوب

پھیاں پھیاں پڑی ہے آج کل ہر سو چھوڑ

محو

## ۲۱۔ اوس

بدلی کے جو گھرانے سے ہوتی ہے تو ابند پھر بند سی گرمی دہ غصب پڑتی ہو یک چند  
پینے کوئی پگڑی کوئی کھولے ہو کھڑا بند دم رک کے کھل جاتا ہے گرمی سے ہر اک بند

برسات کے موسم میں نیٹ نہ ہر ہا دس

سب چیز تو اچھی ہے پراک ہر ہا دس

رکے سے ہوا کے جو بڑا ہوتا ہے حوال پنکھا کوئی اسپنل کوئی اسن کوئی رومال  
دم دھو کے لگتا ہے ہاروں کی گویا کمال کچھ روح کو بے تابیاں کچھ جان کو جنجال

برسات کے موسم میں نیٹ نہ ہر ہا دس

سب چیز تو اچھی ہے پراک ہر ہا دس

ہوتی ہے اُس جو کبھی اک ات کو آکر کر داتی ہے پھر قیامت ہی مقرر  
ایدھر تو ہوا بند اُدھر پتہ دھچک پانی کوئی پیسے تو ادھر ہن سے بھی وہ بدتر

برسات کے موسم میں نیٹ نہ ہر ہا دس

سب چیز تو اچھی ہے پراک ہر ہا دس

جس دقت ہوا بند ہوا دہ ان کے گھٹا چلے پھر کئے دلاس گرمی میں کس طرح نہ گھر ہے  
لوڑھو تو پسینہ جہنم اور جو تو غصب ہے پتہ کبھی محبت کبھی کھٹل ہی پٹ پٹا ہے

برسات کے موسم میں نیٹ نہ ہر ہا دس

سب چیز تو اچھی ہے پراک ہر ہا دس



گواس میں ہوا کھل گئی ادنیٰ بھی لائی تو جی میں بھی اور جان میں کچھ جان سی آئی  
اداس میں جو پھر ہو گئی اداس کی ٹھٹھائی تو پھر وہی رونا دہی غل غل شور دہائی

برسات کے موسم میں نیٹ نہر ہے اداس

سب چیز تو اچھی ہے پر اک تھر ہے اداس

اس رُت میں تو اللہ عجیب عیش ہی بنی خواہ بیٹھ بے پردہ مگر ہوا آتی ہے ہر گاہ

جنگل بھی ہرے گل بھی کھلے بنجر چاہا اداس ہی گردل کو ستاتی ہے نظیر آہ

برسات کے موسم میں نیٹ نہر ہے اداس

سب چیز تو اچھی ہے پر اک تھر ہے اداس

تظییر اکبر آبادی

## ۲۲- شہر کی برسات

کتنوں کو مٹوں نندہ عیش کا نظارا یارایان سٹھرایا بانس کا اُساوا

کوٹا ہے سیر کوئی کوٹھے کا لہہ ہمارا مٹس بھی کر رہا ہے پوٹے تلے ہلدا

کیا کیا مچی ہیں یاروں برسات کی بہاریں

مدت سے ہو رہا ہے جن کا مکان پُرانا اُٹھ کے عوان کو میغ میں ہر آن چیت چیتا

کوئی پکار تلے ٹک موری کھول آنا کوئی کہے ہے چل بھی کیوں ہو گیا دوانہ

کیا کیا مچی ہیں یاروں برسات کی بہاریں

کوئی پکارتا ہے وہ مکان ٹپکا      گرتی ہے چھت کی مٹی لہو سا بہان ٹپکا  
چھلنی ہوئی اٹاری کو ٹھانڈان ٹپکا      باقی تھا واک اُسا را سودہ بھی آن ٹپکا

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں  
چھت گرنے کا کسی جاغل شور ہو رہا ہے      دیوار کا بھی دھڑکا کچھ ہوش کھو رہا ہے  
دور در حویلی والا ہر آن رو رہا ہے      مفلس سو جھونپڑے میں دلنسا دھو رہا ہے

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں  
ہے جن کے ہتھیا پکا پکا کھانا      اُن کو پلنگ پہ بیٹھے جھڑپوں کا خطا ٹھانا  
ہے جن کو اپنے گھر میں یاں نون تیل لانا      ہے سر پہ اُن کے نکھایا چھاج ہے پُرانا

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں  
جو اس ہوا میں بارود دولت میں کھج رہی ہیں      ہوا کے سر پہ چتری ہاتھی اُپر چڑھے ہیں  
ہم سے غریب غرا کچھ دیں گر پڑے ہیں      ہاتھوں میں جو تیاں ہیں دل در پائے چڑھے ہیں

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں  
کچھڑے ہو رہی ہے جس جاز میں پھلنی      مشکل ہوئی ہے حال سے ہر اک گوراء چلنی  
پھسلا جو پاؤں گڑبے شکل ہی پھر سنھلنی      جوتی پھنی تو مال سے کیا تاب پھر نکلتی

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں  
کتے تو کچھ دد کے دلدل میں پھنس رہی ہیں      کپڑے تمام گندی دلدل میں بس رہے ہیں  
کتے اُٹھے ہیں ہر رستے اُکس رہے ہیں      وہ دکھ میں پھنس رہی ہیں وہ لوگ منہ ہی نہیں

کیا کیا چھی ہیں یارو برسات کی بہاریں  
نظیر اکبر آبادی

## ۲۳۔ خشک سالی

نہ آئی پر نہ آئی پر نہ آئی  
گھٹانے بول دی ہاگل صفائی  
اگر آئی تو کی لے دے ہولانے  
سواری اور جانب کو بڑھائی  
تھے دریا اتر تالاب سوکھے  
کجائی ابر دیا دل کجائی  
نہ صحرا بین ل آویزی کا انداز  
نہ بتاں میں دے دل کشائی  
نہ صحن باغ میں طوطی کا نغمہ  
نہ تارخ گل پہ ٹیکل چھپائی  
ز میں چٹیل ہے کورا آسمان ہے  
ہوئی اب کی برس اچھی صفائی  
نہ روتے مل کے سداں وہ جلاہ  
ہوئی ہے ترک باہم آشتائی  
نہ تانا شامیانہ ابر تو نے  
نہ وہ جگنو نہ وہ طاہرین اندھیری  
نہ پرنالے چلے اب کے دھڑا دھڑ  
نہ وہ سن سن نہ وہ جھوکا ہوا کے  
نہ وہ برسات کے کیرے تپکے  
کھل باہل کہاں بجلی کہاں مینے  
نہ بینڈ کسے ز میں سر ہٹائی  
پر نیانی سی دنیا پہ ہے چھائی

نہ اے بھاؤں بھرت برائی تو نے      نہ اے ساون جھری تو نے نگائی  
 نہ مودوں نے کیا کچھ شد برپا      نہ کوئل ہی نے دھوم کیے مچائی  
 نہ رنگا رنگ بادل آسمان پر      نہ چھت پر گھاس یاروں کی کائی  
 نہ کچھڑ ہے نہ پانی ہے نہ سبزہ      نہ پیوہ برسا نہ کھیتی ہلہائی  
 ترستے ہیں برسات ہی نہیں ٹیند      سسکتی ہے پڑی ساری خدائی  
 ہوئی برباد کھیتی تھک جے ہیل      گئی گزری کسانوں کی کمائی  
 نہیں بیچارے حیوانوں کو چارہ      ہے انسانوں کو فکر بے نوائی  
 بہت مزدور بیٹھے ہیں نہ کچھ      نہیں اب کوئی حیدر گردائی

خدا یا رحم کر جاں لب پہ آئی  
 زری مخلوق دیتی ہے دہائی

۱ اسمعیل

## ۳۲۔ جاڑا اور کھر

دھنڈ پیر سحر سانس ہے ایسا بھرتا      ق یا نا نہ پہ وہ کچھ سحر ہے ایسا کرتا  
 کہ چاں آنکھوں میں ہو جاتا ہیکل سفید      دشت کہارے لے تارود و پوار سفید  
 ایک طرح غفلت کا گھر کر آتا      برن کے برن میں دھردلی دھکتے جاتا

بکے بکے کبھی کبھی کے چلے آؤ گے  
 اور ہوا میں کہیں روئے گی ہی گھسائی

۱ بیتا

## ۲۵۔ آمد بہار

خچے نے تاج گل سے کیا پیرا ہن دست شادی بہار کی ہے ہوا ہے چمن دست  
پیغام دست خیز ہے آمد بہار کی مر کی ہوئی ہے زگرں بیار تندرست  
گل جلوہ گر ہیں آمد فصل بہار ہے  
کرباغاں نشیب فراز چمن دست

نسیو

## ۲۶۔ موسم بہار

سجدہ شکر میں ہے شاخ شردار ہر ایک دیکھو کہ بارغ جہاں میں کرم عزوجل  
واسطے خلعت نور دے ہر بارغ کے بیج آب جوقط لگی کرنے روش پر محفل  
نچتی ہے گل نورستہ کی رنگ آمیزی پوشش چینٹ قلم کار بہشت وجل  
عکس گلبن یہ زمیں ہے جس کے آگے کار نقاشی مانی ہے ددم وہ ا دل  
سایہ بگ ہوا اس لطیف ہے ہر اک گل پر ساغر حل میں جوں کیچے نرد کو حل  
بارے آیا رواں عکس ہجوم گل کے لے ہے سبزہ پازیں کہ ہوا ہے بیکل  
آب جو گرد چمن لمحہ خورشید ہے خط گزار کے صفی پہ طسلائی جدول  
خیم زگرں کی بھارتیہ زبردستہ دریا غنیمت لالہ نے سرمہ سے بھری ہے مکمل

لڑکھڑاتی ہوئی پرتی ہے خیاباں میں نسیم  
پاؤں کو مکتی ہے صبا میں میں گلشن کے سبیل

سودا

## ۲۷۔ جلوس بہار

بگھیاں نور کی تیار کر لے بوئے سمن  
عالم اطفال بناتا ہے ہو گا کچھ امد  
کوئی شبنم سے چمڑک ہالوں پہ اپنے پوڈر  
اپنے گیل اس شلو نے بھی کریں گے حاضر  
پتے ہل ہل کے بجا دیں گے فرنگی طنبور  
اپنی سنگین چمکتی ہوئی دکھلا دیں گے  
نے نوازی کے لئے کھول کر اپنی منقار  
آئیگاتر کو شیشہ کی ٹھڑی کے جب  
نکلت آوے گی نکل کھول گی کامرہ

کہ ہوا کھلنے کو نکلیں گے جوانان چین  
گوئے کالے سبھی بچیں گے نئے کپڑے پہن  
کری نازیہ حلوہ کی دعا دیگا بھسبن  
غنچہ دھن بھی ناں کو لے لینگے بوتل کو دھن  
لالہ لا دیگا سلامی کو بنا کر ملیٹن  
آپڑگی جو کہیں نہریہ سورج کی کرن  
آ کے دکھلا دیگی بلبل بھی جو ہوا اس کا فن  
یا سمن تپوں کی سپنیاں میں چلی بن ٹھن  
مساحتہ ہو لگی نزالت بھی جو ہوا کی بھسبن

حوض صندوق فرنگی سے مُشاہ ہو گا  
اس میں ہوئیں گے پر نیا د بھی سب گلشن

انشا

## ۲۸۔ آفت خزاں

ہیں باغ جتنے یاں گئے سولے پڑے ہیں خوار  
 کانٹے کا اُن میں نام نہیں بھول درکنار  
 سوکے ہوئے کھوٹے ہیں درختان میوہ دار  
 کیاری میں خاکِ حولِ روشِ پراٹے غبار  
 ایسی خزاں کے ہاتھوں ہوئی ہے بہار بند  
 دیکھے کوئی چمن تو پڑا ہے اُجاڑ سا  
 غنچہ نہ پھل نہ بھول نہ مہرہ ہر الجھا  
 آواز قمریوں کی نہ بلبلی کی ہے صدا  
 نہ حوض میں ہے آب نہ پانی ہے نہر کا  
 چادر پڑی ہے خشک تو ہے آبشار بند  
 نظیر اکبر آبادی

## ۲۹۔ گرمی کا موسم

آج کل کچھ گرم ایسا ہو گیا ہے آفتاب  
 جس کو دیکھو اپنے بستر پر ہے بیقرار  
 آ رہا ہے یاد لوگوں کو قیامت کا عذاب  
 بے بسی میں سے رہا ہے کر دٹیں سیلاب

ہے ہمارے کوئی منہ پر اپنے جھینٹا آب کا  
 برف کی لکھتے ہوئے ہو کوئی منہ میں خوش  
 بادکش کو شعلہ کش گرمی نے بالکل کر دیا  
 تاب و زرخ سے مشابہ ہے یہ لو کا حال ہے  
 ایسی حالت میں کوئی باہر نکالے کیا قدم  
 گرد کے مارے نظر آتا ہے سارا گھر خراب  
 ہوتی رہتی ہے جویوں بھوبیل کی باز کی گھڑ  
 دیکھتے ہو تلمبے کبتک اس بلا کا اختتام  
 ٹوکی آفت سے نہیں اس وقت بھی ملتی نجات  
 موسم باراں کا بید ہو رہا ہے انتظار

دیکھیں ہادی کب بدلتا ہے فلک کا نظام  
 دیکھیں کب لاتی ہے بادش زندگانی کا پیام

ہادی

ہے کسی مضطر کے سر پر تولیہ بیگا ہوا  
 ہے کسی تفتہ جگر کو ٹھنڈے پانی کی تلاء  
 آگ کی مانند چمکے سے نکلتی ہے ہوا  
 دہستے میں دھوپ کے جوڑ گیا پامال ہے  
 ٹوکے معمولی تعمیرے میں نکل جاتا روم  
 ہو گئی ہے جان کوہر دقت کی آندھی عذاب  
 آسمان پر یا ملٹی آگ کی لگ لگ گئی  
 شدت گرمی سے سونا ہو گیا قطعاً حرام  
 کیا کہیں کس بیتیاری سے بسر ہوتی رات  
 ہو نہیں سکتا ہے اس آفت میں دل کا دوا

### ۳۔ گرمی کا موسم

کوسوں کی شہر میں نہ گل تھے نہ برگ بار  
 ہفت تھا کوئی گل نہ ہکتا تھا بزمہ زار  
 ایک ایک نخل جل رہا تھا صورت چار  
 کاٹا ہوا تھی پھل کی ہر شاخ بار بار



گرمی نہ تھی کہ زیتِ دل کے سرمے

پتے بھی مثلِ چہرہ مدقوقِ زندگی

خیر مٹتے نہ تھے دھوپ کے مائے کچھائے      آہونہ منہ نکالتے تھے سبزہ زائے

آئینہ ہر کا تھا مگر غبار سے      گردوں کو تپ چڑھی تھی زمیں کے بجائے

گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر

بھٹن جاتا تھا جو گرتا تھا دادِ زمین پر

۱۔ انیس

## ۳۱۔ سمیر کشمیر

سبزہ دُسرینِ دگل کی سرزمین کہوئے

صفوۂ گیتی پہ یا خلد برس کئے لمے

فی الملئ تختہ زمرہ کا ہے دال کہ سبزہ زار      سایا فنگن اس طرح ہیں بہو اس پر چار

جھیل کے چاروں طرف جھلجھلکے ہیں نظر      زبرد بالا انپے نیچے گھر قطار اندر قطار

مٹی بنانے سے غرض تیرے یاری باغ نسیم      بارغِ جنت کا نہ انساں کو ہے کچھ انتظار

چوٹیاں پر بت کی ہیں یوں برت میں لپی ہوئی      جایا گویا کھڑے ہیں دیبا ورن پہرہ دار

ان کی روخت اور بلندی کی نہیں کچھ استہا      سینہ گردوں سے گویا اب تک جانی پیار

روزِ روشن میں جب اُن کا جھیل پر پڑتا ہو عکس

نقرئی یانی کی اس کے پھر کوئی دیکھے بہار

جنت لے کثیر کوئی تجھ سی دنیا میں نہیں  
 ہر چین یاں پھول سے اور پلے لگا مال ہے  
 ان مکانوں اور خیابانوں سے جب آگے بڑھے  
 جیسے ہوتا ہے ابد پر دقت جا کر منہستی  
 یہی اقلیم ابد اور یہ جہان فامشی  
 طرف سناٹا ہے اس سنان کو ہستان پر  
 تو نہیں دیتا بٹکنے اپنے طالب کو کہیں  
 ہر چین میں یاں ہوتا ہیں مکان بہر مکین  
 پھر وہ عالم ہے جہاں غراؤ غموشی کچھ نہیں  
 ختم ہو جاتی ہے دنیا بھی یہاں کر دہنیں  
 طاقت انسان کی حد میں ہے پردوں کو کہیں  
 جس کی دنیا میں نہیں تمثیل کوئی دلنیش

ہیں سرسبز ناپید آثار انسانی یہاں  
 منہ پیٹے ہیں پڑے اسرارِ نیر علی کہاں

حالی

## ۳۲۔ دیرہ دون کی سیر

یہیں ہمارا پہلا پہن ہوا تھا سنگون  
 تمام شہر ہے گرد و غبار سے خالی  
 عجیب خط و کش ہے شہر دیرہ دون  
 جدھر نگاہ اٹھے اُس طرف ہر ہریالی  
 گئے درخت ہری جھاڑیاں میں شاداب  
 ظلم حسن کا ہے چہ میں یہ گلہ مست  
 کھڑے ہیں کو کو شجر پہلوؤں میں صفت  
 لطف سرد ہوا پاک صاف چشمہ آب

یہاں جو آ کے مسافر قیام کرتے ہیں  
 یہ سستری انہیں پہلے سلام کہتے ہیں

جو دُور جا بیٹتی سے اور ہی ہے ماں  
بشر یہ رُعب یہ قدرت کا چھا گیا کیسا  
بس ایک عالم ہو چار سمت طاری ہے  
فضائے کوہ میں لسی ہوا ساتی ہے  
اثر دکھا لہے قدرت کا نغمہ دل گیر  
یہ راگ دم ہے جو مفراب کا اسیر نہیں  
وہی سنے گالے دل گمان ہے جس کا  
یہ سوچتا ہے پہاڑوں کو دیکھ کر انساں  
یہ مل زمین کی تیوری پہ آگیا کیسا  
نہ تنور و شرع نہ دنیا کی آہ زاری ہے  
بشر کی رُوح کو راحت کی نیند آتی ہے  
شجر حجر سے پٹکتی ہر راگ کی تاثیر  
یہ صرف کان کے پردوں میں گوشہ گیر نہیں  
ہو دل میں سوز تو رنگ میں ساز ہو جگ

یہ راگ مجھ میں سما یا سرور ہے ہو کر  
ہوس تھی رُوح کو مل جائے اسیں ہو کر

چکبست

### ۳۳۔ تھیلا ناگ اور کلکتہ

رُخت لے تھیلا ناگ لے رشک گلستانِ ارم  
کر چکے تیری فضاے جاں فزا کی سیر ہم  
اب کہاں دیکھیں گے تیرے آبشاروں کی بہار  
کر سکیں گے اب نطائے کبوترے خیموں کے ہم  
مٹدی مٹدی یہ ہوائیں اب کہاں ہوں گی نصیب

اب کہاں ہوگی میتیر نسیم صبح دم

اب کہاں گرمی کے موسم میں یہ سردی کی بہار

دوٹ کر آجائے جس سے جسم میں مردہ کے جاں

اب کہاں مرغابن خوش الحان کے دلکش چہچہے

جن کو سن کر دل سے ہو جاتے تھے سب پڑاں الم

اب نظر ہر دم نہ آئے گی یہ رُت برسات کی

اب نہ دیکھیں گے برساتات دن ابر کرم

گو جُدا شیلانگ سے ہم ہو رہے ہیں اے نشاط

چھوڑے جاتے ہیں گردل کو یہیں بے اختیار

مرتے دم تک دل لے یہ یا نہیں نہ جائیگی کبھی

ہم کو بھولیں گی نہ یہ دن اور نہ یہ راتیں کبھی

تجہ سے رُخت ہو کے اے شیلانگ جاتے ہیں جہاں

شہر ہے بے مثل اس میں ہر نہیں کچھ این داس

لیکن اُن کی نظروں میں چچا ہے کوئی اور کب

کعب گیا ہو جن کی آنکھوں میں فقط تیرا سدا

گو فلک سے ٹکریں کھاتے ہیں اس کے قصود بام

جو یوں کو تیری پاس کے ہیں وہ لیکن کہاں

نعمتیں دنیا کی گواہیں ہیں تمام  
 لیکن آئیں گی کہاں یہ قدرتی دلچسپیاں  
 گودہاں ہیں دھیر میوؤں کے کہاں لیکن یہ بات  
 لطف دیتی ہیں جو پڑوں پر تری نارنگیاں  
 گرد گرمی میں دہاں برسات میں کیچڑ کا زور  
 رستہ چلنا بھی تو ہو جاتا ہے راہ ہفتخوار  
 دھوپ ایسی تیز پڑتی ہے کہ کالے ہوں ہر آن  
 رنجی ہیں جاری پسینہ کی بدن سے ندیاں  
 اس غضب کی پیاس لگتی ہے کہ بجھتی ہی نہیں  
 چاہے پانی کا بنا لے پیٹ میں کوئی کنواں  
 پیسے صاحب کا بھی ہوتا ہے دہاں اکثر نزول  
 نذر جن کی سیکڑوں ہو جاتے ہیں پیر و جوان  
 اتفاقاً آنکلتے ہیں کبھی مٹر بلگ  
 جن کی صورت دیکھ کر اُٹھتا ہے شورِ الاماں  
 اُٹھتے رہتے ہیں ہمیشہ فتنہ و شتر و فساد  
 آتی ہی ہوتی ہے ہر دم ایک بلائے ناگہاں  
 اس قدر قانون کی پابندیوں کا ہے خیال

پاؤں میں انسان کے پڑتی ہیں اکثر بٹریاں  
 راختن غھوڑی اگر ہم کو میتر ہو سبھی جائیں  
 پائیں گے شیلانگ تیری سی کہاں آزادیاں  
 گویہ تکلیفیں ہیں کلکتہ کی سب پیش نظر  
 ہیں مگر مجبور کر سکتے نہیں کچھ این و آں  
 وقت رخصت گو نہیں اٹھتے اٹھائے سے قدم  
 ہو رہے ہیں پیٹ کی خاطر یہاں سے ہم رداں  
 گوجا ہوتا ہے تجھ سے زندگی بھر کون شاط  
 نام تیرا ہی رہے گا عمر بھر دروز باں  
 مرتے دم تک ل سے جائیں گی نہ یہ باتیں کبھی  
 ہم کو بھولیں گی نہ یہ دن اور نہ یہ راتیں کبھی  
 نشا ط

## ۳۴ - دھان کے کھیت

اے تختہ دلکش تری رنگت یہ ہری ہو  
 یا قات کے پردہ میں کوئی سبز پری ہو  
 نخل کا کوئی فرش مکلف یہ بچلے  
 یا قدرت صانع کی انوکھی سبزی ہو  
 دیکھے ہیں چمن بیوں گلزار ہزاروں  
 پرتازگی ایسی نہ یہ خوبی نہ تری ہے

آجاتی ہے جس وقت نسیم صحت افزا  
 جیشِ وہ تری مدِ غورِ غائرِ نظر ہے  
 کیا شانِ ٹپکتی ہے ترے حسن سے اس دم  
 کیا ہرے پیدا تری آپِ غفری ہے  
 نزہت ہے تری تازگیِ چشمِ تما  
 گودی تری گلہائے مفاصلِ مہری ہے  
 کہنے کے لئے دھان کی کھیتی ہرِ زمانم  
 خرمن میں نہاں تیرے صدِ آسودہ گری ہے  
 خشکی ہے تری قبرِ اہلی کی علامت  
 افلاس ہے ادبار ہے درِ یوزہ گری ہے  
 شہابِ الدین خاں صاحب

### ۳۵۔ پہاڑی ندی کا گیت

ندی ہوں یا تالا ہوں میں      آفت کا پرکالا ہوں میں  
 نکلی ہوں کہسار کے لب سے      مجھ میں ہیں اندازِ غضب کے  
 کچھ تو بلندی پست ہوئی ہے      آبادی کچھ دشت ہوئی ہے  
 زور پہ اپنے جو اتر آئے      ہاں وہ میری زد پہ آئے  
 مدت سے میں خشک پڑی تھی      ریت کے نیچے چکی بیٹی  
 پھر موسمِ برسات کا آیا      دلِ بادل کہسار پہ چھایا  
 ہاں ٹپ ٹپ بوندیں آئیں      خوش خبری سیلاب کی لائیں

لے اپنی تقدیر کے ہدے

اب تو موسلا دھاری برسے

کوئی ہے جو سامنے آئے مجھ سے آکر ہاتھ دلائے  
کشتی مجھ پہ چل کے دیکھے سینہ میرا دل کے دیکھے  
گرچہ میں ایک قبر خدا ہوں آنت ہوں سیلاب قتا ہوں

مجھ سے ہے سیرابی ساری

ہر سو میرا فیض ہے جاری

محمد شہاب الدین

### ۳۶۔ لب آب جو

یہ فروغ بہر تاباں کہ چمک رہی ہیں کرنیں

لب آب ہیں یہ سماں کہ تڑپ رہی ہیں موجیں

ہے نظر کو ایک حیرت

لب جو یہ سبزہ و گل کہ ہے دلفریب منظر

یہ تہک دی ہے سنبل کہ دماغ ہے معطر

چلی آ رہی ہے نگہست

کہیں بول میں کنول کے کہیں نیلگوں ہے پانی



یہ ہوا کے سرد جھونکے یہ جاب کی روانی  
کبھی مستی کی صودت

یہ ہوائے روح پرور کہ درخت اہل بہم ہیں  
یہ کنار آب منظر کہ شگوفے کھل رہے ہیں

کہ ہے دل کو جس سے فرحت  
کہیں شاخوں پر ہیں طاڑ کہیں ان کے آشیانے  
یہ نسیم کیف آور یہ طیور کے ترانے  
ہیں پیامِ خوابِ راحت

سفید

### ۳۷۔ کاش میں بلبُلِ حمن ہوتا

کاش میں بلبُلِ حمن ہوتا	غنجہ دگل پہ نغز زن ہوتا
عارضی گل کو چومتا پھرتا	صحن گلشن میں گومتا پھرتا
دیکھتا میں دایم پھولوں کی	خوب لیتا پلاٹیں پھولوں کی
خندہ گل پہ لوٹ جاتا میں	آپ میں مشکلوں سے آتا میں
صحبّت گل میں رات بھر رہتا	مست ندرت میں تاسخ رہتا
شام سے صبح صبح سے تا شام	دید گل کے سوا نہ ہوتا کام

شاہد گل کی بزم آرائی      اودھ میری نغمہ پیرائی  
 سخن دلکش میں یہ غزل گاتا  
 گل کی نظروں میں بس سما جاتا

لے گل لے مایہ وقارِ چین      طرہ فرق افتخارِ چین  
 ختم ہے تجھ پہ صنعتِ ہمارے      بے بدل ہے تولے نگارِ چین  
 خوب رو کن سا ہے تیرے سوا      ناز پروردہ کنارِ چین  
 شانِ شاہی خدا نے بخشی ہے      بے گماں ہے تو تاجدارِ چین  
 نعلی تیرا فرش پا انداز      جس کو کہتے ہیں سبز زارِ چین  
 ہنکما جھپتی ہے آکے بادِ نسیم      پاؤں دھوتی ہے جو تبارِ چین

ہے ترا چاکرِ درِ دولت  
 سرو آزاد پاسدارِ چین

محمد دہر

### ۳۸۔ بہارِ چین

آسمان پر تھی شفق چھائی ہوئی      ہو گیا تھا وقت بالکل شام کا  
 ہر طرف تھا قدرتِ حق کا ظہور      ہر طرف تھا ڈھیر بھولوں کا لگا  
 تھا کسی گوشہ میں داؤدی کا زرد      تھا کہیں گلوں میں فریبا کھلا

اک طرف تھی لڑشیم کی بہار  
 جس قدر دنیا میں ہر گھٹے ہیں نگ  
 دیکھ کر قدرت کی یہ نیکیاں  
 چہلیں کرتی پھر ہی تھیں ہر طرف  
 کہہ رہی تھیں قرباں تھی سترہ  
 نالہ دل دوز کو مل کا کہیں  
 گل پہ صدقہ ہو رہی تھیں بلبلیں  
 بے قرار آرزو ہو کر کہیں  
 پھر ہے تھے مست بھرتہ ہر طرف  
 بیوہوں کو گھیرے ہوئے ہر دست  
 ایک جانب دیدہ نرگس تھی دوا  
 خصل گل نے کر دیا تھا ایک جا  
 دل میں ہر چڑیل کے تھا اک ٹولا  
 ایک جا چپ بٹھنا دشوار تھا  
 پی کہاں کی تھی پیپیوں میں صدا  
 سن کے تھا بتیا بقلب مبتلا  
 اٹھ رہا تھا کامرانی کا مزا  
 گارہی تھیں طے شیریں نوا  
 آ رہی تھی بھننا ہٹ کی صدا  
 تیلیوں کا خولہ بورت جھنڈ تھا

دیکھ کر قدرت کی یہ صنایاں

بحر حیرت میں تھا میں ڈوبا ہوا

ناگہان دیکھا کہ تھوڑی دُور پر  
 اُس کی سبزی کی میں علت کیا کہوں  
 ایک کڑی پردہ خوں کے قریب  
 جلوہ آرا تھی عجیب انداز سے  
 ایک ٹکڑا ان کا تھا خوشنا  
 فرش تحمل کو بھی اس پر شک تھا  
 ایک بت خورشید رو شیریں ادا  
 اندامِ حسن کا کیا رعب تھا  
 ریشمی فیتہ تھا اُداس کے لکا  
 جسم پر ساری تھی دھانی رنگ کی

سادگی میں اُس کے تھے لاکھون ڈا  
 کوئی زیورِ حم پر بجاری نہ تھا  
 ناک میں تھی خوشنما ہلکی سی کیل  
 کان میں تھا صرف اک بند پڑا  
 تھیں کلائی میں سُہری چوڑیاں  
 موتیوں کا اک گلے میں ہار تھا  
 نگہ خادو کا اس کے کیا کہوں  
 تھا صحبت میں ملاحظت کا مزا  
 بائیں رخ پر اس کے اک چھٹماتل  
 کر رہا تھا کام بالکل سحر کا  
 سورتواں تھی ناک نیلے تیلے ہرنٹ  
 تھی بڑی موتی کی دانستوں پر فدا  
 گاہری تھی کچھ دلی آواز میں  
 جس کیے میں تھا عجیب دھبہ برا  
 دیکھ کر ہادی یہ حسن و سادگی  
 شوق کا میرے عجب عالم ہوا

مادی

### ۳۹۔ پھولوں کی بہار

دے رہی ہے لطف گلِ ہندی کی ہر جانب قطار  
 اس کی ہر ہر شاخ پر ہیں پھول بید بے شمار  
 سُرخ ہے کوئی گلایابی ہے کوئی، نیلا کوئی  
 چھوٹی چھوٹی چستیاں ہیں بعض پھولوں پر پڑی  
 ایک جانب پھول گیندے کے گلے ہیں زرد و زرد

جن کے آگے رنگ سونے کا بھی ہو جاتا ہے گرد

اس کی خوشبو سے معطر دامن گلزار ہے

پھول یہ چنپا کا ہے یا طبلہ عطار ہے

دیکھو کر بشاش ہو جاتا ہے قلب پر محسن

پھول گر کوصل کا ہے یا آدیزہ گوش چمن

محو حیرت ہے لطافت دیکھو کر رنگ گلاب

یہ وہ گل ہے جس کا مل سکتا نہیں ہر گرز جواب

من میں ڈوبی ہوئی ہے اس کی ہر ہر نیکو می

اس کی خوشبو ہے شام آرزو کی زندگی

صبح کو اس کے لئے کیا کیا ترستی ہے نسیم

کیا قیامت ہے گل شبو کی جاں پرور شمیم

یا الہی ان میں یہ باتیں کہاں سے آئیں

دیکھو کر حیران رہ جاتی ہے چشم نکتہ بین

ہادی

## ۴۔ گلاب کا پھول

کہاں چمن میں ہے اس کے کوئی جوا کا پھول

بجائے اس کو کہیں ہم اگر شبا کا پھول

ہر ایک پھول سے اعلیٰ ہے یہ گلاب کا پھول

ریاض و ہر میں نخل طرب کا ب کا پھول

کہ بادشاہ ہے پھولوں کا یہ گلاب کا پھول  
 نہ دیکھا ہم نے کوئی ایسی آبِ تاب کا پھول  
 خدا نے دی ہے اسے کیا ہی خوشناموت عیاں ہر جس سے ہر ایک اس کا جلوۂ قدرت  
 دلوں کو مست کئے دیتی ہر وہ ہے نگہست کہاں گلوں کو میریہ روپ یہ رنگت  
 کہ بادشاہ ہے پھولوں کا یہ گلاب کا پھول  
 نہ دیکھا ہم نے کوئی ایسی آبِ تاب کا پھول  
 ہزار پھول میں پر سب سے یہ نرالا ہے اسی کا گلشنِ عالم میں بول بالا ہے  
 گلاب چین ہے سورج کبھی ہر لالہ ہے مگر گلاب کہیں مرتبہ میں اعلیٰ ہے  
 کہ بادشاہ ہے پھولوں کا یہ گلاب کا پھول  
 نہ دیکھا ہم نے کوئی ایسی آبِ تاب کا پھول  
 حمن میں صبح کو آتی ہے جب نسیم بہار بلائیں یقینی بے منہو چوم چوم کر ہر بار  
 تیار کرتی ہے شبنم بھی گوہرِ شہوار دعائیں دیتی ہیں سب بلبلیں ہزار ہزار  
 کہ بادشاہ ہے پھولوں کا یہ گلاب کا پھول  
 نہ دیکھا ہم نے کوئی ایسی آبِ تاب کا پھول  
 دل و دماغ کو جو بھینی بھینی بھاتی ہے اسی نسیم سے بوئے بہشت آتی ہے  
 شگفتگی یہی دلکش منقاد کھاتی ہے طراوت آنکھوں میں لیں سرور طاقی ہے  
 کہ بادشاہ ہے پھولوں کا یہ گلاب کا پھول  
 نہ دیکھا ہم نے کوئی ایسی آبِ تاب کا پھول

## ۱۴۔ گلاب کا پھول

ہے عجب دل با گلاب کا پھول  
 سائے پھولوں کا ہی سرتاج  
 غور کرنے پہ ہم اگر آئیں  
 محقر ہے کوئی کوئی ہے بڑا  
 سُرخ کوئی کوئی گلابی ہے  
 ہے کسی گل کا نذر و دیاس  
 اس کے رنگوں میں جو لطافت ہے  
 ہے عجب بات اس کی صورت میں  
 ٹیلیں اس کو پیار کرتی ہیں  
 بناؤ کرتی ہے اس پہ فصل بہار  
 اس کی منوں ہے نسیم بہار  
 اس کی پیلیدی ادا پھرتے ہیں  
 اس کے چہرے میں کیا لطافت ہے  
 پرائے اس کی ذات سے جو دوا  
 الغرض کچھ عجیب چیز ہے یہ

ہے عجب خوشنما گلاب کا پھول  
 صحن گلشن میں ہر اسی کا راج  
 سینکڑوں فصیل اس کی گونا گویں  
 ایک کا رنگ دوسرے سے جدا  
 ہلکا ہلکا سا کوئی آبی ہے  
 تشریفی جامہ ہے کسی کے پاس  
 اس سے ظاہر خدا کی قدرت ہے  
 دیکھو کرجس کو دل و حیرت میں  
 اس کی ہر ہر ادا پہ مرقی ہیں  
 اس کی خوشبو سے مست ہے گلزار  
 ہے چمن کا اسی کے دم و وقار  
 اس کا بخور ہے طواف کرتے ہیں  
 عطر اس کا غصہ آفت ہے  
 اس میں نہ ہاں ہی طرح کی شفا  
 سب کو جادہی بہت عزیز ہے یہ

سب اداؤں پاس کی مٹے ہیں      اس کی سبیل سے قدر کرتے ہیں  
 ہے دعا اس کی حق میں لے مولا      اس کو چھڑے کبھی نہ با و فنا  
 اس کا کوئی نہ ہو جہاں میں رقیب  
 دستِ گلپیں نہ آئے اس کے قریب

ہادی

## ۲۲- بیلا

کس قدر دلفریب ہے بیلا      خوشنما دل پذیر البسیلا  
 ہے بھرا اس کی ذات سے گلزار      دیدنی شام کو ہر اس کی بہار  
 اس کا پودا فلک سے برتر ہے      اس کا ہر پھول رشکِ اختر ہے  
 شوق سے اس کو توڑ لاتے ہیں      لوگ ہمد لے بتاتے ہیں  
 حسن افزائے مرجینان ہے      بدلی محفلِ حسیناں ہے  
 اس سے پاتے ہیں تقویتِ ربا      بزمِ عشرت کی ہے یہ روحِ رواں  
 بولے خوش اس کی دل کو بھاتی ہے      تازگی اس سے روحِ پاتی ہے

اس کا رنگِ صبحِ آفت ہے  
 اس کی صورتِ خدا کی قدرت ہے

ہادی



## ۴۳۔ جوہی

پیاری جوہی تجھے خدا کی قسم  
 تجھ میں کس شوخ کی مباحث ہے  
 تجھ میں ہے کس کے حسن کا عالم  
 کس کی زلفوں کی تجھ میں نکبت ہے  
 تازگی تو نے کس کی پائی ہے  
 تو یہ صورت کہاں سے لائی ہے  
 باغ آباد ہے ترے دم سے  
 تیری خوبی جدا ہے عالم سے  
 باغ سے تجھ کو توڑ لاتے ہیں  
 لوگ سر پہ تجھے بٹھاتے ہیں  
 ناز بردار ہیں حبیبیں تیرے  
 خود طلب گار ہیں حبیبیں تیرے  
 جب تجھے آنکھوں سے نگاتے ہیں  
 نمکنت ساری بھول جاتی ہیں

گو سمجھتے ہیں ہم رقیب ہے تو  
 پھر بھی دلکش ہو خوش نصیب ہے تو

ہادی

## ۴۴۔ کنول کا پھول

تو وہ چراغِ حرم کو فروغ آبیں ہے  
 غضب کا قہر نری چشمِ نیم خواب میں ہے  
 عجب بہار تیرے حسن کا جواب میں ہے  
 نہ یا من میں نہ نکلتا یہ گلاب میں ہے  
 ہر ایک بھول سے انداز ہے جدا تیرا  
 کہ دل نشین ہے عجب کچ پڑھتا تیرا

لپٹیم سحر ہے گفتگو تیری کنکں کشاں نے پھرتی ہے جستجو تیری  
ہزاروں سے ہو مجھ سے کو آرزو تیری کہمت رکھتی ہے مہیاے خوش گلو تیری

فضائے آب میں سرست جام ہے تیرا

تہیہ لذتِ شربِ مدام ہے تیرا

تیرے چراغ پہ پردانہ دار گر تا ہے دُور شوق سے بے اختیار گر تا ہے  
بلا نہیں لیتا ہے ہو کر نثار گر تا ہے قریب آ کے ترے بار بار گر تا ہے

یہ بخود ہی یہ پردوں کی تیش یہ سرعتِ شوق

ذرا سے کیرٹے میں ہرگز نہ پاکی و مصیبتِ شوق

یہ دھیمی دھیمی فعال دور یہ ناشکیبائی یہ جوشِ دردِ محبت یہ نالہ فرسائی  
یہ آستانِ یہ ترے شوقِ ناہیہ سائی یہ تیرے کچ میں دن بھر نسیمِ پیائی

سوا دشب میں بھی دھن ہے تیرے شبتاکی

مگر تلاش کسی کی ہے حنِ پنہاں کی

شاکر

## ۲۵- انبہ

باہے آموں کا کچھ بیانِ جلے خامِ نخلِ رطبِ فناں ہو جائے  
نظر آتا ہے یوں مجھے یہ نثر کہ دماغِ ازل ہے مگر

آتش گل پہ تند کا ہے قوام      شیر کے تار کا ہے ریشہ نام  
 یا یہ ہو گا کہ زطر راحت سے      باغافوں نے باغِ جنت سے  
 انگلیں کے محکم ربِ اناس      بھر کے بیجے ہیں سرِ مہرِ گلاس  
 یا لگا کر خضر نے شاخِ نبات      بدقوں تک دیا ہے آپِ حیات  
 تب ہوا ہے مٹرِ فشاں یہ غسل      ہم کہاں درۂ ابد کہاں یہ غسل  
 تھا ترنجِ زرا ایک خرو پاس      رنگ کا زرد پر کہاں بُو پاس  
 آم کو دیکھتا اگر اک بار      پھینک دیتا طلّائے دستِ افشا  
 ردقِ کار گاہِ برگِ دونا      نازش دو دمانِ آبِ دہوا  
 رہر و راوِ غلد کا توشہ      طوبی و سد رہ کا جگر گوشہ

صاحبِ شاخِ برگِ دبارِ ہوام  
 ناز پروردہ پہسار ہے آم

غالب

## ۴۶ - انبہ

شاہ نے دیں آم بھری کشتیاں      بحرِ عطا کیا ہی ہوا موزن  
 کشتیوں میں آم ہیں جو رنگِ رنگ      داغ کا گھر آج ہے شکِ مہن  
 سُرخ میں ہوا دھنوں کی بہار      سبز میں ہے سبزِ خطون کی بہار

ند میں ہے رنگ گلِ نازِ عطر  
 ایسے کہاں پریل کے پر ہز ہز  
 سونگھو کے ہو جائے معطرِ دماغ  
 مٹھو پُآن کے ہے گڑبگڑِ متن  
 گر کبھی ان آموں کا رس چوس لیں  
 بونٹ ہی چاٹا کر یں شیریں دہن  
 انہ شیریں جو اسے ہو نصیب  
 نام بھی شیریں کا نہ لے کو بہن  
 سینکڑوں تسمیں اسی سیو کی ہیں  
 پھر ہے یہ افراطِ لاکھوں ہی ست  
 واقعی ان آموں کی تعریف میں  
 کم ہیں جہاں تک کہیں اہل سخن

مجھ کو یہ مصرع بہت آیا پسند  
 انبۃ اللہ نبیاً تاحسن

داغ

## ۲۷ - انبۃ

کیوں نہ درختوں پہ ہودہ سر بلند  
 اس کا ہے پھل شاہ و گدا کو پسند  
 ہند کے سب میوؤں کا سردار ہے  
 بدلتی ہر کوہِ پتہ و بازار ہے  
 جو صفائی اسے اک بار کھائے  
 میوے صفائے کے سبھی بول جائے  
 اور مٹھائی جو کبھو اک ذری  
 کھائے اک بار تو بھر جائے  
 آم میں ہے ایک جلالتِ محبت  
 رہتی ہے اس کی تو ہمیشہ طلب

پیٹ بھیسے جی نہ پر اس سے بھرے      آدمی پھر کھائے نہ تو کیا کرے  
ہوتا ہے شیریں تو بہت پال کا      لیکے ہے پُٹکے کا بھی طرفہ مزا  
میوہوں میں ہے فوقیت اس کے تئیں      باغ میں پھر کیوں نہ ہو بالانشیں  
ثوخنہ پسند دیتے کا رنگ ہے      سیب سمرقند بھی یاں دنگ ہے

میوہوں میں ہے بس وہی ہر دل عزیز  
سیب غلام اُس کا رہی ہے کنسیر

۱۰

### ۴۸۔ جونپوری خرنپرہ

سہرے کا بل کے کھا کے دیکھے      چلے بھی لکھنؤ کے چکھے  
پردہ دوز پہ جونپور کے پھل      ہر طرح ہیں زائقے میں انقل  
کھائے ایک کھاش تو ہوں بیتا      پیچھے گا نہ اس مٹھاس کو قند  
بھینی بھینی وہ میسٹھی خوشبو      ہوتا زہ دماغ ایسی خوشبو  
مرکز ہے بشیر پور مشہور      ہے شہر سے یہ مقام کچھ دُور  
اس کاشت کو بے زہیں لکیر      یا آب و ہوا کی کہئے تاثیر  
اس کھیت کا ہے عجیب پانی      جناب اس میں آپ زندگانی  
گھنٹا گھنٹا پانی چلا آتا ہے      شکل ایک گرنے جُدا ہیں

صورت کو نہ دیکھے پہلوں کی      سیرت کی ملاحظہ ہو خولی  
صورت تو نہیں ہے خواہر      سیرت کی نقطہ ہر قدر وقیمت  
جو لطف مزے ہیں کیسے کس سے  
چکے جو کوئی تو یاد رکھے

حفیظ جو پوری

## ۴۹ - ہاتھی

اس کی گجگاہ کی اللہ سے چہرے پہ ٹلک      کہکشاں چوں شب یلدا میں نایاں بہ فلک  
بیٹھے میں ہے وہ کوہ اٹھنے میں بے ابریاہ      عرشِ نعت میں ہر چلنے میں ہر چون منہ تنگ  
نہجہ طور کا چہرے پہ ہو اس کے جلوہ      رنگیں ترنیں کیلئے جس گھڑی اس کا تنک  
جھول پر اس کی ستاروں کا کہوں میں کیا حن      تارے جس طرح رہیں اتنا ندھیری میں چنگ  
سے کے خرطوم میں زنجیر پھرا ہے وہ اگر      اس کے دانتوں کو یہ سمجھ جو کوئی ہوزیرک  
یہی نے ہاتھ نکالے ہیں سبہ نیچے سے      ملنے کو مجنوں سے سُن سلسلہ پاکی جھنک  
روز میڈاں اسے دیکھو تو دلادراتنا      سر کے دال سے نہ جہاں سے کہ زیریں جا کرک  
چرخ کیا چیز ہے لاوے وہ جسے خاطر میں      بان بجلی کی کڑک کا کبھی پہنچے اس تنک  
چلے وہ توڑ کے جوں نیشکراں کی جڑ کو      پاؤں کھلانے لگے سونڈ میں لے کر یہ لنگ  
بلے تکان اس قنداس کا ہر چلا داجیسے      جہر میں بار کے سایہ سے ہو سایہ کی ڈھلک

اس قدر ہے وہ بُک رو کہ کبھی جلتے دنت  
پاؤں کی اس کی دل مور کو پہنچے نہ دمک

سودا

## ۵۰۔ اونٹ

اونٹ تو ہے بس حلیم و خوشی خصل  
تیری پیدائش رفہ عام ہے  
لق و دق صحرا میں یا میدان میں  
سایہ انگن ہے نہ داں کوئی چٹان  
چلچلاتی دھوپ ہے اور چپ ہوا  
تو دہاں کے مرحلے کرتا ہے طے  
قیمتی اشیاء ہیں تیری پشت پر  
تو وہ تو وہ تیرے اوپر لد رہا  
چند ہفتے جب کہ جاتے ہیں گزر  
اونٹ گھراتا نہیں تو بارے  
گویا کہتا ہے کہ اے میرے سوار  
ہاں نہ ہو بے دل نہ صر میں بنگ

تربیت میں چھوٹے بچوں کی مثال  
آدمی کے حق میں اک انعام ہے  
یاعرب کے گرم ریگستان میں  
سرد پانی کا نہ دریا کا نشان  
داں پرندہ بھی نہیں پر مارتا  
دن بدن اور ہفتہ ہفتہ پے بہ پے  
تاجروں کا ریشم اور شاہوں کا زر  
ہے بھرا گویا جہاز پر بہا  
اور تھکا دیتا ہے راگب کو سفر  
دیکھتا ہے اس کی جانب پیاسے  
ایک دن تو اور بھی ہمت نہ ہار  
صاف حشر چہرے آگے دھر لپک

مجھ کو آتی ہے بولے ہوئے آب      نا اُمیدی سے نہ کر تو اضطراب  
 اونٹ تو کرتا ہے اس کی رہبری      یوں بنا دیتا ہے راگب کو جری  
 آخوش منزل پہ پہنچاتا ہے تو      ادھو کے خلد و خس کھاتا ہے تو  
 صبر سے کرتا ہے طے راہ و دراز      سچ کہا ہے تو ہے خشکی کا جہاز  
 الغرض تو ہے حلیم و خوش خصال  
 تربیت میں چھوٹے بچوں کی مثال

۱ اسمعیل

## ۵۱۔ گھوڑا

نازک مزاج نترن اندام تیز رو      گردوں میں باد یہ پیا و برق دو  
 اس کا نہ اک قدم نہ زغذیان کی سو      دو روز سے نہ گاہ ملی تھی اسے نہ جو

رقار میں ہوا تھا اشا سے میں برق تھا

سرعت میں کچھ کمی نہ تھی چل بل میں فرق تھا

مٹا، جما، اڑا، اُدھر آیا، اُدھر گیا      چکا، پھرا، جمال دکھایا ٹھہر گیا  
 تیردوں سے اُدکے جھیموں میں بھٹک گیا      برہم کیا صفوں کو پرے سے گزرا گیا

گھوڑوں کا تن بھی ٹاپ سے سے نکال دیا

ضرب تھی اُھل کی کہ سرو ہی کا دار تھا



وہ جست و خیز و سرعت چال کی سمند  
سلجے میں تھے ڈھلے ہوئے ایسے جوں  
سم قرص ماہتاب سے روشن ہزار چند  
نازک مزاج و شوخ و سیہ چشم مرلند

گر ہل گئی ہوا سے ذرا ہاگ اڑ گیا

پتلی سواری نہ پوری تھی کہ مر گیا

آہو کی جست شیر کی آمد پری کی چال  
کبکری خیل دل طاووس پائمال  
سبزہ بیک روی میں قدم کے تلے نہال  
اک دو قدم میں بول گئے چو کردی غزال  
جو آگیا قدم کے تلے گرد بردھتا

چل بل غضب تھے کہ چلا وہ بھی گردھتا

بھلی کبھی بنا کبھی رہو ار بن گیا  
آیا عرق تو ابر گہر بار بن گیا

گہر قطب گاؤ گنبد دوار بن گیا  
نقطہ کبھی بنا کبھی پرکار بن گیا

حیراں تھے اس کے گشت پہ لوگ اس جھوم کے

توڑی سی جا میں پھرتا تھا کیا جھوم جھوم کے

انہی

## ۵۲۔ گھوڑا

آہو کی آنکھ شیر کی چون غضب کی چال  
وہ بال تھے کہ جوتے کبھرا بیٹھے بال  
گردن کے خم کو دیکھ کے ہوسرنگوں پال  
بوجھے کوئی سوار سے شائستگی کا حال

اُد کو زمیں تلک کبھی گردِ قدم گئی

جب بس کہا چمکتی ہوئی برقِ نعم گئی

جرات میں دشکب شیر تو پہل میں پلِ تن پائی کے وقت بکری جت میں ہرن

بجلی کی جگہ تو کہیں ابرِ قطرہ زن بن بن کے آنے جانے میں طارِس کا چین

سیاہ تھا زمیں پہ فلک پر سحاب تھا

دریا پہ موج تھا تو ہوا پر عقاب تھا

پریاں ہیں یا کنوتیاں ہو گام دارد گیر حلقے سے یوں نکلتا ہے جیسے کماں تیر

روئیں وہ نرم جلد وہ باریک بے نظیر چینی پرند جس سے مقابل نہ ہے حریر

ایسی بک ردی نہیں دیکھی شباب میں

دوئلے تو فرق لائے نہ تحمل کے خواب میں

خوش خود خوش خرام خوش ندام خوش حکم خوش بد خوش جمال لودا ہم تیز گام

عالم دارد شورخ چشم و سعید خجستہ کام گل پوش تیز ہوش سن گوش لاہ قام

غازی تمنا سرفراز تھا عالی دماغ تھا

گویا ہوا کے ددش پہ ایک زندہ بارغ تھا

چالاکیاں بھی غیظ بھی غربت بھی جگمگاں بلاد دی براق کے دلدل کا ڈھنگ بھی

بریں اسد بھی بحرِ غا میں نہنگ بھی گھوڑا بھی شیرِ زم بھی ہرن بھی پلنگ بھی

ہے آگ کا مزاج تو سرعت ہوا کی ہے

ا خدا دانے مجمع ہیں قدرتِ خدا کی ہو

## ۵۳۔ گھوڑا

رہوارِ بک پر نیم سحری تھا ہم پیکرِ طاؤس دم جلی گری تھا  
تن تن کے اٹھانے میں قدم کبکڑی تھا کافے میں جو پرکار تارنے میں پری تھا  
رقتار تو کبکڑی دکھاتا تھا کسی کو  
سایہ بھی نہ اس کا نظر آتا کسی کو

غصے میں وہ تن تن کے دہانے کو چاتا اور جوشِ شجاعت میں کفٹ ہنڈے گراتا  
ہر صف میں کبھی جھوم کے آتا کبھی جاتا تلوار کی زد سے کبھی آقا کو بچاتا  
ہاپوں سے تھلکتی تھی زمیں حشر پاتا تھا  
اس صف میں جو پہلی تھی تو اس صف میں بچاتا تھا

انیس

## ۵۴۔ مرہل گھوڑا

ہے چرخ جب سے ابلیق ایام پر سوار رکھتا نہیں ہے دستِ خان کا بیک قرار  
جن کے طیلے بیخ کئی دن کی بات ہے ہرگز مرانی و عربی کا نہ تھا شمار  
ابد دیکھتا ہوں ہیں کہ زمانہ کے ہاتھ سے موی سے کنش پا کو گھٹاتے ہیں وہ لوحِ حار

تینا دہری نہ دہر سے عالمِ خواب ہے  
خستہ سے انہوں نے اٹھایا باغِ عمار

بیگے چنانچہ ایک ہمارے بھی مہرباں  
 نوکر ہیں سو روپے کے دیانت کی راہ  
 نہ دانہ و نہ گاہ نہ تیار نہ سٹیس  
 ماطافتی کا اس کے کہاں تک کردیاں  
 اس مرتبہ کو بھوک سے نہ بچا ہوا اس کا حل  
 قصاب پچھتا ہے مجھے کب کرو گے یاد  
 جس دن اس قصابی کی کھوٹی بندھاؤ  
 ہر رات اندروں کے تیش دانہ بوجھ کر  
 تنکا اگر پڑا کیس دیکھے ہے ٹاس کا  
 خط شعاع کو وہ سمجھ دستہ گیاہ  
 پیدا ہوئی ہے تس پہاگن باڈا اس قدر  
 گزرے وہ جس طرف تو کبھی اُسٹر نسیم  
 دیکھے ہو جب وہ فوڑہ دھان کی طرف  
 نہ استخاں نہ گوشت نہ کچھ اسکے پیٹ میں  
 سمجھا نہ جلتے یہ کہ وہ ابلتی ہے یا رنگ  
 یہ حال اس کے دیکھ غرضیوں کے حقوق  
 ہرزخم پر زبک کے سنبھتی ہیں کھتیاں

پائے مزا جو ان کا کوئی نام لے نہار  
 گھوٹا رکھیں ہی ایک سوتا خراب مہوار  
 رکھتا ہو جیسا سپ گلی طفل شیرخوار  
 قانون کا اب میں اس کے کہاں تک گدس شمار  
 کرتا ہوں اکباں کا جو بازار میں گزار  
 امید دار ہم بھی ہیں کہتے ہیں یوں چار  
 گزے سٹرس غمط اسے ہر لیں و ہر نہار  
 دیکھے ہے آسمان کی طرف ہو کے متقار  
 چوے کو آنکھوں موند کے دیتا ہے وہ پار  
 ہر دم زمیں پہ آپ کو ٹیکے ہے بار بار  
 ہر گز دروغ اس کو تو مت جان زنیہار  
 بادِ سموم ہوئے وہی گزر کرے گزار  
 کھوٹے ہر اپنے سم سے کنوئیں ٹاپیں مار مار  
 دھونکے ہر دم کو اپنے کہ جوں کھال کو کھار  
 خارش سے زمیں کہ ہر مہر و ج بے شمار  
 چٹکل سے موزی کے تو جھڑا اسکو کر دگار  
 کہتے ہیں اس کے رنگ کو گسی اس اعتبار

لیجادی چور یا مرے یا ہو کہیں یہ گم  
ان تین بات سے کوئی جلدی ہوا شکار

القہر ایک دن مجھے کچھ کام تھا ضرور  
رہتے تھے گھر کے پاس فقارادہ آشنا  
خدمت میں ان کی میں نے کیا جاہ التما  
فرمایا تبا بھلا نے کہ اے ہربان من  
لیکن کسی کے چڑھنے کے لائق نہیں یہ اسپ  
بد رنگ جیسے لید ہو بد بوئے چوں پشاپ  
مانند منہ چوکی لکد زن ہے خان پر  
اتنا وہ سرنگوں ہو کہ سب اڑے ہیں انت

آیا یہ دل میں جا بیٹے گھوڑے پہ ہو سوار  
مشہور تھا جنہوں کے وہ اسپ نابکار  
گھوڑا مجھے سواری کو دواپنا مستعار  
ایسے ہزار گھوڑے کر دے تم پہ میں نثار  
یہ واقعی ہے اس کو نہ جانو گے انگسار  
بد میں یہ کہ صعلیل ادبڑ کرے ہزار  
لا جنب وہ زمیں سے ہی چوں میخ استوار  
جڑے پس کہ ٹوکوں کی نت پڑی بولہ

مانند اسپ خانہ شطرنج اپنے پاؤں

جز دست غیر کے نہیں چلتا ہے زنیار

اک دن گیا تھا لنگے یہ گھوڑا ربات میں  
سب سے خط سیاہ دیسے ہوا سفید  
پہنچا غرض مردس کے گھر تک وہ نوجواں

دولہا جو بیانیے کو چلا اس پہ ہو سوار  
تھامو سماجو قدس ہوا شاخ باردار  
شیخوخت کے درجے سے کراس طرف گزار

میٹھا تو اس قند ہے وہ جو کچھ کہ تم سنا  
لیکن اب ایک دن کی حقیقت کہوں میں یاد

دلی ملک ان پہنچا تھا جس دن مرہٹہ  
 متعت سے کوڑیوں کو اڑایا ہر گھر میں بیٹھ  
 ناچار ہو کے تب تو بندھایا میں اس پیر  
 جس شکل سے سوار تھا اس دن میں کیا کہوں  
 چابک تھے ددوں ہاتھ میں پکڑے تھامنے میں آگ  
 آگے سے تو بڑھ اے دکھلاتا تھا سیٹھ  
 ہرگز وہ اس طرح بھی نہ لانا تھا بڑا  
 اس مضحکہ کو دیکھو تھے جمع خاص عام  
 پیٹھے اسے لگاؤ کہ تا ہودے یہ رعاں  
 کہتا تھا مجھ سے کوئی ہوا تجھ سے کیا گناہ

اس مختصر میں تھا ہی کہ ناگاہ ایک روز

فتنہ کو آسمان نے کیا مجھ سے پھر دو چار

دھوبی کہا کے گدھے اس دن تھے تھم  
 ہر اک نے اس کو اپنے گدھے کا خیال کر  
 دینے کشمکش ہوا اس آن موجزن  
 بدبشی اس کی دیکھو کے کو خرس کا خیال  
 رکھتا تھا کوئی لاکے پہری کو منہ کے پاس

اس اجڑے کوسن کیا دونوں وہاں گزرا  
 پکڑے تھا دھوبی کان تو کہنے تھا دم کھلا  
 تھا مغرب ڈیئے خفت سے ایک با  
 رٹکے بھی وہاں جمع تھے تماشہ کو بے شمار  
 مواس کے تن سے کوئی اٹھاٹے تھا بار بار

کہتا تھا کوئی مجھ سے کہ مجھ کو بھی چڑھا  
 کتے بھی بھونکتے تھے کھڑے اس کے گرد پیش  
 دو نگار کا تجھے میں نو چندا اتیار  
 ساتھ اس سمندر خرس ناک کے جو چشم چار  
 اُس وقت میں نے اپنی مصیبت پہ کر نظر  
 جگر ڈر میں سو ہیوں سو کر رکوں کو درد چار  
 کہتے لگا خدا سے یہ درد کے ناز زار  
 کتوں سے یا رڈوں کہ مروں پناہ مار  
 بارے دعا مری ہوئی اُمّ وقت مستجاب

داں سے بہر غلط کیا جنگ کا تھک گزار

دست دعا اٹھائے میں پھر وقت جنگ کے  
 پہلے ہی گولا چھوٹے اس گھوڑی کو لگے  
 کہنے لگا جناب الہی میں یوں پکار  
 ایسا لگے یہ تیز کہ ہو دے جگر کے پار  
 لٹنے میں مر رہے بھی ہوا مجھ آدو چار  
 گھوڑا تھا بس کہ بلا غروریت و تسخک  
 کرتا تھا یوں خفیف مجھے وقت کار زار  
 دو رڈوں تھا اپنے پاؤں سے چوں طفل زوار  
 جاتا تھا جب ڈپٹ کے میں اُس کو حریف  
 بے جوتیوں کو ہاتھ میں گھوڑا بعل میں مار  
 جب دیکھا میں کہ جنگ کی سیال پابندی شکل  
 دھر دھمکا داں لڑتا ہوا ہنر کی طرف  
 قصہ گھر میں آن کے میں نے کیا قرار

گھوڑے مے کی شکل یہ ہے تم نے جو سنی

اس پر بھی دل میں آئے تو اب ہو بٹے سوار

سُن کر یہ اُن سے میں نے یہ قصہ دیا جواب  
 اتنا بھی جھوٹ بولنا کیا ہے ضرور یار

گفتن بھی بس ست کہ اس میں اہلقت ست  
 سمجھوں گا دل میں اپنے اگر ہوں گا ہوشیار

## ۵۵- شیر

لے شیر تیرے تن پہ ہے طاقت کا پوتیں  
 پیدا ہے تیرے رُخ سے تری شوکت اور حلال  
 دل تیرا بڑی دلی دغلامی سے ہے بری  
 تیرا رب کون ہے جو تو ہٹے بچے  
 حق نے عطا کیا ہے تجھے زور بے خلیل  
 گرسورا بچے کوئی میدان کا دھنی  
 حملے سے تیرے بچنے کو کافی نہیں مگر  
 غرا کے شیر کرتا ہے جب جوش اور زور  
 پہچانتے ہیں جانور آواز شیر کی  
 جاتی ہے اُن کے پاؤں تلے کی زمین نکل  
 لے شیر گرم خطہ ہے تیرے لئے وطن

شاہی کے حق میں کوئی بھی سا جی ترا نہیں  
 ظاہر ہے تیری شکل سے باطن کا تیرا حال  
 پھلے نہ تیرے پاس کبھی خوف لے جری  
 جھپکے نہ تیری آنکھ نہ گردن تری پلے  
 فولا دی گئیں ہیں تو دلیر ترا اٹل  
 جو شن کہ چار آئینہ یا خود آعنی  
 اللہ سے تیرا حوصلہ بے بے ترا جگر  
 جنگل تام ہوتا ہے سنان اور خوش  
 وہ ہونا کی کہ دہلتا ہے سب کا جی  
 ہیں بھاگتے کہ گویا تائب میں ہے اجل  
 بیٹر ہو نیٹاں ہوجھاڑی ہویا ہوں

لے شیر تو ہے شاہ ترا تخت ہے کچھار  
 ہے کس کو تیرے ملک میں دعوائے گیر دار

۲۰۰



## ۵۶۔ ہماری گائے

رب کا شکر ادا کر بھائی  
 جس نے ہماری گائے بنائی  
 اُس مالک کو کیوں نہ پکاریں  
 جس نے پلائیں دودھ کی دھاریں  
 خاک کو اس نے سبزہ بنایا  
 سبزہ کو پھر گائے نے کھایا  
 کل جو گھاس چری تھی بن میں  
 دودھ بنی وہ گائے کے تھن میں  
 سبحان اللہ دودھ ہے کیا  
 تازہ گرم سفید اور میٹھا  
 دودھ میں بھیگی ہوئی میری  
 دودھ دہی اور مٹھا مسکا  
 گائے کو دی کیا اچھی صودت  
 دے نہ خدا تو کس کے بس کا  
 دانہ دُن کا بھوسی جو کر  
 خوبی لگی ہے گویا صودت  
 کھائیتی ہے سب خوش ہو کر  
 کھانسنکے اور ٹھنڈے  
 دودھ ہے دیتی شام سو بے  
 کیا ہی غریب اور کسی پیاری  
 صبح ہوئی جنگل کو سدھاری  
 سبزہ سے میدان ہر ہے  
 جھیل میں پانی صاف بھر ہے  
 پانی مومیں مار رہا ہے  
 چھوٹا چھکار رہا ہے  
 پانی پانی گر چارہ چسکر  
 شام کو آئی اپنے گھر پر  
 دُدی میں جو دن ہے کٹا  
 بچے کو کس پیار سے چاہتا

گائے ہمارے حق میں ہر نعمت      دودھ ہے دیتی کھانے بنسبت  
 بچڑے اس کے بیل بنائے      جو کھیتی کے کام میں آئے  
 رب کی حمد و ثنا کر بھائی  
 جس نے ایسی گائے بنائی

اسماعیل

## ۵۷۔ ہمارا کتا پیو

پیو ہمارے گھر کا پُرانا رفیق ہے      بڑھا ہوا دانا ہے نہایت شفیق ہے  
 ہم دونوں بھائی بہنوں سے الفت اس قدر      جب کھیتا ہر دوسرے آتا ہے دور کر  
 جنگل کو جائیں ڈھور تو جاتا ہر ساتھ ساتھ      جب گھر کو واپس آتے تو آتا ہر ساتھ ساتھ  
 بے چارہ، گھر کی چوکی کرتا ہے رات بھر  
 اوردن میں کھیلتا ہر مرے ساتھ ادھر ادھر

اسماعیل

## ۵۸۔ کتا اور اس کا سایہ

مُنعہ میں ٹکڑا لے ہوئے کتا      ایک دریا کو تیر کر اڑا  
 پانی آئینہ سار ہاتھ چمک      نظر آئی تھی تکی مٹی تک

اپنی پرچھائیں پر کیا جو غور  
 مُنہ میں ٹکڑا دبا رہا ہے یہ  
 حرص نے ایسا بے قرار کیا  
 جو نہی ٹکڑے پہ اُس کے نہ مارا  
 واں نہ ٹکڑا نہ اور کتا تھا  
 یونہی جتنے ہیں لالچی ناواں  
 اُس کو سمجھا کہ ہے یہ کتا اور  
 گہرے پانی میں جا رہا ہے یہ  
 جھٹ سے غرا کے اُس پہ مار کیا  
 اپنا ٹکڑا بھی کھو دیا سارا  
 دہم عقاد ہم کے سوا کیا تھا  
 کر کے لالچ اُٹاتے ہیں ناواں

باز جتے ہیں کہاں کہاں کے خیال  
 اور کھو بیٹھے ہیں اپنا مال

۱ سماعیل

## ۵۹- اسلم کی بتی

چھوٹی سی بتی کو میں کرتا ہوں پیار  
 گود میں لیتا ہوں تو کیا گرم ہے  
 میں جو نہ چھیروں تو نہ جھلٹائے وہ  
 کپنچ کے دم اب نہ متاؤ ڈنگا میں  
 صاف ہے سُتھری ہر بڑی ہر کھلاڑ  
 گلے کے مانند داں نرم ہے  
 میں نہ ستاؤں تو نہ غرائے وہ  
 گھر میں سے باہر نہ بھاؤ ڈنگا میں  
 کھیلنے کے ہم دونوں بہت پیارے  
 کھیلنے کے در میں کمی دالان میں  
 اب نہ ڈرے گی وہ مری ماہ سے  
 صحن میں گھر میں کمی میدان میں

دُم کو ہلا میبے پڑیگی وہ پاؤں      بولیگی پھر پیاریوں میاؤں میاؤں  
 دوزگائے گیندیں جب آن کر      جھپٹے گی وہ اس پہ چہا جان کر  
 تاک رکائے گی دبوچے گی خوب      مار بیٹے اسے نوچے گی خوب

ہم نے بڑے پیار سے پالا اسے  
 کہتے ہیں سب چوچوں کی خال اسے

۱۔ سملیل

## ۶۰۔ مرغابی

ڈھل گیا دن اور شبنم ہریں پر قطرہ ریز      گوشہ مغرب میں گلگوں پر شفق و آسماں  
 پڑ رہی ہیں مدت تک سورج کی کرنیں زرد زرد      جارہی ہے تو اکیلی شام کو اُڑتی کہاں



دیکھتا کیوں ہو جس حیا دسوائے آسماں      یاس کی نظروں سے تیری شوکتِ پرواز کو  
 ارغوان زارِ فلک کے منظرِ خوش رنگ نے      کر دیا ہے اور دلکش تیرے نقشِ ناز کو



دھونڈتھی بھرتی ہو کیا کوئی سہانا آئینہ      یا کہ سرگرم تلاشِ دامنِ دریا ہے تو  
 کیا کسی بحرِ توجہ خیز کی ہے جستجو      یوں سکوتِ شام میں کیوں آسماں پیمایا تو



تو جبے سنگ نشانِ جادہ قبلہ مرحلہ      کرد ہی ہے آسماں پر قلع طبقات ہوا  
اڑ سکے بے بدردقہ تو یہ کہاں تیری مجال      کوئی طاقت ہے مگر تیری مقرر رہنا

لے ٹبک پرداز تیری سُرعتِ پردانے      طے کئے کتنے ہی دن بھر سرد طبقاتِ نسیم  
ہو کے داماندہ زیں پر گر نہ شہپر جوڑ کر      شب کی ظلمت کا ہر گرجہ سر پہ طوفانِ عظیم

ہو چکی تیری مشہقت ختم تھو کو عنقریب      گر میوں کا اک سہانا گھر لے گا خوشگوار  
گاتی ہوگی چوٹی چڑیوں میں ہم آہنگی تو      اور نشیمن پر ترے ہوگی نیساں کی بہار

ہو گئی غائب فضلے آسماں میں گرجہ تو      ادراپ آنکھوں میں ہر تیرا تصور یادگار  
میں نے سیکھا ہر سبق لیکن تری پردانے سے      ہو طریق زندگی میں تو مری آموزگار

منطقے سے منطقہ تک لے ٹبک پردازِ شوق      وسعتِ ادج فلک پر ہی جو تیرا راہبر  
مجھ کو بھی لے جائیو گادہ منزلِ مقصود تک      جب کہ درنگ جادہ ہستی سے میں تنہا سفر  
ترجما انگریزی) ————— سحر جہاں آبادی

## ۶۱۔ سارس کا جوڑا

کنارا بے درانہ سفر میں شام پڑ جانا      مصیبت خیز تھارس کے جوڑے کا بچھڑ جانا  
شب تاریکِ فرقت میں بھٹکانا ان غریبوں کا      صد ادینا مگر قسمت کا ایسا بیچ پڑ جانا

کہ یہ اس پار پکا اور اڑا دہ دوسری جانب

یونہی تدبیر کا ہر بار بن بن کر بگڑ جانا

غرض شب بھر یونہی اک دوسرے کی جستجو کرنا      مقابل کے کناروں پر وہ اُن کا ہاؤد ہو کرنا

وہ آغوشِ تنہا کھول کر مجبور رہ جاتا      وہ بیتابی سے اظہارِ دُور آرزو کرنا

سناتا دُور سے وہ داستانِ شوق و دُور کا

وہ اپنی بے بسی بے چارگی پر گفتگو کرنا

مگر آخر نشاںِ مشرق میں اُڑنا ہر تاباں کا      اِدھر روپوش ہو جانا شبِ تاریکِ ہجران کا

وہ صبحِ وصل کا آنا وہ اُن کا شوقِ مِلنا      غمِ دُوری کا مٹ جانا نکلنا دل کے ارمان کا

ستائشِ بخت کی کرتے ہوئے اُننا نشین ہے

محبت سے نئے سرے وہ ہونا عہدِ وصال کا

## ۶۲۔ بیا

ایک چھوٹا سا پرندہ دیکھے میں ہے بیا  
پر زانے بھر کی ہیں موجود اس میں خوبیاں  
رہتا ہے بچپن میں بھولا رنگ کچھ سیای لڑ  
اک برس کے بعد پھر ہوتی ہیں رنگ آمیزیاں  
موسم باراں میں دھل جاتا ہے جیسا کہ بابا  
ہوتے ہیں اس وقت پیارے رنگ پھر اے عیاں  
سکے اوپر کتھئی اور نیچے پیارا زعفرانگ  
کلک قدرت کی عیاں ہو جاتی ہیں گل گاریاں

بعد بارش پھر وہی ہے رنگ کی اہلی نمود

انقلاب دہرے کچھ کم نہیں تبدیلیاں

ہو جاکش وہ بلا کا ہر غضب کا وہ عقیل  
کیسی خوبی سے بناتا ہے وہ اپنا آستیاں  
بین کے مانند ہوتا ہے بلا شک گوندا  
اُس شجر پر جو بلندی میں ہو چھوٹا آسماں  
زراے تیار کرتا ہے خود اپنی چوہنچ سے  
مادہ لا کر دیا کرتی ہر اُس کو تیلیاں  
کام میں مشغول گاہے ہے کبھی نغمہ سرا  
راگ سے آباد رکھتا ہے وہ اپنا آستیاں

آستیانے میں فقط برساتیں ہتا ہے وہ

موسم گل میں ہے وہ تیاہ گلزار جہاں

بچوں کے بہنے کا گھر بھی وہ بناتا ہے جدا  
اس کی عقل و فہم و دانائی کا ہو کیونکر بیاں  
ایک جھولا متصل ہوتا ہے بے حد خوشنما  
واسطے بچوں کے ہی موجود سب لہجیاں  
گیلی مٹی گونے میں وہ لگا کر اک طرف  
ابھی پاک جھونٹا ہوا ہے بجائے شمعداں

شمع بزم افروز کئے کوکبِ شب تاب کو جس سے ہے پر نور رہتارات کو اس کا رمل  
 ساتھ بچوں کے رہا کرتی ہے مادہ رات کو  
 نر کی جا ہے یا ہندو لہ یا کہ کچھ آشتیاں  
 اپنے ہمجنسوں کا ہو جاتا ہے وہ دشمن ضرور آگئی گربات کوئی ناخوشی کی درمیاں  
 کیا بیاں تم سے کروں جنگِ جدل کا حال میں کیسی کیسی کرتا ہے وہ معرکہ آرائیاں  
 گونے کو کاٹ دیتا ہے وہ اپنی چونچ کو توڑتا ہے اندوں کو لے لیتا ہے بچوں کی جاں  
 اپنے آقلے بھی وہ مانوس ہو تلہ ہے بہت سننے ہی آواز اُس کی سمت ہوتا ہو رواں  
 جس کی قدرت کا ہے اک ادنیٰ کرشمہ یہ بیا  
 وہ ہے صنایعِ حقیقی خالق کون دسکاں

یا سطر۔ بوانی

## ۶۳۔ تستیاں

یہ آہ کیسی تستیاں ہیں اڑ رہیں بیاں ہاں  
 انکھے جن کے ڈھنگ میں طرح طرح کے رنگ ہیں  
 یہ کیسے بیل بوٹے ہیں  
 فلک سے پھول ٹوٹے ہیں

سحر



## ۶۴۔ دو مکھیاں

ایک مکھی کہ ہوزی احمق      فکر انجام اے نہیں مطلق  
کو تہ اندیش لالچی ناداں      دیتی پھرتی ہے مُنت اپنی جاں  
گری شیرہ یہ حرص کے ماے      پاؤں اور پر تھڑکے سہاے  
آنکھ اس کی پیٹے کی پھوٹ گئی      اکھڑے بازو تو ٹانگ ٹوٹ گئی  
آخرش پھنس کے رہ گئی مکھی  
کیا حماقت کی چاشنی چکھی

ایک مکھی ہے سخت دور اندیش      سوچ لیتی ہے کام کا پس و پیش  
اس پہ غالب نہیں ہوسنا کی      اڑتی پھرتی ہے وہ بہ چالاکی  
کہیں مہری کی جب دلی پائی      تو بآہستگی اُتر آئی  
گرچہ اس کام میں لگی کچھ دیر      چاٹ کر ہو گئی مگر وہ سیر  
کس مزے سے گزارتی ہے دن  
شکر کا گیت گاتی ہے بہن بہن

اسمعیل

## ۶۵۔ جھینگرا اور شہد کی مکھیاں

شہد کی مکھیوں کے در پر جا      کسی جھینگرے میں سوال کیا  
 مایو ہوں میں اک غریب فقیر      درد افلاس سے بہت دلگیر  
 آج کل کس غضب کا پالا ہو      مجھے سردی نے مار ڈالا ہے  
 تمہیں اللہ نے دیاسب کچھ      بھیکے دمجہ غریب کو اب کچھ  
 راو مولا ذرا سا شہد پلاؤ

دین و دنیا کا تم ثواب کماؤ  
 مکھیوں نے کہا میاں جھینگر      جسم میں تم ہو م سے بڑھ چڑھ کر  
 دست و پا گر ہلاتے گرمی میں      مرتے ہرگز نہ بھوکے سردی میں  
 یا کہ برسات کے تھے جبا یا م      ان میں محنت سے تم جو کتنے کام  
 مجھ اچھا ذخیرہ ہو جاتا

آج کل وہ تمہارے کام آتا  
 بولا جھینگر بہت ہوں میں کبخت      مجھ کو قیمت کی ہے شکایت سخت  
 جب کہ گرمی تھی یا کہ تھی برسات      میں نے گانے میں کھوڑا ملن اور رات  
 نہیں جاوے کا کچھ خیال آیا      مجھ کرتا کہاں سے سرمایہ

اب مجھے کچھ خدا کی راہ پر دو  
 بھاگوانو بھلا تمہارا ہو

لمکیاں بولیں اس سے اور جھینگ  
 چین سے جا تو بھائی اپنے گھر  
 جب جو گاتا رہا تو اب بھی گھا  
 اور کھانے کی جا ہوا تو کھا  
 کل کی جو فکر آج کرتے ہیں  
 کبھی بھوکے نہیں وہ مرتے ہیں

مہر

## ۶۶ - جگنو اور بچہ

سناؤں تمہیں بات اُک ات کی  
 کہ وہ رات اندھیری تھی برسات کی  
 چھنے سے جگنو کے تھا اک سماں  
 ہوا پراڑی جیسے چنگاریاں  
 پڑی ایک بچے کی اُن پر نظر  
 پکڑ ہی لیا ایک کو دوڑ کر  
 چمکدار کیزا جو بھایا اُسے  
 تو ٹوپی میں جھٹ پٹ چھپا ہوا  
 وہ جھم جھم چمکتا اُس سے اُدھر  
 تو غمگین قیدی نے کی التجا  
 پھر کوئی رستہ نہ پایا مگر  
 کہ چھوٹے شکاری مجھ کر رہا

خدا کے لئے چھوڑ دے چھوڑ دے

مرے قید کے جال کو توڑ دے

کوڑا گناہ آنا د اُس وقت تک  
 کہ میں دیکھ دوں ن میں تیری چمک

چمک میری دن میں نہ کبھی گم  
 او چلے میں جو جاتی ہے وہ تو گم

اے چھوٹے کیڑے نہ دے دم مجھے      کہے واقفیت ابھی کم مجھے  
اُجائے میں نے کھلے گا چال      کہ اتنے سے کیڑے میں ہر کی کمال

دھواں ہے نہ گرمی نہ شعلہ نہ آئینہ

چمکنے کی تیرے گردوں گامیں جانچ

یہ قدرت کی کاریگری ہے جناب      کہ ذرہ کو چمکائے جوں آفتاب

مجھے دی ہر اس واسطے یہ چمک      کہ تم دیکھ کر محکوم جاؤ ٹھٹک

یہ اُلٹ پنے سے کرد یا مثال

سنبھل کر حلو آدمی کی سی چال

اسماعیل

## ۷۷۔ برساتی چنگے

لمپ لکڑے کو سامنے کچھ دیر شب کو دیکھتے      سیکڑوں کی بوج اُجائے ہیں ہر ہر رنگ کے  
جمع ہو جاتا ہے پردوں کا اک جم غفیر      گو بقا ہر دیکھنے میں ہیں یہ بالکل ہی حقیر  
قدرت باری کی ہیں لیکن یہی بہتر مثال      ان کی شکلوں سے خطا ہر کئی صانع کا کمال  
موجھیں ہیں منہ پر کسی کی سونڈ رکھتا ہر کوئی      گول صورت ہر کسی کی اور لانا ہے کوئی  
سبز ہے رنگت کسی کی ہے کوئی بالکل سیاہ      وہ چمکے دیکھ کر چہرے کو پھسلتی ہے نگاہ  
ہیں کسی پر تپتی تپتی خوبصورت محالیاں      اور کسی کی پشت پر میں چھوٹی چھوٹی چٹیاں

کوئی ہو مصوم سیرت اور سنا ہے کوئی  
 کوئی چپ رہتا ہے ہالکا ہنسناتا ہو کوئی  
 الغرض ظاہر ہوا ان سے قدرت پر مددگار  
 اور ان کا موسم باراں پہ ہے دار و مدار

ہادی

## ۶۸- کیرا

تم ہں کیرے کو دیکھو تو لگتا رہ  
 چلا کتر کے کیا کیا تیغ و خم سے  
 کسی سوراخ میں دن کا ستار  
 کو دچم حقیقت ہیں سر تیشیز  
 اسے قدرت نے ندیں پڑی ہیں  
 نہیں لگتی ہر اچھی سواری دسم  
 جو دیکھو نالغ اس کا دھڑہ سے  
 مگر کیرے کو بھی سمجھو نہ ہیشا  
 نہ پے پروائی سے چلے جھپٹکر  
 کہ دو دنوں کی دانا دیکھو سکتا  
 ہے دو دنوں ہی میں یکساں شکلا

تہلری راہ میں ہر گرم رفتار  
 جھلکتا ہے یہ آواز قدم سے  
 سویرے ٹٹکے شبنم چاٹتا ہے  
 کہ سمجھ ہو جے تم سخت نا چیز  
 کچھ اک سبزی سڑھی بھی لگی ہیں  
 کہ خوش بختے ہو اس کو دیکھ کر تم  
 تو اس پر لوٹ ہو جاتے ہو جی کر  
 یہ مانا خاک مٹی میں ہے لیٹا  
 قدم رکھتے ذرا کیرے سے ہٹ کر  
 نمونے دو ہیں کارگر ہر یکتا  
 کے ہلکی اکس اور کس کو بھاری

اگر ہے خوبصورت مود پیارا تو کیرا لے گز کیوں جائے مارا  
 بظاہر کچھ نہیں اس کی حقیقت مگر جھپٹا سکی کتے ہو بڑی گت  
 تپے ننھی سی جاں اس کی ٹڑپتی  
 ہے تم جیسا ہی اک جائدار وہ بھی  
 اسماعیل

## ۶۹- چھوٹی چیونٹی

بڑی عاقلہ ہے بہت دُور میں ہے کہ فکر اپنی روزی کا تیرے تمیں ہے  
 اسی دُھن میں پہونچی کہیں سے کہیں کبھی اپنے دھندے سے غافل نہیں ہے  
 اری چھوٹی چیونٹی تجھے آفریں ہے

نہیں کام سے شام تک تجھ کو فرصت ذرا سی تو جان اور اُس پر یہ محنت  
 بہت جھپٹتی ہے مشقت مصیبت نہیں ہارتی پر کبھی اپنی ہمت  
 اری چھوٹی چیونٹی تجھے آفریں ہے

کبھی کام تو نے ادھورا نہ چھوڑا کبھی تو نے تکلیف سے ٹھو نہ موڑا  
 بہت کام تو نے کیا تھوڑا تھوڑا ذخیرہ یہ جاڑے کی خاطر ہے جوڑا  
 اری چھوٹی چیونٹی تجھے آفریں ہے

جوڑی کی رُت میں نہ کتنی کماٹی تو جاڑے کے موسم میں رتی بن آئی

تجھے ہوشیاری یہ کس نے سکھائی سمجھتی ہے اپنی بھلائی بُرائی  
 اری چھوٹی چوٹی تجھے آفری ہے  
 نہ کھودقت سُستی میں ہمت ہر تھوڑی دہی کام کرجس سے مالک ہو راضی  
 کرجس نے تجھے زندگانی عطا کی یہ عمدہ سبق ہم کو دیتی ہے چوٹی  
 اری چھوٹی چوٹی تجھے آفری ہے

۱۔ اسماعیل

## ۷۰۔ انسان

خدا نے دی ہر اے ایسی موہنی صورت  
 خدائے پاک نے اس کو دیلئے خلقِ عظیم  
 یہی تو ہے جو انسانیت کا اک تحفہ  
 یہی سبب ہے جو انسان نام اُس کا ہوا  
 اس آدمی کا ہے جیسا سب سے قد بالا  
 کہ جس کی گری سے روشن ہو چاند سا چہرہ  
 اسی سے متدل اس جسم کی ہر آب دہوا  
 اسی سے نور ہے آنکھوں میں گوشت و ہڈیا  
 کہ جسم پر بھی قابو ہر چشمِ عقل ہے دا  
 اسباب میں ہیبت پیری سے پڑ گیا رعشا  
 خدا نے دی ہر اے ایسی موہنی صورت  
 خدائے پاک نے اس کو دیلئے خلقِ عظیم  
 ہے اُنس مادہ اُس کا محبت اُس کا خمیر  
 کہاں ہے سر نیز ایسی لطیف رعنائی  
 شباب کی وہ خوش آئند دھوپ منہ پر  
 جوانی ہے کہ وہ آپ حیات کا چشمہ  
 اسی سے عقل میں جوت ہر فکر میں تیزی  
 جو تجھ کو کرنا ہے اے دل شباب میں کھڑ  
 شباب میں تجھے بڑے زور دار ہاتھ مگر

کبھی یہ زور متا گینڈے کی ڈھال چیرتو یہ حال ہو گیا اب ڈھٹا نہیں دھلکا  
 وہ کان سنتے تھے جو پائے سود کی آواز اب ان کے سر پہ چلے قپ تونہ آئے صدا  
 کشیدہ تھا کبھی مثل الف جو قد ہی وہ منہمی ہوا ایسا کہ بٹن کیا ہمزہ  
 سمجھ میں کچھ نہیں آتی حقیقت انساں کی یہ کیا ہے آب و آتش ہے خاک ہو کر ہوا  
 ابھی ابھی تو یہ سب کچھ ہے پھر یہ کچھ بھی نہیں  
 عجب طلسم کا سا حال ہے کہے کوئی کیا  
 سید شاہ محمد اکبر

## ۱۔ ایک حسین لڑکی

چہرہ یہ پیارا پیارا آنکھیں یہ کالی کالی لب لعل کی تپیاں ہیں صورت ہو بھولی بھالی  
 نازک بدن ہے اس کا یا نخل لعل کی ڈالی چہرہ کارنگ دیکھو کہد کہ بھول والی  
 رُخ پر جو آ رہی ہیں اُر گر لیں ہولے سر کا رہی ہے اُن کو کس ناز سے ادا سے  
 ناز اُس کے قدرتی ہیں یہ اُن ہی بخیر خود دلکش نظر ہے لیکن واقف نہیں نظر خود  
 بالوں میں بن ہے ہیں گھونگر ادھر ادھر خود دار نہ ہو رہا ہے حُسن اُس کی شکل پر خود  
 کیسا دہن ہے زیبا کتنا ہے تنگ دیکھو  
 آنکھوں میں لال ڈورے لائے ہیں رنگ دیکھو



کس ٹھنڈے لڑکپن اس کو کھلا رہا ہو      چھوٹے سے قد کو کیا چالوں پہ لا رہا ہو  
 ملکر کبھی بتم جو ٹٹوں پہ آ رہا ہے      ملکر کبھی نظر سے شوخی دکھا رہا ہے  
 وارستگی تو دیکھو بے خود ہے کس قدر یہ

آنچل زمیں پہ لٹا لیکن ہے بے خبر یہ  
 چوٹی نہیں بندھی ہر بال اڑتے ہیں ہوا سے      بندے اُلجھ گئے ہیں بالوں میں تو بلا سے  
 باؤں پہ جمتی ہے گوداڑاڑکے جا بجا سے      سر پر چمکے ہیں ذرہ ذرا ذرا سے  
 کرتا کریب کا ہے کانٹوں پہ ہے وہ اُنکا  
 دامن پھٹا وہ دیکھو کھینچا جو دیے جھٹکا

کرتے کو دیکھ کر یہ پہلے تو مسکراتی      پھر کچھ جو دھیان آیا حیرت سی رخ پہ چھائی  
 پوچھے گی ماں کہاں سے کرتے کو پھاڑ لائی      یہ ڈر نہیں تو چھوٹی چہرہ پہ کیوں ہوائی  
 کرتے کو دیکھتی ہے کانٹوں کو دیکھتی ہے  
 ماں سے یہ کیا کہے گی بس سوچ اسے یہی ہے

نبلی پھر اٹھ کے اب کچھ تسکین پا رہی ہو      رنگت اڑی ہوئی پھر چہرہ پہ آ رہی ہو  
 چھوٹی سی آرسی کو نظروں میں لا رہی ہو      خود مسکھڑا رہی ہے خود مسکرا رہی ہے  
 لائی ہوا جو اپنے دامن میں گود بھر کے  
 آنچل میں مسکھڑا چھپایا آنکھوں کو بند کر کے

چل نکلی اور ٹھنک کر مجھ پر نگاہ ڈالی      میں اُس کو دیکھتا ہوں یہ بات اُس پہلی

آنکھیں اٹھا کے دیکھا اور پھر نظر بچالی یہ قدرتی جلا ہے دل کو بٹھانے والی  
 دیکھے جو پھر تو شاید ترجیحی نظر سے دیکھے  
 پھر اے رُخ تو شاید مُردہ کرادھر سے دیکھے  
 دیکھا تو اُس نے لیکن گردن جھکا کے دیکھا آنکھ کو سر پہ ڈالا اور مُسکرا کے دیکھا  
 کیا ترجیحی چہنوں سے آنکھیں چُک کے دیکھا دیکھا پھر اُس نے دیکھو آنکھ ہٹا کے دیکھا  
 پایا نیا جو مجھ کو کچھ شرم آئی اس کو  
 فطرت کی یہ ادا ہے بننے کا فہم کس کو  
 چہنے کی راہ لی ہے شاید پئے تھی پانی پہنچتی تو دیکھتی ہی چُپ سن کھڑی دانی  
 عکس فلک کی رنگت سوچ کی وضو فانی پانی تو ہے سنہرا ابدت ہے آسمانی  
 لہروں پہ چلتی پھرتی سورج کی جو جھکے  
 اس سے جھک رہی ہے کیا بجلیوں کا شکر  
 وہ پانچے سنبھانے پانی تو خیر کم ہے ٹخنوں ہی تک ہو گرا اد خدی قدم ہے  
 لیکن لچک بدن میں چلنے سے دم بدم نازک ہوا پاؤں پھیلے پانی میں تو ستم ہے  
 وہ ادھر مٹی نہ سنبھل پانی سے تر ہوئی ہے  
 وہ لڑکھوا لی دیکھو دُہری کمر ہوئی ہے  
 نا اُتار کے پہنچتی زیرِ شجر کھڑی ہے تجھے سے دل پائس کے ہر جہت پڑی ہے  
 کچھ ادھر مٹی بدن پر کچھ خاک پر پڑی ہے خوشے کے ہوئے بیان سے نظر لڑی ہے

میں جا نہیں گراؤں پہلے یہیں تو اچھا  
کیسے یہیں تو اچھا ٹپے یہیں تو اچھا

شوقِ قدوائی

## ایک صبح کی عبادت گزار

(ایک تصویر کا سراپا)

واہ کیا صبح کا عالم ہے خدا کی قدرت  
جھلکا کر وہ جپے جاتے ہیں تلے دیکھو  
گہرا خاموشی بس اب تو نے کہ غفلت  
پڑ گئی پھیکے وہ کتاب کی گہری رنگت  
آشیانوں میں چپکنے لگے خوش بھو طور  
نکھ پھینکنے لگے بجنے لگے گھنٹے گھڑیاں  
اُٹھی ہر قدم عبادت کو پھر عبادت  
بندھ گئیں لاکھوں صفیں اس کی حضور کی گئے

وہ سنی جانے لگی بعد ازاں قد قامت

ایسے عالم میں ہے ایک معبدِ عالی کی نمود  
میز کیا ہے کہ یہ ایک رطل ہے قد آدم  
سامنے میز کے اسادہ ہے ایک خوش قلم  
ہر کھلی جس پہ کتاب ایک برائے قرأت  
موقوف کی نہیں ہے اپنے قلم میں قدرت  
ہے فرشتہ کہ پری کہنے کہ حورِ جنت  
سینے پر چھلک سی جھارہ کنوں کی حالت  
کس قدر کھٹکتا ہے اس جسم پہ یہ گون سیاہ

گورا چہرہ اسادہ چہرہ تو بھوکا سے وہ گال  
 کوٹوں تک آئے ہوئے اُس کے نہرئی بال  
 پتلیاں اُٹھی ہوئیں حیاں میں دپر کیٹ  
 لعل رنگیں کا دد پلکا کہے ان ہونٹوں کو  
 جیسے بلور چمکتا ہوا ایسی تھوڑی  
 چاند سا سینہ بھرا جسم جوانی کا یہ جوش  
 دہاں سے دنت ہو محبوب کی طاعت کا دھیاں  
 کہنیاں ہاتھوں کی بس لعل کا درپہیں ٹہکی  
 ایسی صودت پہ بھی خالق کو نہ رحم آئے گا  
 لیے بندے پہ بھی کیونکر نہ کریگا رحمت

شاعر

## ۳۔ پارہی

اس راجہ ہیا چل کے گھراک بالی سدر بیٹی سخی  
 مکھ اس کا چندلسن کا تھا نام اس کا گورا پارہی  
 لب لعل مین اور غنیمہ دہن تن برگ سن قدرو ہی  
 پوشاک جھلکتی تاش زری ان گنتی پہنے من موتی

وہ کٹھن کٹن کندن کے وہ بازو چھٹے اور مُندری  
 وہ جھانجن بختی سونے کی ادھ چڑی گھنگرد چوراسی  
 ماں باپ کی پیاری ناز بھری آنکھوں میں نندن پرتی تھی  
 نت بہتی ہاتھوں چاؤں میں اور مانی آس مرادوں کی  
 سکھ بھوجن نورس اور میوے پکوان مٹھائی دودھ دہی  
 سوہاٹھ اسیلی ساتھ پھر ہی ہم عمریں بھی بانی بھولی  
 سب پیار کریں تن من داریں سنگ کھیلیں جسمیں پہلے ہی  
 سب گھنے میں سراپاؤں لدیں تن سوہا سالو اور چتری  
 کوئی اچھے کوئے سوانگ کے کوئی ہنس ہنس کرتی اٹھکھیلی  
 دن رات منیس اور چین کریں ہر آن خوبی خوش دقتی  
 تھی رہتی گورا پارتی ان روپ مردوں ابرن میں  
 سب طور خوشی سے پرتی تھی نیت اپنے گھر اور آنگن میں  
 نظیر اکبر آبادی

## ۷۴ - دوشیزہ

ایک دن جو برائے سیراٹھا      دیکھی کٹھے ہے ایک ماہولقا  
 بام روشن تھا طور کی صورت      سر سے پاتک جو نور کی صورت

حسنِ یوسف بھی اس کے آگے ماند  
 گل سے رُخسار گول گول بدن  
 جلوِ حسنِ رشکِ شعاعِ طور  
 رُخ پہ وہ کبھو کبھو زلف کے بال  
 ناک میں نیم کا فقط تنکا  
 آستینوں کی وہ پھنسی کرتی  
 قد میں آثارِ سب قیامت کے  
 رُخ پہ مرمی سے وہ عرق کم کم  
 عکسِ رُخ موتیوں کے دانہ میں  
 آری سیکل گلے میں ڈالے ہوڑ  
 مردِ ساقِ تو گل سے رُخسارے  
 چہرہ زلفوں میں جیسے ابریں چاند  
 گال جس طرح تفتے روشن  
 ختم بدوور آنکھیں موتی چور  
 رگ گل سے وہ ہونٹ گال و لال  
 شوخی چالاکی مقتضائے سن کا  
 جسم میں وہ شباب کی پھرتی  
 گوری گردن پہ طوقِ منت کے  
 جس طرح گل پہ قطرہ شبنم  
 بجلیاں چھوٹی چھوٹی کانوں میں  
 پیاری پیاری کہیں نکالے ہوئے  
 شانے باز و بہرے ہمے ملے

کیا خدا دادِ حسن پایا تھا

آپ اللہ نے بنایا تھا

موزا شوق

## ۷۵۔ عروس

پرستاروں نے یہ اُس کو نہایا  
 جہاں میں حورِ جنت کر دکھایا  
 عجب مہرِ ت سے کیا وہیں نگہی  
 کہ کبھو دیکھ کر ہر ایک کا جی

لپٹ آئی جو یوں نے نفوں کی لپٹا  
 ہوئی کافر بڑے شک تاتار  
 کھجوری گوندھی وہ پاکیزہ چوٹی  
 کہ سب اہل نظر کی جان لوٹی  
 جہاں کی موتیں ملک بھری  
 فلک نے کہکشاں قربان کر دی  
 جو ٹیکاس کے ملتے پر لگایا  
 قمر نے اپنے دل پر داغ کھایا  
 بنگ ہر تاباں تھا جو چہرہ  
 ہوتا رشتا می منہ پہ سہرہ  
 وہ آنکھیں بند کرنا بھی ادا تھی  
 جی خمر گاہ میں پوشیدہ جاتی تھی  
 جب اُس کے کان میں پہنایا جھکا  
 پریشاں ہو گیا عقدِ نرِیا  
 پہن کر تھو خوشی سے رنگ لے مکا  
 وہ مکھڑا چاند سا گھونگٹ میں چکا  
 مری آدوہ دندانِ پیار پیار  
 چمکتے تھے شبِ یلدا میں تارے  
 مری مل کر جب اُس نے پان کھایا  
 یہ مطلع پڑھ کے نامِ سخن کا سنایا  
 مری مالیدہ لب پر نگہ پاں ہے  
 تماشہ ہے یہ آتش دھواں ہے  
 بنایا خال کا جل سے ذقن پر  
 عجب جو بن تھا اُس شک قمر پر  
 چڑھی منمو پردہ میں کے ایسی شیریں  
 کہ بھکی پڑ گئی نظر دں میں شیریں  
 گلے میں پہنا جب موتی کا مالا  
 بنات انش کو حیرت میں ڈالا  
 اگر ہاتھوں میں ہیرے کے کڑوے تو  
 نہ وہ خالص کے زیب پا چڑھے تو

بہت اس کے سوا بھی ادر گنا

مناسب جس جگہ تھا اُس نے پہنا

چاند

## ۷۶۔ خادمہ

اتنے میں گھر سے نکلی اک عورت      سناؤ لارنگ چلی صورت  
لال نیغہ ازار بند بڑا      لچھا ایک کنجیوں کا اُس میں پڑا  
کھیلتی ہنسی کھلکھلاتی ہوئی      آنکھ ایک ایک سے ملاتی ہوئی  
چاق چوبند سینہ زوری میں      پھول رکھے ہوئے کوری میں  
آنکھ ایک ایک پر گھلاؤٹ کی      بات ایک ایک سے لگاؤٹ کی  
حُسن کے دن جوانی زور دوں پر      رات کی باسی ہندی پروردوں پر  
یہاں بھڑی تمبھی دہاں بھری  
دو دو منہ نہں لے جہاں بھری

میدرزا شوق

## ۷۷۔ ماما

اتنے میں آدمی نے دی یہ خبر      اک سواری کھڑی ہو ڈیوڑھی پر  
آئی ماما بھی ایک ہے ہمراہ      کتنی چالاک ہے خدا کی پناہ  
پوچھتی آئی ہے یہاں تک گھر      ہاتھ کے کھڑکی ہے کونٹے پر  
اپنے سایہ سے بھی بڑکتی ہے      بوٹی بوٹی پڑی پڑکتی ہے



شرم ہے آنکھ میں نہ دل میں خطر  
بھیتیاں کہہ رہی ہیں اک اک پر  
ہنسی ٹٹھا جگت ضلع میں طاق  
چل رہی ہر زبان تراق تراق  
کھڑی اک اک کا سونہ چڑاتی ہر  
ہنسے دیتی ہے لوٹی جاتی ہے  
چوٹی لپٹی ہے باسی ہاروں سے  
رڑہی ہے جگت کہا روں سے

راستے والے جو گزرتے ہیں

سُن کے کانوں پہ ہاتھ دھرتے ہیں

مزارِ شوق

## ۷۸۔ نوشتہ کا حمام

ہوا جب کہ داخل وہ حمام میں  
عرق آگیا اُس کے اندام میں  
ترن نازنین نم ہوا اُس کا گل  
کہ جس طرح ڈوبے ہر شبنم میں گل  
پرستہ باندھے ہوئے لٹکیاں  
مردہرے طاش بیکر دہاں  
لگے ملنے اُس گلبدن کا بدن  
ہوا ڈھلکا آسے وہ چمن  
ہناتے ہیں یوں تھی بدن کا مک  
برسنے میں بجلی کی جیسے چمک  
بوں پر جو پانی پڑا سر بسر  
نظر آئے جیسے دو گلبرگ تر  
ہوا قطرہ آب یوں چمک بوس  
کہے تو پڑے جیسے زکس پادس  
لگا ہونے ظاہر یہ اعجازِ حسن  
ٹپکنے کا اس سے اندازِ حسن

گیا حوض میں جب شرابے ظیلر  
 وہ گدھا بدن اور بال کے تر  
 زمیں پر تھا اک موج نور خیز  
 زرد کےے ہاتھ میں سنگ پا  
 ہنسا کھکھلا کر گلِ نو بہار  
 عجب عالم اُس نازنین کا ہوا  
 ہنسنا اس اداسے کہ سب منہ پر ک  
 دُعا میں لگے دینے بے اختیار  
 کہ تیری خوشی سے ہر سب کی خوشی  
 نہ آوے کبھی تیری خاطر پہ میل  
 کیا جب غل اس رطافت کے ساتھ

پڑا آب میں عکس ماؤنسیر  
 کہے تو کہ ساون کی شام دسحر  
 ہوا جب وہ فوارہ سال آبِ یز  
 کیا خاد مہلتے وہ آہنگ پا  
 لیا کھینچ پاؤں کو بے اختیار  
 اثر گدگی کا جبین پر ہوا  
 ہنسے جی سے قربان چھوٹے بڑو  
 کہا خوش رکھے تجھ کو پر دردگار  
 مبارک تجھے رزد و شب کی خوشی  
 چمکتا ہے یوں فلک کا سہیل  
 اڑھا کھیں لائے اسے ہاتھوں ہاتھ

ہنا دھوکے نکلا وہ گل اس طرح

کہ بدلی سے نکلے ہے جس طرح

مید حسن

## ۷۹۔ شادی کی دھوم

بڑی خواہشوں کی آواہ رزد  
 محل سے نکل جب ہوا وہ سوار  
 چڑھا بیلے تھے وہ مشب فردز  
 بچے شادیا نے بہم ایک بار

کوئی دودھ گھوٹے کو لانے لگا  
 سپر اور تھپے کھڑے لگے  
 ٹکڑے دہ نوجوان اور ان کے بعد  
 دوسرے جو روشن چڑیاں ہوئے  
 براتی اور اور اندھ جوق جوق  
 دہ ابرک کی لمبی دہ پینے کی جھاڑ  
 دوسرے برابر برابر دہ تخت  
 اناروں کا دغنا بھینے کا زور  
 دہ ہتھاکا چھوٹا بار بار  
 جیبا آئی دہ دلہن کو گھر پر رات  
 بلوریں دہرے شعلہ بے شمار  
 نئے رنگ کے اور نئے طور کے  
 تماشائیوں کی یہ کثرت کہ بس  
 دہ دہ لہا کا مسند پہ جا بیٹھنا  
 ہو واجب نکاح اور بڑا رپان  
 دہ سب ہو چکے جب کہ رسم در سوم  
 سحر کا دہ ہونا دہ ٹوٹے کا وقت  
 کوئی ہاتھیوں کو بٹھانے لگا  
 سواروں کے گھوڑے بھرنے لگے  
 گر جادو دھوسوں کا مانند رعد  
 تپتے خوشی سے غزلخواں ہوئے  
 دہ آواز سرنادہ آواز بلوق  
 کہے تو کہ تپتے کے اور جھل پہاڑ  
 کسی پر کنول اور کسی پر درخت  
 ستاروں کا چھٹا پٹاخوں کا شور  
 ہر ایک انگ کی جس کو دہنی ہمار  
 کہوں داں کے عالم کی کیا توجہ رہا  
 چڑھیں بنیاں موم کی چار چار  
 دھڑے ہر طرف جھاڑ بٹور کے  
 ملے ایک سائیک سب پیش دسپا  
 برابر رفیقوں کا آ بیٹھنا  
 پلاسٹک کو شربت دیئے ہار پان  
 سواری کی ہونے لگی پھر تو دھوم  
 دہ دلہن کی رخصت دہ دہ کا وقت

وہ دُہن کا درد کے ہونا جُدا      وہ ماں باپ کا درد مانا جُدا  
 نکلتے وہ جانا محل سے جہیز      کہ جوں چشم سے اشک ہوئی خیز  
 یہاں موت ہر اہل عرفان کو      کہ جانا ہے ایک دن یونہی جان کو  
 وہ جو دردی مندی سے ہی آشنا  
 وہ شادی کا لیتے ہیں غم سے مزا

میکر حسن

## ۸۰۔ جلوس

زہیں تھا سواری کا باہر ہجوم      ہوا جبکہ ڈنکا پڑی سب میں دھوم  
 برابر برابر کھڑے تھے سوار      ہزاروں ہی یقیں ہاتھوں کی قطا  
 سنہری روپہلی وہ عتاریاں      شب دروز کی سی طرح داریاں  
 چمکتے ہوئے بادے کے نشاں      سواروں کے غٹا اور بانو کی شال  
 ہزاروں ہی اطراف میں پالکی      جھلا بوری جھنگی تالکی  
 کہاؤں کی زنجیت کی کرتیاں      اور ان کے دے پاؤں کی پُرتیاں  
 بندھی پگڑیاں طاش کی سرا پر      چکا چونڈیں میں سے آئے نظر  
 وہ ہاتھوں میں سونے کے ٹٹے کڑے      جھلک جھلکی ہر قدم پر پڑے  
 وہ ماہی مراتب وہ جنت رواں      وہ نوبت کہ دولہ کا جیسے سماں

وہ ہشتائوں کی صدا خوشنما  
 وہ آہستہ گھوڑوں پہ نقارچی  
 بجلتے ہوئے شادیاں تمام  
 سوار اور پیادے صغیر اور کبیر  
 وہ تدریس کہ جس میں تین ٹائیاں  
 ہوئے حکم سے شاہ کے پھر سوار  
 سجے اور سجائے سبھی خاص و عام  
 طرق کے طرق اور پرے کے پرے  
 وہ فیولنگی اور میگڈمبر کی شان  
 چلے پایہ تخت ہو کے قریب  
 سواری کے آگے پئے انتہام  
 نقیب اور جلو دار اور چوہدار  
 اسی اپنے معمول دستور سے  
 یالو جوانوں بڑے جائیو  
 بڑے جانے آگے سے چلتے قدم  
 غرض اس طرح سے سواری چلی  
 تماشا یوں کا جُدا تھا ہجوم  
 سہائی وہ ذہنیت کی دھیمی صدا  
 قدم با قدم بابا بے زری  
 چلے آگے آگے ملے شاد کام  
 جلو میں تمامی امیر اور وزیر  
 شہ دشانہ زائے کو گزرائیاں  
 چلے سب قرینے سے باندھے قطار  
 لباس زری میں ملتیں تمام  
 کچھ ایدھر اُدھر کچھ دیرے کچھ پرے  
 جھلکے وہ نقیش کے سائبان  
 بدستد شاہانہ پنتی جویب  
 نے سونے دے پے کے ملے تمام  
 یہ آپس میں کہتے تھے ہر دم بکار  
 ادب سے تفاوت سے اور دُور سے  
 دو جانب سے باگیں لے آئیو  
 بڑے عمر و دولت قدم با قدم  
 کہے تو کہ ہا و بہاری چسلی  
 کہ ہر طرف تھی لاکھ عالم کی مضموم

لگا قلعے سے شہر کی حد تک      دکاؤں پہ تھی ہانے کی جھلک  
 کیا تعازیں شہر آئینہ بند      ہوا چوک کا لطف دل چاہند  
 رعیت کی کثرت ہجوم سیاہ      گزرتی تھی رگ رگ کے ہر جانگ  
 ہوئے جمع کوٹھوں پہ جوں مردوزن      ہر اک سطح تھی جوں لبین چین  
 لگانے سے تاخیف و نعیف      تماشے کو نیکے دینے دشریف  
 نظر جس کو آیا وہ ماؤ تمام      کیا اُس نے جھک جھکا اُس کو سلام  
 دُعا شاہ کو دی کہ بارِ الا  
 سدا یہ سلامت ہے ہر دماہ

میدرحن

## ۸۱۔ تیشوشنکر جی کی برات

جب رات ہوئی تب تیشوشنکر خوشوقت سے اسوار ہوئے  
 سب آگے پیچھے وہ لہاکے دل شلو براتی سا اتھو چلے  
 نانوئیں رنگیں جھلملیاں اور جھاڑ بڑی گل کاری کے  
 ہر آن جڑاؤ چور ڈھیلیں اور سیس کے ادھر چتر پھرے  
 وہ پریاں تاجیں تختوں پر پوشا گئیں گئے جھک رہے  
 تقاعے نوبت طبل نشاں الخورے بجتے اور ڈف قلعے

ہر سرنامیں دھن میں میں کی اور کرنا ترنی جھانجھو ہٹے  
 کر دھولے دھول دھول باج ہے اور تارے بجے کر کر دھولے  
 مردنگ مندیے تال ہمیں اور مارے گھنگرو بھی جھنکے  
 وہ دھول دھما دھم شور کریں اور جھپٹے بھی چم چم کرتے  
 وہ ہاتھی کہیں اور کئے انباری ہو دے اور بنگے  
 وہ جھومتے چلتے قدم قدم اور بجتے جاتے گھنٹالے  
 وہ جھاڑ اور شعلیں پنہانے سب روشن اونچے شعلوں کے  
 وہ صحرانما کو سوں تک ہر ٹھور جائے جا ہونچے  
 وہ گھوڑے میانے گھوڑا بھلیں رتھ اونچے پے ڈھلتے تھے  
 سب باجے بجتے جاتے تھے اور ہولے ہولے چلتے تھے  
 جس آن برات آئی در پر یہ خوبی بھری زیب بھری  
 وہ پریاں ناچیں تھیں پر جھنکاریں مار مجیدوں کی  
 وہ ڈنکے لگتے دھولے پر دھن کرنا سرتا کی اونچی  
 دردانے کوٹھے گونج پئے آواز سہانی اُن کی تھی  
 کل زیب براتی چار طرف اور بیچ سواری دو لہا کی  
 سب چمچے چمچے کوٹھوں پرواں دیکھی زینت اور خوبی  
 سب واہ کریں اور چاہ کریں، اور سناٹو کو دیکھیں کھڑی کھڑی

ہوں دیکھو کے صورت دد لہا کی داں سو سو دل سے بہا رہی  
 وہ آئی تھی جو ساتھ لدی اور آتشی بازی چھٹی تھی  
 ہتاب انار اور پھلجڑیاں بہت پھول ہوائی خوب کڑی  
 اک پہر تلک درد ازے پرداں پھول دہی پھلوری سی  
 سب ہاتھی گھوڑے سیل اچھیلیں غل شور ہوا اور دھوم مچی  
 وہ طیل بجیں اور ڈنکے بھی نقائے تاشے اور تری  
 وہ ڈھول اور جھپتی باج رہے اور گھر گھر میں آواز مچی  
 سب شاد ہوئے خوش وقت ہوئے یہ دیکھ تماشے خوبی کی  
 کرو صف بہت بہار ہوئے اس دد لہا کی محبوبی کے  
 نظیر اکبر آبادی

## ۸۲۔ شادی کی محفل

جو بانے جاڑے خار د خنک اور بادل پانی چھڑکاتے  
 بانات قناتیں شمایاں دل بادل تنہو تنو اے  
 نگرے جہاں موتی کے کنواں مشجر جھلکائے  
 گل فرش حریر اور دیا کے خوش رنگ چمکتے بچھولے  
 متیش زری کے لچے بھی پھر جاگہ جاگہ لٹکائے



گلِ عطر دھلا ب اور پان دھرے کستوری منبر رکھوائے  
 پھر تالِ الاچی لوگوں کے پھر خوب طرح سے چنوائے  
 چنگیر دھرے سوزِ لب بھرے اور طرہ ہار بھی گندھوائے  
 ہر چار طرف تیاری کی اسبابِ طرب کے بٹھرائے  
 جو مٹا ٹوڑے ہیں شادی کے اک پل بھر میں جمکاؤ  
 نظیر اکبر آبادی

### ۸۳۔ دلہن کا جہیز

جس آن ہوئے شیو چنے کو تلب لاکریہ اسباب دھرے  
 پوشا کیں رنگیں زیب بھریں ہر تار پڑا جن کا چمکے  
 زر زیور کے داں ڈھیر لگے جو باہر ہو دئے گنتی سے  
 وہ موتی ہیرے انگوے وہ لعل زمرد کے ڈبے  
 وہ کلمے بڑے چاندی کے وہ تال کٹوڑے سونے کے  
 وہ فرش سنہرے نقش بھرے جو بچتے محلوں بیچ پڑے  
 وہ چیرے خوب لباسوں کے اور مکتی میں بھی بہتیرے  
 وہ چیریاں اچھی صورت کی سرپاؤں تلک زیور پہرے  
 وہ کنچل جھلکتی کے انباری جن پر اور ہو دے

وہ گھوڑے گلگوں مثل ہوا زرد دوزی جن پر زین بندھے  
 چند دل جھلکتے وہ جن پر بانات زری کے تھے پردے  
 رتھ بھیلیں اور گھڑ بھیلیں وہ ٹھاٹھ چمکتے جن کے تھو  
 وہ رنگیں جھار دار رتھیں وہ بیل بہت جن کے اپنے  
 یہ ٹھاٹھ رکھا دروازے پر اور بگدے بوجھ اٹھا کے  
 تھے جتنے شادی بیاہ تمت سامان جو داں تیار ہوئے  
 ہر ٹھاٹھ کے داں دروازے پر ہر جانب سونا بار ہوئے  
 نظیر اکبر آبادی

## ۸۲ - دُہن کی رخصت

جب ڈیوڑھی سے چند دل بڑھا دروازے پر سو خوبی سے  
 نو چھادراتی کی اُس پر کل موتی پھول زری کبھری  
 اُس وقت بہت خوش وقتی سے شیوشنکر بھی اسوار ہوئے  
 وہ خوبی قیمت چار طرف سب ساتھ براتی زیب بھرے  
 اسواری دو لہا کی آگے چند دل دُہن کا تھے پیچھے  
 وہ باجے لائے ساتھ جو تھے سب ہر دم بجاتے ساتھ چلے  
 اسباب دیئے جو راجہ نے تھے اس کے جاتے ادنیٰ لدے

وہ جتنے چیراچیری تھے سب رتھ ادھیانوں میں بیٹھے  
 وہ ہاتھی گھوڑے ہر جانب انباری زین جھلکتے تھے  
 اس دلیس کے رہنے والے بھی سب دیکھنے نکلے گھر گھر سے  
 ہر کوٹھے کوٹھے بھیڑ لگی اور رستے رستے لوگ پھرے  
 غل شور خوشی کے چاروں طرف سب دیکھیں ان وہ ٹھاکو بڑے  
 جلیبی طور خوشی سے بیاہنے کو شیو آئے گھر میں راجہ کے  
 پھر ویسی ہی خوش دقتی سے کیلا س کا دپر جانچے  
 نظیر اکبر آبادی

## ۸۵۔ مجمع اجاب

خوش گزرتے تھے اس طرح پیام	عیش رہتا تھا صبح سے تا شام
جمع رہتے تھے بزم میں وہ حبیب	نہ بھٹے ہیں نہ ہوٹینگے جو کہیں
خوبرو کوئی نازنین کوئی	ہر دیش کوئی مر جیسی کوئی
شوخ چالاک خوش مزاج ذہین	سین جوانی کا سبک سنبھالین
خوشنما خوش مزاج خوش اسلوب	ایک ایک اپنے طرز پر محبوب
آشنا دوست سب کے سب ہراز	خوش بیاں کوئی کوئی خوش آواز
شہرہ یا یا تھا خوش جمالی سے	سب کے سب خاندان عالی سے

شوخ ہر ایک کی طبیعت تھی  
 شوق ہر ایک فن کا رہتا تھا  
 کھانا بے دل لگی نہ پچھتا  
 روز رہتا تھا لطفِ بے شمار  
 دھج کی سب کو گوشتی پابندی  
 دوست جتنے تھے ہتے تو ہمراہ  
 رہتا تھا زیرِ عویں کا جلسہ یاد  
 لوگ پہلے سے داں پہ جلتے تھے  
 صحبتِ عیش گرم رہتی تھی  
 رات نہیں بول کے اڑاتے تھے  
 ہوش باقی نہ رہتا تھا تن کا  
 دل کے ارمان سب نکالتے تھے  
 جمع ہوتے تھے سینکڑوں محبوب  
 لذتِ زندگی اٹھاتے تھے  
 خوش گلوں کہ تان لیتے تھے  
 پرزے پرزے اڑاتے تو دل  
 لطفِ صحبت کا جو اٹھاتے تو

طرفِ یادش بغیر صحبت تھی  
 چرچا شعر و سخن کا رہتا تھا  
 میلا ٹیلا کوئی نہ پچھتا  
 شب کو بچتی تھی مین دن کو تار  
 پر نہ بچتی تھی کوئی نوچدی  
 کر بلا میں کبھی کبھی درگاہ  
 شام سے جاتے تھے حین آباد  
 فرشِ تالاب پر بچاتے تھے  
 کچھ نہ آپس میں شرم رہتی تھی  
 صبح سب اپنے گھر سدھاتے تھے  
 آتا تھا جب مہینہ سادون کا  
 جھوٹے باغوں میں عکس ڈالتے تھے  
 خوش گلو خوش مزاج خوش اسلوب  
 ہنستے تھے گاتے تھے بجاتے تھے  
 دل تو کیا چیز جان لیتے تھے  
 کوکتے تھے مثال کوئیں کے  
 بن جلائے سب آپ آتے تھے

جمع ہونے لگے جو غیرت حور  
دیکھ بے طرح ہم فقروں کو  
محبت اپنی بھی ہو گئی مشہور  
رنگ آنے لگا امیروں کو

حق تو یہ ہے کہ جانے حریت تھی  
کچھ عجب نکمری نکمری محبت تھی

موزا شوق

## ۸۶۔ میلے کی سیر

آج میںے نکاباں جو سماں ہے  
کوئی درشن کوئی دعائیں مان  
آئے ہیں دور دور سے انسان  
سب کی ہوتی ہیں تکیاں آسان  
ہر طرف کھلے گل دریاں  
بغیر انبوہ غل دکان دکان  
اور یہی شوری ہر گھڑی ہر آن

رنگ ہے روپ ہے جھملا ہے

زور بلند بوجی کا میلہ ہے

لوگ چاروں طرف کھاتے ہیں  
دل سے سب درشن کھاتے ہیں  
آکے عیش و طرب مناتے ہیں  
اپنے دل کی مرادیں پاتے ہیں  
جانجو رنگ دف بجاتے ہیں  
دلی میں پھولے نہیں ماتے ہیں  
سب یہ منس منس کے کہتے جاتے ہیں

رنگ ہے روپ ہے جھمیلانے

زور بلد یوجی کا میلا ہے

صحن مندر کا سب ہے اعلیٰ	اس کا گنبد ہر عالم بالا ہے
ہو رہا جھانکوں کا اُجیا لا	پڑے جیسے ہیں چاند پر ہالا
ہے کوئی درشنوں کا متوالا	کوئی جتنا ہے دھیان میں لالا
کوئی ڈنڈو تیں کر رہا لالا	کوئی ہے جے "کے" جو دھن لالا

رنگ ہے روپ ہے جھمیلانے

زور بلد یوجی کا میلا ہے

ناج اور راگ کے کھڑکے ہیں	گھنڈو اور تال کے جھنکے ہیں
نقلیں قصہ کہانی سا کے ہیں	گھنڈو ہرے کبت کتھا کے ہیں
آرتی کی کہیں مچی مٹن مٹن	بکیں گھنٹوں کی ہو رہی ٹن ٹن
تار مردنگ جھانج کی جھن جھن	خاص پر شاد مہری اور ماکن

رنگ ہے روپ ہے جھمیلانے

زور بلد یوجی کا میلا ہے

اتنے لوگوں کے ٹھٹھو گئے ہیں آ	جو کہ تل دھرنے کی نہیں ہر جا
لے کے مندر کے دودو کوں لگا	باغ دین بھرے میں سب ہر جا
ہیں ہزاروں بساطی اور سودا	لاکھوں بکے ہیں گئے اور مالا

بھڑانبوہ اور دھرم دھوٹکا      جس طرف دیکھے اہا ہا ہا  
 رنگ ہے روپ ہے جمیلا ہے  
 زور بلد یو جی کامیلا ہے

ہیں ہزاروں ہی جنس کے چٹے      موتی مونکا اور آرسی بٹے  
 پیڑے لٹو جلیبی اور گئے      کوئے نارنگی سنگترے کھٹے  
 کوئی تو کر رہا ہے چھل بنے      کوئی چڑھتا ہے کھر کے چٹے  
 پرہیں مندر کے کوٹھے اور اٹے      روٹھے لڑکے جمان اور کٹے

رنگ ہے روپ ہے جمیلا ہے  
 زور بلد یو جی کامیلا ہے

لاکھوں بیٹے بسا علی اور مہنار      اپنا سب گرم کر رہے بازار  
 چوڑی بنگر دی کی اک طرف جھنکا      نوگری پوتھا لگوٹھی چھلے ہار  
 ٹوٹے پڑے گنوا ری اور گنوار      جس گنوا ری کو چلے دھکا مار  
 گر کے دے گالیوں کہی ہو پکار      "کیسو اٹھا چلے ہر داری جا ر"

رنگ ہے روپ ہے جمیلا ہے  
 زور بلد یو جی کامیلا ہے

مٹی اور کاٹھ کے کھونے ڈھیر      کوئی یسے ہی کوئی دیوی پھیر  
 کوئی کہادی کے کر رہا تو پھیر      کوئی کاچھن کے چن رہا ہی پھیر

کوئی کنجشون سے لڑ رہا منہ پھیر      کوئی بننے کو مارتا ہے سیر  
گالی دگ مار کوٹ سانجھویر      لاسٹی پاسٹی ہر شور غل اندھیر

رنگ ہے روپ ہے جمیلا ہے

زور بلدیو جی کا میلا ہے

نظیر اکبر آبادی

## ۸۷۔ محرم کا اکھاڑہ

میں شاعرانہ روش پر نہیں قصید نگار      یہ ایک سادہ گزارش ہے یا اُلو الہ بشار  
کہ اب کے ماہ محرم کی ساتویں تاریخ      گیا جو گھر سے قفسارا بجانب بازار  
تو دیکھتا ہوں کہ گزری میں اک اکھاڑہ ہے      اور اتنی بھڑک کہ جس کا نہیں حباب و شمار  
ہیں دو حریف مقابلے پھری گشت کا      ہر ایک فن پھکتی میں طاق اور طرار  
جو اس نے پاؤں بچا تو اُس سرتا کا      دکھا یا چہرہ تو پہلو پہ جا کیا ہے دار  
عجیب ٹھانڈے پیتے غضب پھرتی      زلے ڈھنگ سے کرتے ہیں اہل اہل

چلا ہے ایک بیٹی کا باندھ کر چکر

کھڑا ہے ایک نے سیف لڑ رہا ہے گہار

میں اپنے دل میں لگا کہنے کیا حاکم ہر      ٹٹے ہوئے ہیں جو اس فن پہ یہ خدائی خوار  
یکہیں محض نکماتے بلکہ بیہوش      جو دیکھتا ہے سو ہنستا ہے زیریں ناچار



پہ گری کا یہ فن تھا کسی زلمے میں      نہ وہ زمانہ رہا اب نہ صورتِ پیکار  
 کہاں ہیں اب وہ دلیرانِ صفِ شکن باقی      کہ ان فنون پہ جو جھٹتے ہیں جانِ دلِ خوشا  
 ہزار سے نہ دے لاکھ سے نہ مُنہ موڑا      جو ڈٹ گئے کسی میدان میں کھینچ کر تلوار  
 نہ اب بکیت کو بچھے کوئی نہ راحت کو      نہ تیرہے نہ کہاں ہے نہ بانکِ ہونہ کُٹار  
 نہ اس کمان کی پرش نہ اس ہنر کی قدر      نہ جنگ کا یہ طریقہ رہا نہ یہ مہیاری

نہ جس میں دین کا ہو فائدہ نہ دنیا کا  
 تو پاس پھٹکے نہ اس کام کے کوئی اختیار

۱ سملیل

## ۸۸ - دلی دربار

۱۹۰۴ء

سر میں شوق کا سودا دیکھا      دہلی کو ہم نے بھی جا دیکھا  
 جو کچھ دیکھا اچھا دیکھا      کیا بتلائے کیا کیا دیکھا

نظم ہے مجھ کو بارِ صافی      شغل یہی ہے دل کو کافی  
 مانگتا ہوں یار دے معافی      خراب دیکھے لطفِ قوافی

جمناجی کے پاٹ کو دیکھا      اچھے سقھرے گھاٹ کو دیکھا  
سب سے ادنیٰ لٹ کو دیکھا      حضرت ڈیوگ کٹاٹ کو دیکھا

پلٹن اور رساے دیکھے      گولے دیکھے کالے دیکھے  
سنگینیں اور بھالے دیکھیں      بنڈ بجانے والے دیکھے

خیموں کا ایک جنگل دیکھا      اس جنگل میں منگل دیکھا  
برہما اور درنگی دیکھا      عزت خواہوں کا جنگل دیکھا

ٹریں تھیں ہر کپ سے جاری      پانی تھا ہر پپ سے جاری  
نور کی موجیں لمب سے جاری      تیزی تھی ہر جپ سے جاری

کچھ چیزوں پر مودی دیکھی      کچھ چیزوں پر زردی دیکھی  
اچھی خاصی سردی دیکھی      دل نے جو حالت کردی دیکھی

ڈالی میں نارنگی دیکھی      محفل میں سارنگی دیکھی  
بے رنگی بارنگی دیکھی      دھر کی رنگارنگی دیکھی

اچھے اچھوں کو بھٹکا دیکھا      بیڑ میں کھاتے جھٹکا دیکھا  
 منہ کو اگر چہ لٹکا دیکھا      دل دریا رے اٹکا دیکھا

ہاتھی دیکھے بھاری بھر کم      ان کا چلنا کم کم تھم تھم  
 زریں جھولیں نور کا عالم      میلوں تک وہ چم چم چم چم

پر تھا پہلوئے مسجد جامع      ردینیاں تھیں ہر سولاح  
 کوئی نہیں تھا کسی کا سات      سب کب تھے دید کے طاح

سُرخِ مُڑک پکٹی دیکھی      سانس بھی بیڑ میں گھٹی دیکھی  
 آتش بازی چھپتی دیکھی      لُطف کی دولت لُٹی دیکھی

چو کی ایک چو لکھی دیکھی      خوب ہی چکی چکی دیکھی  
 ہر سو نعمت رکھی دیکھی      شہداد و دودھ کی مکھی دیکھی

ایک کا حقہ من و سلوے      ایک حقہ تھوڑا حلوے  
 ایک کا حقہ بیڑا دلوے      میرا حقہ دود کا جلوے

ادج بھی برٹش راج کا دیکھا      پر تو تخت و تاج کا دیکھا  
 رنگ زمانہ آج کا دیکھا      رُخ کرزن ہمارا ج کا دیکھا

پہنچے پیمانہ کے ماتِ سمندر      تحمت میں اُن کے بیسیوں بندر  
 حکمت و دانش اُن کے اندر      اپنی جگہ ہر ایک سکندر

ادج بختِ طاقی اُن کا      چرخِ ہفتِ طباقی اُن کا  
 محفل اُن کی ساقی اُن کا      آنکھیں میری باقی اُن کا

ہم تو اُن کے خیرِ طلب ہیں      ہم کیا ایسے ہی سبکے سب ہیں  
 اُن کے راج کے عمدہ دُعا ہیں      سب سامانِ عیش و طرب ہیں

اُپریش کی شانِ انوکھی      ہر شے عمدہ ہر شے چوکھی  
 اُقلیدس کی ناپی جو کھی      من بھر سونے کی لاگت سو کھی

جنِ عظیم اس سال ہوا ہے      شاہی فورٹ میں بال ہوا ہے  
 روشن ہر اک ہال ہوا ہے      تقہِ ماضی حال ہوا ہے

ہر مشہور کو چہ و برزن      بال میں ناہیں لیڈی کرزن  
طاثر ہوش تھے سب کے پرزن      رشک سے دیکھ رہی تھی ہرزن

ہال میں چمکیں آگے یکا یک      زریں تھی پوشاک جھکا جھک  
موتھان کا اوج سماں تک      چرخ پہ زہرہ ان کی تھی گاہک

گور قاضی اوج فلک تھی      اس میں کہاں یہ نوک پلک تھی  
اندر کی محفل کی جھلک تھی      بزم عشرت صبح تلک تھی

کہے یہ بندش ذہن سنانے      کوئی مانے خواہ نہ مانے  
سنے ہیں ہم تو یہ افسانے      جس نے دیکھا ہو وہ جانے  
اکبر

## ۸۹ - دہلی دربار

۱۹۱۲ء

دیکھ آئے ہم سبھی دودن رہ کے دہلی کی بہا      حکم حاکم سے ہوا تھا اجتماع انتشار  
آدمی اور جانور اور گھر مریں اور مبین      بھول اور سبزہ چپکا در دہلی اور ریل تار

کیر و سیل اور برق اور پٹرولیم امداد پر  
 مشرقی تیلوں میں تھی خود شکاری کی انگ  
 شوکت و اقبال کے مرکز حضورِ امپر  
 بحرِ ہستی سے رہا تھا بے دریغ انگڑائیاں  
 انقلابِ دہر کے رنگین نقشے پیش تھے  
 ذرے و یانوں سے اُٹھتے تھے تماشہ دیکھنے  
 مصلحت آمیز ہر طرز و طریق و انتظام  
 جاتے سے باہر نگاہِ نازق حانِ ہند  
 خرچ کا ٹوٹل دلوں میں چکیاں لیتا ہوا  
 دعوئیں انعام اسپہیں قواعد فوج کپ

موٹر اور ایرو پلن اور محبِ علی اور اقتدار  
 مغربی شکلوں سے شانِ خود پسندی آشکار  
 زینتِ دولت کی دیباچہ پیرس عالی تبار  
 طرز کی امواجِ جمنائے ہوئی بھیتیں ہکتا رہا  
 تھی پتے اہل بصیرت باغِ عبرت میں بہار  
 چشمِ حیرت بن گئی تھی گردشِ سیل و دہار  
 حکمتِ آگین ہ ادا دے حاکمانِ نامدار  
 حدِ قانونی کے اندر آرزوئوں کی تغار  
 فکر ذاتی میں خیالِ قوم غائب فی الزار  
 عزیز خوشیاں اُمیدیں احتیاطیں اعتبار

پیشِ روشنای تھی پھر نہرِ انیس پھر اہل جاہ  
 بعد اس کے شیخ صاحب پیچھے اُن کے خاکسار  
 اکبر

## ۹۰۔ مراجعتِ وطن

بارے آئی نجات کی باری  
 کھل گیا عقدہ گرفتاری  
 کونچ ٹھہرا مقامِ غربت سے  
 اب وطن چلنے کی تیاری

کلے پانی سے ہوتے ہیں نعمت  
 بیٹھے ہیں چماڑ دودی پر  
 السلامے خروشی بحر محیط  
 سامنے ہر طرف سمندر ہے  
 ہمسفر قافلے ہیں موجوں کے  
 دن کو خورشید کی زرافشانی  
 پانی کے اُٹھتے ہیں بلند پہاڑ  
 پانی پہ چڑھ کے پانی بہتا ہے  
 نکلے دریا بے شور سے صد شکر  
 اشک شادی ہیں نگہوں جاری  
 اُٹھتے ہیں نگہ گر اینا راری  
 السفرائے سفینہ جاری  
 سایہ آسمان زنگاری  
 خضر اور نوح کی ہے سالاری  
 رات کو ادس کی گہر باری  
 اس پہ آتی ہے موج کی باری  
 قدرت حق کی ہے نموداری  
 بحر شیریں کی آگئی باری

لظرا یا سوادِ کلکتہ

شکر ہے شکر حضرت باری

منیر

## ۹۱۔ سفر نامہ

پاؤ تو فریق ملک تو سر کو دھنو  
 ہم کو در پیشِ تب سفر آیا  
 یہ بھی ایک سانحہ ہر میر سنو  
 جب کہ برساتِ سر ہی پر آیا  
 اپر ہونے کے سفید و سیاہ  
 پانی رستوں میں کچھ سدا ہا

سب کی دریا پہ ہو کے راہ پڑی      پانی کی سطح پر نگاہ پڑی  
 ہوش جاتا تھا دیکھو جوش آب      گوش کرتا تھا زخودش آب  
 آب تہ دار اور تیرہ بہت      ہر اُٹھتی جو تھی سو خیر بہت  
 پانی پانی تھا شور سے طوفان      دیکھو دریا کو سرکھتی تھی جان  
 ناؤں میں ہم نے پاؤں بار رکھا      خوف کو جان کے کناے رکھا  
 جب کہ کشتی رداں ہوئی داک      جسم گویا کہ تھا ہتی جاں سے  
 کیا کہیں دُوب ہی چلتے تھے ہم      ناخدا ئی خدا نے کی اُس دم  
 ریلا پانی کا جب کہ آتا تھا      خوف سے جی ہی دُوبا جاتا تھا  
 خطر غرق سے تھی طاقت طاق      بخودی سے ہوا تھا استغراق  
 بد بلا سے تھے ہم کنار ہوئے      تعا خدا ہی جو پہلے پاہ ہوئے  
 کسو دردیش کا تھا یمن قدم      جا کے پہنچے جو اُس کناے ہم

دردہ اعمال نے ڈبویا تھا

گو ہر جاں سے ہا تھا دھویا تھا

پار کا گنج تھا جو شاو درا      سب نے رہنا دہیں کا جی میں ہرا  
 فاصلہ ایک کوس کا تھا بیچ      راہیاں سے دہاں تک سب پہنچ  
 تھے بہت بیچ میں نشیب و فراز      پہنچے داں شام بکھیر رنج دراز  
 جا کے جہراں ہوئے کدھر جائیں      سرگھسریں جو کج جگہ پائیں



تنگ دودھ ہر طرف لگے کوسنے      تپ پڑتے تھے مینو کے بھرنے  
 کوئی میداں میں کوئی چھپر میں      کوئی درمیں کوئی کسو گھر میں  
 گھر ملا صاحب کو ایسا تنگ      جس سے بیت الخلا کا دھونگ  
 بیٹھنے دیں نہ جب کہ صاحب کو  
 کون پوچھے نفر مصاحب کو

دھونڈتے دھونڈتے سر اپائی      دیسے گھر چھوٹے دیسی جا پائی  
 رہنا بھٹیاری کا غنیمت جان      جو کہا اُس نے ہم گئے سب مان  
 کچھ پکانے کا جب سوال کیا      میں نے اظہار اپنا حال کیا  
 یاں جولائے ہیں مجھ کو اپنا ہاتھ      زندگانی مری ہو ان کے ہاتھ  
 پہونچے ہو ان کے دوبرہ و طوعا      صبح کا صبح مجھ کو شام کا شام  
 جو کچھ آیا سو کھا لیا میں نے      کچھ رہا سو اٹھا دیا میں نے  
 سن کے اک دل رکھنی اُس نے آہ      اند بولی کہ داہ صاحب داہ  
 ہم تو جاتا تھا آدمی ہو بڑے      چار پانچ آدمی ہیں پاس کھرکے  
 کچھ یہ کھا دیجئے کچھ کھلا دیجئے      ہم کچھ ان کے صلب پاندیجئے  
 سو تو نکلے ہو کوسے بالم تم      ہو گدا جیسے شاہ عالم تم  
 کھانے پینے کی کچھ نہیں ہر بات      دیکھتے کس طرح سوزے رات  
 صدقے میں لیے بھی اٹکائے کے      سو گئے بخت گھر والے کے

میں کہا ہترانی جی کچھ لو مجھ سے آزرده دل نہ آتی ہو  
 بعضے کھلتے ہیں کچھ کھلاتے ہیں بعضے مجھ کو بھی آتے جاتے ہیں  
 بارے جوں توں ہوئی وہ مات کا

بُج کو صاحبوں کو ٹھیرا مقام

یہ بھی دن شب ہوا سحر تھا کو توج غازی آباد کو گئے ٹپ پوتج  
 صاحب اُترے حویلی میں آکر باغ میں اُس کے سب نفر جا کر  
 داں سے میرٹھ سبوں کی تھی منزل پکچ پانی اگرچہ تھا حسابل  
 گرتے پڑتے پہنچ گئے سارے ہم جھائے سپہرے مارے  
 داں دلا درتنگ پھر داں سے جا کے داں تنگ گئے جاں سے  
 اک گھڑی بود دباش کو پائی کچھ نہ کھانے کو جس پیش کھائی  
 پھوٹی پھائی سی چار دیواری اور میدان تھی گدھی ساری  
 پھر نہ میدان بھی برابر تھا ہر قدم ایک غار و چقر تھا  
 کھنڈے اُس میں تین چار دیک جن کا گرنے پہ سخت ہی میلان  
 وہ گدھی ساری کھیتی ناچ کی تھی برسوں سے تھی پڑی آج کی تھی  
 وہ رہے جو رکے بہت سے لوگ یا کوئی جوگی جو کرے داں جوگ  
 درہنہ کی بہت ثبات قدم دل میں اک ہول ہی رہی ہر دم

باد سے دن جو سائیں سائیں کرے  
 رات ہووے تو بھابھیں بھابھیں کرے

کنتوں کے چار اور رستے تھے  
 سانجھ ہوتے قیامت آئی ایک  
 گلہ گلہ گھروں میں پھرنے لگے  
 جب کہ ہڈی پہ چار چار رٹیں  
 ایک نے ایک دیکھا چاٹا  
 ایک طرف ہے چڑچڑکی صدا  
 ایک کے منہ میں ہانڈی ہرکالی  
 تیل کی کپتی ایک لے بھاگھا  
 ایک نے دوڑ کر دیا پھوڑا  
 گھورنے اک لگا اندھیرا کہ  
 گھر میں چھینکے اگر تھے توڑ دیئے  
 جھڑ جھڑادے ہر کان کو کوئی  
 لوگ موتے ہیں تھے پھرتے ہیں  
 سر پہ دربان کے بلا ہی ہے  
 منہ میں کف دور دور کرنے سر  
 تو بے سن کے وہ گلا بھاٹا  
 جاگتے ہو تو دو بدو نکلتے

کتے ہی داں کہے تو بے تھے  
 شور و غوغا آنت آئی ایک  
 روٹی ٹکڑے کی بو پھرنے لگے  
 گوشت پر پھیرنے سے دوڑ پڑیں  
 ایک آیا سوکھا گیس آٹا  
 یعنی کتا ہے چکی چاٹ رہا  
 ایک نے چھلنی چاٹ ہی ڈالی  
 ایک چکنے گھڑے سے جالا لگا  
 پھر پیا آکے تیل اگر چھوڑا  
 ایک نے اور ایک پیرا کر  
 ہانڈی باسن گرا کے پھوڑ دیئے  
 رو دے ہوا اپنی جان کو کوئی  
 رٹے ہیں دوڑتے ہیں گرتے ہیں  
 کتا اک آدھو گھر میں جا ہی ہے  
 حال بے حال شور کرنے سے  
 باڈے کتے نے اسے کاٹا  
 سوکرا ٹھو تو دو بدو نکلتے

باہر اندر کہاں نہ تھے کتے بام و دروچت جہاں تہاں تھے

یارو کتے کی جان کا تھاروگ

جاں بلب ہوں نہ کس طرح ہو لوگ

بستی دیکھی تو ایسی تھی آباد کہ بیا بان سخت سے دی یاد

چار چتر کہیں چماروں کے سو بھی ٹوٹے گرے بچاروں کے

بچر چلو آگے تو نہیں ہے کچھ ڈھیر سا اور جو کہیں ہو کچھ

پھوٹی ٹوٹی کوئی حویلی ہر سو بھی میدان میں ایسی ہے

ایک دوڑے ہو پڑی ہیں وال زرد زرد ہو گئے ہیں گلے پناں

اور جو چار گھر نظر آئے ان کی خوبی کھلے دہیں جلے

وہ بھی کوئی چمار تھے کوئی ناقول کے زیر بار تھے کوئی

اس سے آگے بڑھے تو دھینور اُجڑے بچڑے انھوں کے کچھ گھر تھے

صورتیں کالی کالی سوکھے سے سارے کنگال اور بھوکے سے

اور آگے گئے تو تھا بازار اس میں زمیوں کی تھیں نہ کانیں چار

ایک کے پاس ال کچھ آٹا تس کو بھی مکیتوں نہ تھا چاٹا

ایک کے پاس جو کچھ اور چنے چبڑوں میں خاک عول لیکنے

چوتھا باقی رہا سو تھا کنگال نام کو کہتے ہیں اے بقال

ایک کچڑے پہ چار گٹھے پیاز تس پہاں کو ہزار فرد نماز

کیا کہوں مریج نخی زادک سخی  
 ایک دکان سخی پیاری کی  
 اس سے جا کر جو مانگتے ہلدی  
 دیکھ کر کچھ کہو تو وہ یہ کہے  
 میں جو کچھ ہے ملن دیتا ہوں  
 مانگو اس سے جو مریج یا دھینا  
 اس میں دودھ دالو اور سب کنکر  
 لونگ چربا نعرے منگوا لیا  
 اس مچھدر میں کچھ تو بھر رکھتی  
 اس نے ہم لوگوں کا بھی پیاری کی  
 زرد مٹی کو باندھو دے جلدی  
 بس تم اس بستی میں میاں بھی ہے  
 میں بھی پیسے لگا کے لیتا ہوں  
 دیہے تو کیا وہ بچا دھینا  
 دیتے کاغذ میں ہاتھ لبا کر  
 لال مرچیں کٹی ہوئی لایا

اور اشیاء یہ ہیں کے کیسے قیاس

آگے جاتا نہیں کہا منجھ پاس

آس پاس اس گڑھی کے آئی جھیل  
 اس سے واں کی ہوا بہت مرطوب  
 کتے زوروں میں ہوتی ہو کھانی  
 کیا کدھب چرخے کے نے چنگا تھا  
 جس نے قدرت نمائی کی اپنی  
 بددہانی کا مجھ کو کب پر دامن  
 بوچکی صاحبوں کی فرمائش  
 کم برسات میں طریق سبیل  
 ہوئے نزلہ زکام بے اسلوب  
 ابھی جیسے گلے میں دی پھانسی  
 پر خدا کچھ ہا لاسیدھا تھا  
 اس بلا سے رہائی کی اپنی  
 ایسی باتوں سے میں کیا ہر ذراغ  
 چپ رہ اب بھی زبان آسائش  
 صبر

## ۹۲- چور گردی

شہر کے بیچ کیا کہوں میں اب      روزِ محشر کی دھوم ہر شہر شب  
آنکھ تو کس بشر کی لاگے ہو      چوروں کے ڈر سے فتنہ جاگ رہا  
کسے آہٹ سے اُن کی بھونکیاں ہیں      مرنے خوابِ عدم سے چونکتے ہیں  
آسمان پر بھی منعدم ہے خواب      کھلا رہتا ہے دیدہ ہفتاب  
بزم میں سب ہر ایک پیرِ جوان      بیٹھے ہیں کسے رزم کا سماں  
شام سے صبح تک یہی ہے شور      ددو ددو گھٹری لے چلا ہے چور

سوردا

## ۹۳- شہزادے کے گم ہونے پر ماتم

ندامتِ خودِ وقت سرا کرادے      جو گزرا تھا آکر کہاں شاہ سے  
کہا بیڑِ مہر کی یہ جو کج بخت سے      تو غش کھا کے وہ گر پڑا تخت سے  
دیا پھینک میرے اٹھاپنے تاج      کہا مٹ گئی سلطنت میری آج  
کہا رو کے اُنے میرے آج بخت      نہ باقی رہا وارثِ تاج و تخت

گھڑی بھر نہیں دل کو آرام ہے      مجھے بادشاہت سے کیا کام ہے  
یہی دل میں آتی ہر سن احوال      کہ ہو جاؤں گفنی بہن کو فقیر  
دزیروں نے پھر عرض کی مایوسانہ      ہمارا بھی اس غم سے ہر دل کیا

اک اتنا تو ہے بس کہ ردیا کریں

یہ مرضی ہے اللہ کی کیا کریں

سنا شاہزادے کو جو گم ہوا      عجب اک محل میں تلاطم ہوا  
کیا ماں نے اس غم میں پناہ چال      دیئے کھول گھر کے سب سر کربال  
گرا غم کا سنکر کسی پر پیساڑ      کہی گل نے گلشن میں کھائی پچھاڑ  
کوئی بولی ہے ہے یہ کیا ہو گیا      کہ شادی میں ماتم بسا ہو گیا  
کوئی خاک پر کوئی میوش ہو      کوئی بیٹھی از خود فراموش ہو  
کوئی چپکے آنسو بہانے لگی      کوئی خاک سر پر اڑانے لگی

کسی کا ہوا چہرہ اس غم سے زرد

کسی کے جگر میں ہوا سن کے درد

گھڑی کوئی یوں انگلی تھی دعا      بخت محمد سن لے کبریا  
فردوں شاہزادے کا اقبال ہو      کہ بیکار اس کا کوئی بال ہو  
کوئی بولی آئے جو وہ مر لقا      تو کونڈا کردں پیر دیدار کا  
تاجاری کسی کے منہ پر سخن      کہ حامی ترے تن کے ہوں بختین

خبر آئے گریاں ترے پاس کی      گمراہ حاضری حضرت عباس کی  
 کوئی بولی اس کی خبریں جو پاؤں      اسی وقت بی بی کی پڑیاں گناؤں  
 کہاؤ گئے آئے جو وہ رہ لقا      کروں اپنے اللہ کا رت جگا  
 دکھائے جو شکل اپنی آ کر ابھی  
 بھروں طاق مسجد کا جا کر ابھی

مدح حسن

## ۹۴۔ میدان جنگ

ہمدردی پرستی راجہ سلطان شہاب الدین غوری کی پہلی عمر  
 آرائی ہنر پرستی پر

لگی چلتے باہم چھری اور کٹار      ہوئے سرتنوں پر ہزاروں نشان  
 پڑازن سے خنجر پڑی سن و تیغ      ہزاروں ہی کشتہ ہوئے میدان  
 جواں زخم پر زخم کھانے لگے      شجاعت کے جوہر کھانے لگو  
 کسی نے رگے خون میں پانی ملا      عدم کو گیا کوئی آقا کے ساتھ  
 زمیں پر تھا کشتوں کا نشہ بندھا      ہر اک سمت تھا خون کا دیباہا  
 بدنے لگا جب لڑائی کا طور      کیا اپنے لشکر پہ راجہ نے غور  
 یکا یک بڑھی ہمت تو کی وہ صفت      جواں نکلے پیچھے سے نیزہ بکف



وہ تھے قوم کے سب کے سب اجرت  
 گے فوج شہ پر وہ سب کیا  
 کمانوں نے گوشہ نے اپنے موڑ  
 جو افغان تھے فوراً وہ پیچھے ہوئے  
 رٹائی کا جب یہ ہوا بند دست  
 شکستہ ہوا مینہ میسرہ  
 رٹائی سے تیروں کی عاری ہوئے  
 نہ مطلق ہوا شاہ غازی ملول  
 نظر کھانڈے راڈ کی اس پر پڑی  
 سپہدار نے بھی ہجرات تمام  
 دیا ہاتھی کے منہ میں نیزہ لگا  
 کیا کھانڈے راڈ نے پھر اُس پر  
 نہایت ہی سخت اُس کو پہنچا گزند  
 مدد خیب اُس کی فوراً ہوئی  
 یا اپنے مالک کو فوراً سنبھال  
 وہ بانگے دلا ہر بہادر سپوت  
 ہوئے قلب تیروں جوان کو فکا  
 دیا تیروں نے اپنے ترکش کو چوڑ  
 ادھر خلیجیوں نے بھی گونگٹ کوڑ  
 ہوئی نفع سے شاہ کی پھر شکست  
 ہوا قلب کی فوج کا فیصلہ  
 نکلوا راسا لے فراری ہوئے  
 گھرا ایسا تھا جیسے کانٹوں میں بھول  
 سپہدار کی آنکھوں میں رڑی  
 کیا رستی کا دہاں پر یہ کام  
 حریفوں کو دی اپنی جرات دکھا  
 تو شانہ نشانہ بنا ایک بار  
 جھکا اپنے گھوڑے پہ وہ ارجمند  
 یکا یک غلام آن پہنچا کوئی  
 کسی پر نہ ہرگز گھلا اس کا حال

سپہدار کا پھر نہ پایا نشان

نہ آیا نظر کوئی غز میں جواں

## ۹۵۔ معرکہ جنگ

(شجاع الدولہ اور رحمت خاں کی لڑائی)

لیکن جو کچھ کہ واقعی دیکھا سو ہم کہیں  
 مٹی سامنے ہمارے جو فوج ہر ادلی  
 سنے ہیں اب ہر ایک اس فوج کے یہی  
 محبوبا در بسنت و لطافت تھے ایک نظر  
 لیکن انھوں کو آدمی کی جگہ دو دو  
 ایدہ ہر سے بان در ہلک توپ متصل  
 بڑھ بڑھ کے آخڑ دہ لگے توپ لگنے  
 لیکن میں تجھ سے کیا کہوں و یا اس مٹھی  
 مٹی کرتیاں تلگوں مانند لالہ زار  
 تو میں جو داغے تھے فتیوں کے آن آت  
 کجناں شمس رعد کے کھر کے مٹی و سبم  
 فرصت کو نے اتنی نہ پائی کہ وہ کرے  
 ہر ایک جا یہی نظر آیا ہر ایک کو  
 نے لڑنے کے حواس تھے نہ بھاگ نہ کھڑے

آئے تجھے سخن کا ہمارے گرا اعتبار  
 ہونگے وہ دس ہزار تلک پیادہ سوار  
 سر کردہ تھے سمیت فرنگی کے پانچ ہزار  
 لیکو تھا میر سید علی مستعد کار  
 اُن کا قدم دغا میں یہ پایا ہم استوار  
 پڑتی تھی پردہ پڑھتے ہی آتے تھے سرگدا  
 اس پے پر جہاں سے جزائر کی ہو ٹوار  
 دکھلائی تھی اجل نے عجب طرح کی بہار  
 متحدہ دو توپ اہر سیاہ تگرگ بار  
 رنجک شال برق چمکتی مٹی بار بار  
 آواز مژناں تھی طاؤس کی جھنکار  
 بندق و تبر و تیغ سے جاؤں میں کارزار  
 گھوڑا ایدہ جو تر پے ہر او دم پڑا سوار  
 نے سوچ مرنے کا تھانہ جیسے کا کچھ بچار

باد بکجواس کو تالے یار اُس گم دی  
 آیا جو کچھ عمل میں نہ تھا اس میں اتنا  
 حیدر کو جس کا منہ اٹھا ادھر کو دھچکا  
 سو بے بغیر یہ کہ فلاں جا کر دل قرار

سودا

## ۹۶۔ آگرہ اور تاج محل

لے آگرہ کی سرزمین	ہے تو جیسے فردوس بریں
نازاں ہیں تیرے دور میں	ہندوستان کی سرزمین
ہر صفحہ تیرا دل رہا	ہر نقش تیرا دل نشین
تیرے عمارات کہن	دیرینہ شوکت آفریں
تیرے خرابے میں ہناں	ہیں کیسے کیسے مرجبیں
اللہ اکبر وہ محمد	اکبر ہیں جس میں جاگزیں
اب تو ہی اُن کو ڈھونڈنا	ہم کو تو وہ ملتے نہیں
وہ بوضہ کیواں نشان	نقش بہشت عنبریں
وہ نقشِ دَورِ ماضیہ	سنگیں ترا حص حصیں
قبرِ استادِ الدولہ کی	اک طبقہٴ فلکِ بریں
وہ سنگِ مرمر کی چمک	جیسے عذارِ حورِ عین

دنیا میں ہے تو اس طرح خاتم پہ جو جیسے نگیس  
 اور وہ نہیں بھی منو نگوں  
 جس میں تجسلی موجزن

اے یادگارِ رفتگاں اے روضہ جنتِ نشاں  
 اے روضہ گزوں حشم اے جنتِ ہندوستان  
 ہر گوشہ گوشہ تیرا ہے آرام گاہِ قدسیاں  
 ڈھالا ہے سانچے میں تجھے اے مرقدِ شاہِ جہاں  
 اے قبر تیری گود میں سوتا ہے اک خلدِ آشتیاں  
 تیرے محبر کے بناڈ جیسے فردِ برغِ بہکشاں  
 جیسے ستاروں کی جڑت یوں تیری پرچیں سازیاں  
 ہر کتبے سے ہے جلوہ گر طغرا نو پس کنُ ذکاں  
 افشاں رُخِ قدرت پہ ہے یا ہیں مُبنتِ کاریاں  
 وہ جا لیاں میں دلِ روبا یا چشمکِ حورِ جاناں  
 آنکھوں نے دیکھا ہی نہیں ایسی تجسلی کا مرکاں  
 بس بس عزیزِ نکتہٴ رُس کب تک رہو گے درُفناں  
 ہے مخفیِ نظارہ پر اس کی حقیقت کا بیاں  
 سرائۂ صمدان ہے عرصہ ہے یا اجمان ہے

## ۹۔ تاج محل آگرہ

روضہ جو اس مکان میں دریا کنارہ ہے      خوبی میں سب طرح کالے اعتبار ہے  
 نقشہ میں اپنے یہ بھی عجب خوش نگاہ ہے  
 نگ سفیدے جو بنا ہے قمر نشان      ایسا چمک رہا ہے تھلی سے یہ مکاں  
 جس سے بلور کی بھی چمک شرمسار ہے  
 درد اذے پر لکھا خط طعز اور طرد کار      ہر گوشہ پر کھڑے ہیں جو مینا اسکے پایاں  
 چاروں طرف سے ادج کی خوبی دوچار ہے  
 برسوں تک اس میں ہے تو ہدیٰ جی اداس      آتی ہے ہر طرف سے گل دیا سمن کی باس  
 ہوتا ہے تاداس میں جو کرتا گزار ہے  
 ہر ٹونیم مچتی ہے اور ہر طرف صبا      ہلتی ہیں ڈالیاں بھی ہر گل ہر جھوتا  
 کیا کیا روش روش پہ ہجوم بہا ہے  
 نابیل وسیوطی سے بھرے ہیں چین چین      گلزار لالہ دگل نسرین د نترن  
 فرائے چھوٹ ہے ہیں رماں جو ثبار ہے  
 ہے چھاؤں موسریں کی سبزہ ہر بھار      گل کھل ہے ہیں حوض میں پانی چھلکا  
 ہر جا صدائے بھل و صوت نہرا ہے  
 جو دیکھتا ہے اُس کو یہ ہوتا ہے دلپذیر      تعریف اس مکان کی میں کیا کروں منظر

اس کی صفت خوشتر روزگار ہے

تخلیہ اکبر آبادی

## ۹۸۔ ریل گاڑی

حیواں ہے وہ نہ انسان جن پر نہ وہ پری ہو  
 کھاپی کے آگ پانی چنگھاڑ مارتی ہے  
 وہ گھورتی گزیتی بھرتی ہے اک سپاٹا  
 آتی ہے شور کرتی جاتی ہے غل مچاتی  
 بے خوف بے محابا ہر دم رواں دواں ہے  
 آندھی ہو یا اندھیل ہے اس کو سب برابر  
 اتر سے نہ دکن تک اپنی سب سے بچاں تک  
 ہر آن ہے سفر میں کم ہے قیام کرتی  
 پر لیسوں کو جھٹ پٹ پہنچا گئی دکن میں  
 ہر چیز سے نرل ہے چال دھال اس کی  
 برکت سے اس کی پہ پر پودا بن گئی ہیں  
 ہم کہہ چکے مفصل جو کچھ ہے کام اس کا  
 ہی ہاں سمجھ گیا میں پہلے ہی میں نہ تباہی

سچے میں اس کے ہر دم آگ سی بھرتی ہے  
 سر سے دھواں رڑا کر غصہ اُمارتی ہے  
 ہفتوں کی منزلوں کو گھنٹوں میں اس ڈکاتا  
 وہ اپنے خادموں کو بے دُور سے جگاتی  
 ہاتھی بھی اس کے آگے اک مورِ ناواں ہے  
 یکساں ہو کر دخلت اور روز و شب برابر  
 سب ایک کر دیا ہے پہنچتی ہے یہ جہاں تک  
 رہتی نہیں معطل پھرتی ہے کام کرتی  
 ڈانی ہے جاں اس نے سوداگری کے تن میں  
 پاؤں صنعتوں میں کتر مثال اس کی  
 لگا اس کے دم قدم سے گھراؤ بن گئے ہیں  
 جب جانیں تم سیاہ دین سوچے نام اس کا  
 وہ دیکھو اگر وہ سے آتی ہے ریل گاڑی  
 اسٹیشن

## ۹۹۔ پن چکی

نہر پر چل رہی ہے پن چکی      دھن کی پوری ہے کام کی چکی  
 بیٹھتی تو نہیں کبھی تھک کر      تیرے پیٹے کو ہے سدا چکر  
 پانی ہر وقت بہتا وصل وصل      جو گھماتا ہے آکے تیری کل  
 کیا تجھے چین ہی نہیں آتا      کام جب تک ٹھٹ نہیں جاتا  
 مینو ہرستا ہوا چلے آندھی      تو نے چٹکی کی شرط ہے باندھی  
 پینے میں نہیں لگی کچھ دیر      تو نے جھٹ پٹ لگا دیا کڈیر  
 لوگ جائیں گے میٹ میٹ      تیرا آٹا بھر لگا کتنے پیٹ  
 بھر کے لاتے ہیں گاڑیوں میں تلج      شہر کے شہر ہیں ترے محتاج  
 تو بڑے کام کی ہے اے چکی  
 مجھ کو بھاتی ہے تیری نے چکی

اسماعیل

## ۱۰۰۔ تلوار

بکناک ی تھی چاندنی شمشاں برق      وہ برق کہ خود لگتی تھی اس سے ماں برق  
 اس کے تھانے میں چوہاں برق      منہ زہر پرش تھریں آگ دباں برق

سرکش تھا جو ماری یہ جلاتی تھی اُسی کو

لہے یہ بھی گرتی تھی تو کھاتی تھی اُسی کو

اُٹھ کر کبھی ٹھیری کبھی پھکی کبھی چمکی سرگئے گون جہد اس تیغ نے غم کی

سیدھی صوف دشمن کو ملی راہ عدم کی یسفی تھی کہ گویا دم شمشیر پہ دم کی

دم بھر میں صغین صاف تھیں بیدار گردنی

تھی مینگو کی طرح خاک پہ بوجھاڑ سڑنی

تھا صورتِ آئینہ تمام اُس کا بدن تھا خوں پتی تھی پر دیکھو تو منہ تھا دہن تھا

چلتی تھی جو سن تو لکھتا تھا سخن تھا ہوں میں تو وہ جادو ب کر دیتی ہوں ن تھا

نا اہل ہیں نامرد ہیں ناپاک ہیں اعدا

میں برقی غضب ہوں خسِ خاشاک میں اعدا

چم خم سے ہالِ فلک نیلوفر ی تھی مارا تھا ہزاروں کو گر خوں سے بری تھی

شوخی تھی نئی اور نئی جلوہ گری تھی تھی تیغ کے قبضے میں سیلماں کے پری تھی

اک آگ لگی دار جہد چیل گیا اس کا

جو آگیا سایہ میں بدن جل گیا اُس کا

انیس

۱۰۱۔ تلوار

یاں شور وہاں غل اُدھر آئی اُدھر آئی وہ چمکی وہ تر پئی وہ چھپی وہ نظر آئی



دہیر گئی خود میں وہ سر میں در آئی گردن سے بڑھی سینہ یا تا کمر آئی

ہن اس کا گھٹا تھا جو دلیلا بڑھا تھا  
مُنھ کی وہی کھاتا تھا جو منہ اُسکے چڑھا

چمکی خود دوسرے تو سر سے نکلی گئی شانہ پہ جو پڑی تو جگر سے نکل گئی  
سینے میں دم لیا تو کمر سے نکل گئی حیراں تھا خود بہت کہ کدھر سے نکل گئی

ادبچی ہوئی تو فرقِ عدد کو فرد کیب  
گر کر اُسٹھی تو راکب و مرکب کو دو کیا

د بیڑ

## ۱۰۲۔ عجیب چھڑیا

چڑیا ہم نے عجیب پالی ہے دن رات ہوتا م یا سویرا  
زنجیر اُس کے گلے میں ڈالی ہے لیتی ہے وہ جیب میں بسیرا  
چڑیا سے بھی قد ہے اس کا چھوٹا ہے اس کا بدن تمام پوٹا  
پوٹے پہ جو غور سے نظر کی پوٹا نہیں پوٹ ہے مہنر کی  
گویا ہے اگرچہ بے زباں ہے ناداں ہے مگر حساب ان ہے  
دانہ پانی نہیں وہ کھاتی ہر دم ہے خوشی سے چھپاتی  
دن رات میں چھڑ دو کہہ، آن یہ چھڑ ہے اُس کے جسم کی جان

جب تک جیتی ہے جاگتی ہے  
 کہتی ہے کہ دقت کی خبر لو  
 غفلت کیجئے تو ٹوکتی ہے  
 اس طور سے کرتی ہے گزارا  
 پھر اتنے ہی رات کو ہے دیتی  
 اندھے ہیں تمام اُس کے بچے  
 ہر بچے نے اُگلے ساٹھ دانے  
 جو دانہ گرا سو ہو گیا گم  
 دانہ کی تباہ کیا ہے قیمت  
 جس نے اسے پایا کھاد اہ  
 صبح جمع تو محل بے بہا ہے  
 گویا ہر درد کی دولہ ہے

القصد عجب ہے وہ پرندہ

مردہ اسے ہم کہیں نہ زندہ

اسمعیل



(اختر العباد شمسۃ رقم دامپوری)

## ضمیمہ شعرا اور اُن کا کلام

استدعا: ذیل میں شعرا کے متعلق جو حالات دریافت طلب ہیں اگر کوئی صاحب اُن سے  
مطلع فرمائیے تو باعث مشکوری ہوگا۔ اُمید کہ طبع ثانی میں کُل حالات منکمل ہو جائیں گے

۱۔ آزاد - سید محمد حسین صاحب مرحوم

دولت ۱۸۳۱ء وطن دلی وفات ۱۹۱۰ء مدفن لاہور

(۲۴) جاڑا اور گہر

۲۔ اسماعیل - مولوی محمد اسماعیل صاحب مرحوم

دولت ۱۸۴۲ء وطن میرٹھ وفات ۱۹۱۶ء مدفن میرٹھ

(۲۵) خشک سالی

(۲۶) ادنٹ

(۲۷) شیر

(۲۸) چاری گائے

(۲۹) ہاراکٹا ٹیپو

(۳۰) کتا اور اُس کا سایہ

(۳۱) اسلم کی بقی

۱۲۳) ددکتیاں

۱۲۴) مجنوں اور رنج

۱۲۵) کیرا

۱۲۶) چھٹی چیزٹی

۱۲۷) محرم کا اکھاڑ

۱۲۸) دیل عاوی

۱۲۹) پن چکی

۱۳۰) عیب چڑیا

۳۔ اکبر۔ سید اکبر حسین صاحب

دہلی ۱۸۳۶ء دکن الہ آباد

۱۳۱) دلی دربار

۱۳۲) دلی دربار

۴۔ انشا۔ انشاء اللہ خاں مرحوم

دہلی ۱۲۳۳ء دکن لکھنؤ

۱۳۳) جلوس پیر

۵۔ انیس۔ میر بیرو علی مرحوم

دہلی ۱۲۱۶ء دکن دہلی ۱۲۹۱ء دکن لکھنؤ

(۱۱) غفور مجید

(۱۲) غری کا موسم

(۱۳) گھوڑا

(۱۴) گھوڑا

(۱۵) گھوڑا

(۱۶) گھوڑا

۶۔ اوج۔ محمد یعقوب صاحب گیاوی

ولادت: ۱۸۸۳ء دمن گیا

(۱۷) نسیم نیر

(۱۸) برسات

۷۔ یاسط۔ ماسٹر یاسط علی صاحب بسوانی

ولادت: دمن وطن

(۱۹) بیبا

۸۔ بسمیل۔ محمد عبدالرحمن صاحب

ولادت: دمن وفات: دمن

(۲۰) گلچاپ کا بھول

۹۔ چکبست۔ منشی برج نوائن صاحب

ولادت: دمن لکھنؤ

(۲۱) دہرہ دھنکاسی

۱۰۔ حالی۔ خواجہ الطاف حسین مرحوم  
ولادت ۱۸۴۷ء وطن پالی پت دفات ۱۹۱۳ء مدفن پالی پت

(۳۱) سیر کشمیر

۱۱۔ حامد۔ حامد حسین صاحب قادری  
ولادت وطن بکراؤں

(۱۵) برسات

۱۲۔ حسوت۔ مولوی حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی  
ولادت وطن علی گڑھ

(۳) پل پر شلم تنہائی

(۱۷) برسات

۱۳۔ حفیظ

ولادت وطن جوپور

(۲۸) جوپوری خریزہ

۱۴۔ دبیر۔ مرزا سلامت علی مرحوم  
ولادت ۱۲۲۵ء وطن لکھنؤ دفات ۱۲۹۲ء مدفن لکھنؤ

(۱۶) تلوار

۱۵۔ سحر۔ منشی اقبال بھادر درما  
ولادت وطن

۱۱۳ برسات

۱۱۴ تیلیاں

۱۶۔ سورا۔ منشی دُرگاسہائے آغجہائی

ولادت دکن وفات دکن

(۶۰) مُرقابی

۱۷۔ سفیر

ولادت دکن

(۳۶) لب آب جو

۱۸۔ سودا۔ مونا محمد رفیع مرحوم

ولادت ۱۱۳۵ھ دکن دکن وفات ۱۱۹۵ھ دکن کھنڈ

(۳۶) موسم بہار

(۴۹) ہفتی

(۵۴) مریں گھوڑا

(۹۵) چور گدی

(۹۵) سرکازجگ

۱۹۔ سید شاہ محمد اکبر صاحب

ولادت دکن

۱۱۵۰

۲۰۔ شاعر ۲۳ شاعر قزلباش صاحب

ولادت وطن دہلی

(۷) ایک صبح کی عبادت گزار

۲۱۔ شاعر منشی پیارے لال صاحب

ولادت وطن

(۸) جنگ کی برسات

(۹) کنول کا بھول

۲۲۔ شاعر منشی کنڈان لال صاحب

ولادت وطن مہارن پور

(۱۰) نطفہ برشکال

۲۳۔ شوق محمّد عبد العزیز صاحب

ولادت وطن

(۱۱) مندر کی بات

۲۴۔ شوق قدوائی مولوی احمد علی صاحب

ولادت وطن

(۱۲) ایک حسین لڑکی

۲۵۔ شہاب الدین خاں

ولادت وطن



(۳۲) دھان کے کھیت

(۳۵) پہاڑی ندی کا گیت

۲۶- طور غلام محمد مرحوم

ولادت وطن

(۱۳) برسات

۲۷- عزیز الرحمن صاحب

ولادت وطن بلگرام

(۴) لطف شب

(۶) شب تاریک

۲۸- عزیز لکھنوی مرزا محمد ہادی صاحب

(۹۶) آگرہ اور تاج محل

۲۹- غالب مرزا اسد اللہ خاں مرحوم

ولادت ۱۹۶۶ء وطن دہلی دہلی ۱۹۶۹ء مدفن دہلی

(۴۵) انیس

۳۰- فقیر

ولادت وطن

(۱۸) برسات

۳۱۔ محروم منشی تلوک چند صاحب

ولادت وطن

(۳۶) کاش میں بلبی چمن ہوتا

(۶۱) ساری کا جوڑا

۳۲۔ محوی محمد حسین صاحب

ولادت وطن کھنڈ

(۲۰) جھولا

۳۳۔ موزا شوق۔ نواب موزا مرحوم

ولادت وطن کھنڈ دفات مدفن

(۶۲) دوشیز

(۶۶) خادمہ

ماما

(۸۵) مجتہد اجاب

۳۴۔ سید محمد اسماعیل صاحب

ولادت وطن سکوہ آباد

(۱۳) برسات

(۹۰) مراجعت وطن

۳۵۔ مہر منشی سودج نرائن

ولادت وطن

(۲۰) جمیگر اور شہد کی کتب

۳۶۔ میاں میر تقی صاحب مرحوم

ولادت ۱۱۲۵ھ دکن دلی وفات ۱۲۲۵ھ مدفن لکھنؤ

(۹۱) سفرنامہ

۳۷۔ میر حسن میر غلام حسین صاحب مرحوم

ولادت دکن دلی وفات مدفن لکھنؤ

(۵) چاندنی اور خانہ باغ

(۶) چاندنی اور تالاب

(۷) عروس

(۸) نوشہ کاخام

(۹) شادی کی وحوم

(۱۰) جلوس

(۱۱) شہزادے کے گم ہونے پر ماتم

۳۸۔ فیضو پنڈت دیاشنکر انجھانی

ولادت وطن وفات مدفن

(۱۲) ۲۰ دیہار

### ۳۹۔ نشاط ۔ میرحیدر حسین صاحب

ولادت وطن اردہ

رہس شیلانگ اور کلکتہ

### ۴۰۔ نظیر شیخ دلی محمد مرحوم

ولادت وطن وفات مدین

(۳۷) اوس

(۳۳) شہر کی برسات

(۲۸) آفتِ خزاں

(۷۳) پار تہی

(۸۱) شیو شکر جی کی برات

(۸۲) شادی کی محفل

(۸۵) دہن کا جیز

(۸۶) دہن کی رخصت

(۸۷) بیٹے کی سیر

(۹۰) تاج محل آئو

### ۴۱۔ نھال

ولادت وطن

(۱۱) برسات

۴۲۔ ہادی سید محمد ہادی صاحب بی۔ اے

ولادت ۱۸۸۵ء وطن پھل شہر

(۱۰) برق دباراں

(۲۵) گرمی کا موسم

(۳۸) بہار چین

(۳۹) بھولوں کی بہار

(۴۱) گلاب کا بھل

(۴۲) بیلا

(۴۳) جوی

(۴۴) برساتی پٹنگ

۴۳۔ علم

(۴۵) انبہ

(۴۶) میدان جنگ



# مناظرِ قدرت

حصہ سوم

مرتبہ

(محمد الیاس برنی)

زیونگرا نی

مسلم احمد نظامی ایم اے

دُر روپے ۲۵ نئے پیسے

قیمت

مالک

کتب خانہ نذیریہ مسلم منبر لکھاری باؤلی۔  
دہلی

دیتو مغل علی علیزادہ پریزیڈنٹ

# فہرست مضامین

ہر جلی عنوان سے ایک نیا مضمون شروع ہوتا ہے اور اس کے تحت میں مضمنا میں متبادل درج ہیں۔

- (۱) ماہتاب .. بے نظیر .. .. ۱۱  
(۲) چاندنی رات .. .. ۱۲  
(۳) چاندنی کی بہار .. .. ۱۳  
(۴) تارے .. .. ۱۴  
(۵) دُعا ستارہ .. عالی .. ۱۵  
(۶) پھلی رات .. بے نظیر .. ۱۶  
(۷) دھلتی رات .. بے نظیر .. ۱۷



- (۱۸) نو و صبح .. .. بے نظیر .. .. ۱۸
- (۱۹) سپید و سحر .. .. بے نظیر .. .. ۱۹
- (۲۰) روزگار و کما .. .. سید عکرم حسین .. .. ۲۱
- (۲۱) بہار صبح .. .. بے نظیر .. .. ۲۲
- (۲۲) صبح صحر .. .. بے نظیر .. .. ۲۴
- (۲۳) صبح بہار .. .. ہادی .. .. ۲۵
- (۲۴) صبح چمن .. .. " .. .. ۲۶
- (۲۵) صبح چمن .. .. سید عکرم حسین .. .. ۲۷
- (۲۶) صبح بنارس .. .. بے نظیر .. .. ۲۸
- (۲۷) طلوع آفتاب .. .. بے نظیر .. .. ۲۹
- (۲۸) صبح کی چہل پہل .. .. سید عکرم حسین .. .. ۳۰
- (۲۹) گرما .. .. سید احمد عاشق .. .. ۳۱
- (۳۰) گرما .. .. بے نظیر .. .. ۳۲
- (۳۱) آندھی .. .. بے نظیر .. .. ۳۳
- (۳۲) آندھی .. .. ہادی .. .. ۳۴
- (۳۳) غنوا بر .. .. نشاط .. .. ۳۵
- (۳۴) آندھ بر .. .. بے نظیر .. .. ۳۶

- (۲۵) مولانی ابرہہ .. بے نظیر .. ۳۷
- (۲۶) رونق بارش .. ۳۸
- (۲۷) بادل کا کھلنا .. ۳۹
- (۲۸) برسات .. ؟ .. ۴۱
- (۲۹) برسات کی بہار .. سید احمد عاشق .. ۴۱
- (۳۰) سالون کا مہینہ .. عزیز و خاتون .. ۴۲
- (۳۱) جوش بارش .. ہادی .. ۴۳
- (۳۲) سوزِ فرقت اور شبِ ابرہہ .. بے نظیر .. ۴۴
- (۳۳) برکھا اور پردیس .. حانی .. ۴۴
- (۳۴) کثرتِ بارش .. میر .. ۴۷
- (۳۵) برسات میں اپنے گھر کا حال .. میر .. ۴۸
- (۳۶) اوائلِ سرما .. بے نظیر .. ۵۱
- (۳۷) موسمِ سرما .. بے نظیر .. ۵۱
- (۳۸) جاڑے کی بارش .. وجاہت .. ۵۳
- (۳۹) کہرا .. میر .. ۵۴
- (۴۰) دوپہرِ سرما .. بے نظیر .. ۵۴
- (۴۱) سپہرِ سرما .. بے نظیر .. ۵۵

- (۴۲) فصل سرا .. .. بے نظیر .. .. - ۵۶
- (۴۳) بہار .. .. - ۵۷
- (۴۴) بہار .. .. میر .. .. - ۵۸
- (۴۵) بہار .. .. بے نظیر .. .. - ۵۹
- (۴۶) برگِ محفل .. .. خاتون از علی گڑھ .. .. - ۶۱
- (۴۷) لکڑی .. .. نظیر .. .. - ۶۲
- (۴۸) تر بوڑ .. .. نظیر .. .. - ۶۳
- (۴۹) آموں کی بہار .. .. بے نظیر .. .. - ۶۴
- (۵۰) آرائش باغ .. .. بے نظیر .. .. - ۶۵
- (۵۱) محمکتِ حین .. .. بے نظیر .. .. - ۶۶
- (۵۲) بستی رنگ کی بہار .. .. بے نظیر .. .. - ۶۷
- (۵۳) لمودری .. .. ناظر .. .. - ۷۰
- (۵۴) جاب .. .. نظیر .. .. - ۷۱
- (۵۵) سکون ... .. بہر .. .. - ۷۲
- (۵۶) مقبرۂ نور جہاں .. .. حسرت .. .. - ۷۴
- (۵۷) دہلی کے کھنڈر .. .. محمد انعام الحق .. .. - ۷۶
- (۵۸) زلزلہ .. .. نظیر .. .. - ۷۷

- (۵۹) جنگو - - - اقبال - - - ۸۰
- (۶۰) یتری - - - ارشد - - - ۸۰
- (۶۱) کبوتر - - - وجاہت - - - ۸۱
- (۶۲) بیے کا گونسلہ - - - ۸۲
- (۶۳) پرندوں کا لباس - - - ارشد - - - ۸۳
- (۶۴) بزمِ طیور - - - بیے نظیر - - - ۸۴
- (۶۵) پرندوں کی عبادت - - - نظیر - - - ۸۵
- (۶۶) گلری کا بچہ - - - ۸۶
- (۶۷) بکری - - - میر - - - ۸۶
- (۶۸) فناءِ بلی - - - ۸۷
- (۶۹) سگ و گربہ کی دوستی - - - ۹۱
- (۷۰) کارنامہِ بلاؤ - - - ۹۱
- (۷۱) لونڈی - - - ۹۳
- (۷۲) بچہ - - - ظفر - - - ۹۴
- (۷۳) بچہ - - - محرم - - - ۹۴
- (۷۴) بچہ کی چال - - - نظیر - - - ۹۶
- (۷۵) کمِ ذہنت بچہ - - - اکرام - - - ۹۶

- (۷۹) دوشیزہ .. .. بے نظیر .. .. ۹۸
- (۸۰) بے نظیر شاہ .. .. ۱۰۰
- (۸۱) تقویر غازی الہ پاشا - نجم .. .. ۱۰۱
- (۸۲) چھیلا .. .. میر .. .. ۱۰۲
- (۸۳) تماشہ گر .. .. نظیر .. .. ۱۰۳
- (۸۴) بڑھا پا .. .. میر .. .. ۱۰۴
- (۸۵) صفت پیری .. .. نظیر .. .. ۱۰۵
- (۸۶) جمپیک .. .. ۱۰۶
- (۸۷) مار پھینک .. .. ۱۰۷
- (۸۸) کشتی .. .. سودا .. .. ۱۰۸
- (۸۹) تیراکی کا تماشہ .. .. نظیر .. .. ۱۰۹
- (۹۰) پتنگ بازی .. .. نظیر .. .. ۱۱۰
- (۹۱) کبوتر بازی .. .. ۱۱۱
- (۹۲) بیل بازی .. .. ۱۱۲
- (۹۳) مرغ بازی .. .. میر .. .. ۱۱۳
- (۹۴) رگبی کا تماشہ .. .. نظیر .. .. ۱۱۴
- (۹۵) ماہ صیام .. .. مرغ .. .. ۱۱۵

- (۹۳) عید کی دعوم - - - بے نظیر - - - ۱۱۴
- (۹۴) سیر نجوم - - - بے نظیر - - - ۱۱۵
- (۹۵) عید گاہ - - - " " " " " " ۱۱۶
- (۹۶) دیوالی - - - " " " " " " ۱۱۷
- (۹۷) صرافہ - - - نظیر - - - ۱۱۷
- (۹۸) ہولی - - - میر - - - ۱۱۸
- (۹۹) موسیقی - - - نظیر - - - ۱۱۹
- (۱۰۰) سوانگ - - - میر - - - ۱۲۰
- (۱۰۱) بوٹے بواہوس کا منہ - - - نظیر - - - ۱۲۰
- (۱۰۲) شادی کی دعوم - - - میر - - - ۱۲۱
- (۱۰۳) جلوس - - - " " " " " " ۱۲۳
- (۱۰۴) بہار آتش بازی - - - بے نظیر - - - ۱۲۴
- (۱۰۵) چم اغان - - - میر - - - ۱۲۵
- (۱۰۶) بہار روشنی - - - میر - - - ۱۲۶
- (۱۰۷) آرائش ایوان - - - بے نظیر - - - ۱۲۷
- (۱۰۸) بن - - - میر - - - ۱۲۸
- (۱۰۹) سفر جنگل - - - میر - - - ۱۲۹

- (۱۱۰) عبور دریا - - - میر - - - ۱۳۰
- (۱۱۱) بارش اور خشک - - - میر - - - ۱۳۱
- (۱۱۲) چرچکار - - - " - - - ۱۳۱
- (۱۱۳) عرض حال - - - عالی - - - ۱۳۲
- (۱۱۴) قدیم سواری - - - میر - - - ۱۳۳
- (۱۱۵) ریلوے اسٹیشن - - - بے نظیر - - - ۱۳۴
- (۱۱۶) ریل میں گرمی کی دو پہر - - - " - - - ۱۳۵
- (۱۱۷) ریل میں پہاڑی کا سفر سبے نظیر - - - ۱۳۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# مناظر قدرت

جلد سوم

۱۔ ماہتاب

وہ چکا اٹھا کر بستی نقاب	افق پر شام ہی ماہتاب
تجلی ہی اٹھ کے بڑھنے لگی	درختوں پہ چاندی ہی چڑھنے لگی
اڑنے لگی ریزہ سیم خام	روپہلی کرن آسمان پر تمام
دکھانے لگی موج دریا چمک	پڑی پانی پر چاندنی کی جھلک
چمکنے لگی سطر آب پر	وہ تل تل کے ابرک شعلہ نقر



برسنے لگا نور افلاک سے      تجلی اُبلنے لگی خاک سے  
ہوا اس قدر روشنی کا وفور      بنی ہر کرن تارِ بارانِ نور  
تجلی کثافت کو دھونے لگی      مکالوں پہ قلعی سی ہونے لگی

بنے آئینہ سارے دیوار و در

سفیدی پھری ہر در و بام پر

بے نظیر

## ۲۔ چاندنی رات

وہ متساب کی آسماں پر بخود      مزی کو اکب سے چرخِ کبود  
وہ کرنوں کی شبنم کے اندر بہار      اُڑا یا ہے چاندی کا گویا غبار  
لرزتی ہے پانی پہ یہ چاندنی      کہ دریا میں تجلی کی روشنی  
وہ لہریں کہیں تلملاتی ہوئیں      چمک آئینے کی دکھائی ہوئیں  
نہیں نام کو بھی کہیں تیرگی      کہ عکس تجلی ہی سائے میں بھی  
رواں یہ چاروں طرف مٹاؤ      کہ اُٹتے ہیں دن کی طرح کچھ طیور  
شعاعوں کی اندر سے تیریاں      قمر کے وہ جو بن کی فوجِ زیاں  
مگر جھپٹے جھپٹے تلے میں ماند      کہ اُچاپے جلوہ میں پورا چاند  
شعاعوں کا وہ جگمگا ناخوش      تاروں کا آنکھیں پڑانا کہیں

گر آہن کے پتوں سے نور مژ  
کہ میرے لئے کڑے پٹریں دھ  
ہوا پکے کاری کا یہ اہتمام  
کہ مر رہا ہے غلگ مٹی کا کام  
پیسائے میں اوراق سے نور کے  
کہ گل سنگ موتی پہ بتور کے  
کہیں چھلتے ہیں کچھ کیو  
کیس شور کو توں کا ہر دور دور  
بتارے جو رہے لٹے ادھر  
وہ کتاب کے پھول تھے سر بسر  
کہے عالم وجد میں آسماں  
ہوئی چاندنی یہ تجلی فناں  
دختوں پہ حیرت سجائی ہوئی  
صفایام و در میں سمائی ہوئی  
یہ کتاب ہے ہر ایک شجر کا سکوت  
منجانبہ الذی لا یموت

جے فطیس

## ۳۔ چاندنی کی بہار

ہو اس ناز سے چاندنی جلوہ گر  
تجلی سے واوی یہ بھور ہے  
کہ موج ہوا موج نور ہے  
دو پھول بھلے اُگلے میں جو سانے  
کہ سکتے کے عالم میں ہی ہر شجر  
دکھتے ہیں ہن وقت کسی بہار  
کہ موج ہو اوج نور ہے  
جھک دیگ پر صحن بتور کی  
کہوں ٹوٹ کر جن پر تائے نثار  
بچائے ہوئے چاندنی نور کی

یہ عالم جو دیکھا تو خشک کتاں  
جو بھیگی ہوئی آبِ حیات رات  
وہ شبنم کی خشکی و ٹھنڈی ہوا  
وہ شامِ غول کا جھکا لٹکا کہیں  
وہ میدان میں چاندنی کا سماں  
نجوم و قمر کا وہ عکس آب میں  
ہوا پارہ پارہ دلِ عاشقان  
کہ تر و متعل کی چوٹی و نجات  
وہ اشجارِ آبِ ایں کی صفا  
وہ دروں کا آغوشِ چمک کر کہیں  
وہ شبنم کا گرواں گچہ کچہ دھواں  
وہ پانی میں جلتی ہوئی شعلیں

وہ ہر سمت چھایا ہوا نقہ بدر  
وہ شبِ بیدارِ القدر کی قدس کی قدر

بے نظیر

## ۴۔ تارے

کہاں ہو تو اے ساقیِ نغمِ زریں  
کو اکب پر افلاک بھولے ہوئے  
سمندرِ شبِ بے ہوئے یہ چراغ  
نہیں چاند کا گو فلک پر نزول  
مہرِ نبیِ قدرتِ پاک کی  
قنادیل روشن عجب آبِ نگار  
کتاروں بھری راتِ پروں و فریب  
کنول حوضِ گروں میں بھولے ہوئے  
بنے صحنِ گروں میں تاروں کا بلاغ  
کھلے ہیں مگر چاندنی کے یہ پول  
بسی بے بھولوں کی افلاک کی  
مصایح کا آیاتِ پروردگار

تاروں کا یہ عکس تالاب میں  
 تنا سب سے قدر تھے چھتے تھے  
 یخور شب تاباں کے تنکے ہوئے  
 غضب جھنگاتی ہوئیں فرویاں  
 بھری بوٹیوں سے روئے فلک  
 شب تار کی شان تلنے ہوئے  
 مگر چشم انجم جھپکتی نہیں  
 کچھ ایسا ہی خوف شب تار ہے  
 کھلے کوئی آلے میر کو ہزار  
 جوئیات رہتے ہیں ان میں دواں  
 جو ثابت ہیں خود بدلتے نہیں  
 مرتب جو یہ شکل تیغیم ہے  
 بنو بوجو سب کا سنبھالے ہوئے  
 ہم ان میں جو یہ جذبات ہی  
 کشش ان میں ہی اولد تاثیر می  
 کچھ تبار کچھ ان میں خالی ہی ہیں  
 وسیع اس قدر ہر خصلے جہاں  
 کہ لڑائی میں پھیلیاں آب میں  
 زبرجستے گنبد میں ہر سب سے  
 گھر چیر گروں میں تلکے ہوئے  
 بنا کا مدنی کا تھان آسمان  
 بنی سبیل خود کو کشش کی شرک  
 جہاں نیند کا دل میں ٹھانے ہوئے  
 تاروں کی بوندیں ٹپکتی نہیں  
 کہ ہر خیم اک چشم بیدار ہے  
 کہ شبنم سے ٹھیک ہوا سبزہ زار  
 وہ ہیں ان کی ترتیب کے پاباں  
 کہ گردن پھرتے ہی چلتے نہیں  
 مرد و سال کی ان سے نفیم ہے  
 فضا میں گروں کو اچھالے ہوئے  
 علی قدر جسم و مسافات ہے  
 جدا گانہ تکلیف و تنویر بھی  
 جلالی ہی میں کچھ جمالی ہی ہیں  
 ہیں قدر و سب کچھ گروں سے بگیاں

تپش من کوخوڑی تاباں کی تھی      خبر کس کو بس بزمِ یاس کی  
 فضا آبِ انجم سے دھنی ہوئی  
 شبِ ماہِ حیرت میں کھوئی ہوئی      بے نظیر

## ۵۔ دُمدارِ ستارہ

نہیں ستارہ یہ دنیا دار نورانی      حقیقت اس کی ہیں نے ہو خوب پہچانی  
 جھکے پیرِ فلک ہاتھ میں چنور لے کر  
 کرے گا آصفِ ذی جاہ کی نگس رانی

عالی

## ۶۔ پھیلی رات

وہ بھگی ہوئی رات پھلا پھر  
 شفق کا ابھی گو نہیں کچھ نشاں  
 پس پردہ جو کچھ ہے بازی گری  
 کوئی دم میں بازی گیر آساں  
 خبر دے رہا ہے یہ رنگِ فلک  
 سمجھتے ہیں یہ سب جو حیران ہیں  
 سیاہی کے پردے میں نورِ سحر  
 سہانا نگر ہو چلا آساں  
 ہے اب تک نظر بند یوں سے بھری  
 چھپا دے گا یہ مہر ہائے عیاں  
 کہ تاروں نے دیگی کسی کی جھلک  
 فلک پر کوئی دم کے ہماں ہیں

نکلنے پہ آئے گاجب آفتاب خود اس کی عیسیٰ بنے گی حجاب  
 ابھی گو گمزی دو گمزی رات ہے  
 مگر صبح ہوا اور ظلمت ہے

بے نقاب

## ۷۔ ڈھلتی رات

ابھی جل رہا ہے قمر کا چراغ  
 وہ جو ککشال کی شکر بہ راہ  
 ہر اک سمت ہے کیا سمانا سماں  
 وہی مشعلیں جلتی ہیں آب میں  
 تجلی کا ہے ہر طرف گو، بخوم  
 بڑی منور ستاروں کی مدھم مگر  
 نہیں اونگھتے ہیں تہجد گزار  
 شعاخوں کا جھونکا جو آنے لگا  
 شفق آسماں پر ہوئی خمیزن  
 دم صبح واٹھس پڑھنے لگا  
 پڑا جتے پانی پہ عکس شفق  
 بکھلا ہے ہر چرخ تاروں کا باغ  
 شعاخوں نے پھر نکالا سے رات بھر  
 فوج بخش ہے کیسی تاروں کی چھاں  
 وہی پھول پھولے ہیں نالاب میں  
 مگر ماند ہونے لگے ہیں نجوم  
 ابھی نہیں رہا ہے چراغ قمر  
 پڑے ہیں کہیں مت شب زندہ دار  
 چراغ قمر جھللا نے لگا  
 گلابی رنگا چراغ نے پیرہن  
 اُجالا بھی رو رہے بڑھنے لگا  
 نبی سل دریا گلابی وری

شاعروں کی بڑھنے لگی اب بہار بنا لالہ زارِ فلک شعلہ زار  
 سُندرا ہوا عارضِ چرب و پیر  
 نکلنے پہ ہے آفتابِ مینر  
 بے نظیر

## نمودِ صبح

نجومِ فلک جھلکانے لگے  
 وہ ٹھنڈی ہواوتاؤں کی چھل  
 وہ ہنسائیں سہمی کی دھنِ طغریب  
 کھینچنے کس لئے دل نہ ہرتان پر  
 سُرِ بلی صمد ہوش کھونے لگی  
 وہ بوتلوں میں کلیاں چکے لگیں  
 وہ فہم نے چہرہ کا چین پر گل ب  
 نسیمِ سحر گل کھلانے لگی  
 ضیا آسمان سے اترنے لگی  
 عداولِ بہشتاں میں گانے لگے  
 وہاں پہلے وہاں سے بڑھنے لگی  
 چراغِ سحر ٹٹمانے لگے  
 نزولِ ضیا کا وہ پیرا راساں  
 ٹھنڈے سے وہ تانیئے کیاریب  
 کہ لے کر رہی ہے اتر جان پر  
 ستاروں کو وحشت سی ہونے لگی  
 وہ شاخوں پہ پڑیاں چکے لگیں  
 نہ رہ جاتے تاکہ کوئی سرگرم خواب  
 فضائے حین رنگ لانے لگی  
 نظر دور تک ہم کرنے لگی  
 طیرِ درِ سحر دل بُھانے لگے  
 ضیا و مہم اور بڑھنے لگی

وہ اللہ اکبر کی آئی صدا  
 وہ سب اول وقت پر حکمے ناز  
 وہ نیا پہاڑی وہ کلا نوا  
 ہوئی آسمان پر وہ صرخی ہوز  
 شعا میں دکھائے تیس جو ہلک  
 شفق میں بنتی کر رہی خوشاں  
 وہ زردی نہ الود گری ہوئی  
 پہاڑوں کی چوٹی سزی ہوئی

مطلقاً ہو آگسید ہر شجر  
 برسے نگاہ طرف آب زر

بے نظیر

## ۹۔ سپیدہ سحر

ریاض سحر میں جو پھولی شفق  
 نہ وہ چمکیں ہیں نہ وہ شوخیاں  
 تارے جو چمکے تھے افلاک پر  
 فراہم تھے پہلے جو انگور سے  
 سحر کا جو دمیر کا ستانے لگا  
 ہوا رنگ تاروں کا ایک بار فن  
 نہ وہ جھمکے ہیں سسوا آسمان  
 وہ آنے ہیں اب جا بجا کچھ نظر  
 وہ اک اک گویا کہتے ہیں اب فو کو دور  
 فلک فی انشاں چمک رہے ہیں لگا



ستارے جو تھے زیب بزمِ فلک  
وہ ایک ایک کمر کے روانہ ہوئے  
مگر کچھ دہرا رنگِ تزیینِ صبح  
سودہ بھی ہیں کچھ جھللاتے ہوئے  
ستارے جو باقی رہے خال خال  
جو تل کی طرح جا بجا پا گیا  
چھڑائی تھی مہتاب گردوں نے رات  
فلک پر وہ کچھ روشنی صبح کی  
جو نجمِ سحر بھی لجانے لگا  
شفق بھول کر رنگ لانے لگی  
گھڑی ہے الگ شمع بھی کیا ادھس  
اُٹھ اہرِ رات رنگِ صبح ہمار  
ہوا صبح صادق کا جس دم یقیں  
کسی کو کوئی گد گدا اُٹھا  
گجرجیت کا غل چھانے لگا  
اڈا ہون کی آواز آنے لگی  
ہوا جس گھڑی کم اڈا ہون کا شور

جھپکتی نہ تھی جن کی اک دم ہلک  
سحر ہوتے ہی سب فسانہ ہوئے  
چنے گانے میں دم میں گھپیں صبح  
ندامت سے آنکھیں جراتے ہوئے  
نہ ان کا رہا کچھ کسی کو خیال  
انھیں چُن کے مرغِ سحر کھا گیا  
اسی کے یہ بھول تھے بے ثبات  
وہ ہلکی سی مہتاب کی چاندنی  
فلک اپنا بستر اُٹھانے لگا  
نئی آگ دل میں لگانے لگی  
پتنگوں کے کچھ ڈھیر ہیں آس پاس  
فلک پر کھلا یک بیک لالہ زار  
تو بستر سے اُٹھنے لگے ناز نہیں  
کوئی مٹھ چھپا کر لجاتا اُٹھا  
جو سوتے ہیں ان کو جگانے لگا  
دعا تا سیرِ عرش جانے لگی  
اُٹھا دیر سے بید حوالوں کا شور

اٹھا کوئی سہ گرم حمد و پاس  
کوئی نیند کی جھونک میں بدحواس

بے نظیر

## ۱۰۔ نور کا ترکا

نور کا نور ظہور کا عالم	سر سے پاتک نور کا عالم
جھل جھل کرتے تارے	جی ہیں بھانے لگتے ہیں سائے
پیر کی پھسکی چاندنی بالکل	ہوئے کو خنوع ماہ بھی ہر تھک
نور سحر کامل کر عازہ	حسن کیا ہے فلک نے تازہ
دی جو نسیم سحر نے تھسکی	بیماروں کی آنکھ ہے جھپکی
طائر اپنی زباں میں	محو ہیں حمد خدا کے بیان میں
آئی صدا مسجبت سے اذناں کی	طاقت حق کو دوڑے نمازی
سن کر سکھ کی دھو تو دھو تو	جانے لگے مندر کو ہندو
کوئی اٹھا ہے کلمہ پڑھتا	بٹیا ہے کوئی ہر سر کرتا
کوئی اٹھا انگریز ایل لیتا	بٹیا کوئی تجا پیاں لیتا
بچے جو اٹھے روتے روتے	ماؤں نے تھکے سوتے سوتے
بیوں کے کندھوں پر پل رکھ کر	نکلا کسان ہے گھر سے باہر

تھکوں میں بھتی پھرتی ہے مومن  
تازہ و تازہ لے لو مومن

سید عالم دار حسین

## ۱۱۔ بہارِ صبح

کہ آتے ہیں جھوکوں چھوٹے لوہر	یہ بھیلیوں پر نسیم سحر
جہن کے چین کو مہکنے لگے	کھلے جھولنے چلنے لگے
کھلاتی ہے غنچوں کو دیا نسیم	اُڑتی پھرتی ہے آج کل کی نسیم
کہ غل پہ پوتی بچھائے ہوئے	سب پر قطرے چھائے ہوئے
ہوئے جھریں آگے گریاں شجر	چلتی ہے غنیمت جو وقت سحر
ہے سکتہ میں آئینہ آب جو	ہر اک شے پہ چھایا کرونگا
کہ حیرت کے عالم میں ہر اسماں	عجب وقت ہے یہ عجیب یہاں
یہ رہا ہی خوش نعمہ خوشنوا	سہانی سحر یہ سہانی فضا
کہیں نالائش بلبل غمتِ حال	کہیں نازِ زمِ طوطی خوشِ حال
فغانِ غماطل نے بانگ اُٹھوا	آج ہر طرف چھوٹی کی صدا
وہ صحرایہ نوا دُراغ و دُستن	گنزار میں تیراں غم و دن
ہیں سرگرمِ شمعِ رب غمور	عشقِ اچھا زبانِ بی بی یور

یہ ہوتا ہے گردِ سحر سے حیاں  
 وہ ظلمت کے سائے میں کچھ کچھ اثر  
 یہ دیکھا ہی تھا شیمِ اولک نے  
 نہری شاعروں کے نیزے لے  
 شفق کے پیر سے اُٹھے جس پر  
 لب جو تھا کٹے کا جو کچھ چوہا  
 شاعروں کے چارونچے لیکر بار  
 نہری شاعروں کا عکس آب میں  
 چمک کر دکھاتا ہی تھا صاف  
 یہ نہروں میں عکسِ شفق کا نشان  
 شاعروں کی پانی پہ چمکایاں  
 درختوں کے سایہ کا جو منہ میں خل  
 کہ آتا ہے کوئی بڑا کارواں  
 چھپا زیرِ واماں گردِ سحر  
 پڑھی آیہ فتحِ افلاک نے  
 ہر اول بُرے لشکرِ صبح کے  
 شاعروں نے لگائے غلطے زر  
 چمکے گیس اس میں چمکایاں  
 کیا صحنِ افلاک کو بے غبار  
 کہ جو گھر کرے قلبِ بے تاب میں  
 کہ آئینے کا ہے نسقِ غلاف  
 لگی آگ پانی میں آخر کی شان  
 میں سلعِ بلوریں پہ لگایاں  
 کہ شیشوں میں ڈھالے زر کے نقل

کھڑے ہیں خوش آبِ شجرِ صفِ بصف

کہ عالم ہے سناٹے کا ہر طرف

بے نظیر

## ۱۲۔ صبح صحرا

فلک پر تراوہ سنہرا غبار  
 نجوم اپنی ہستی کو کھرنے لگے  
 سحر لے کے آئینہ آفتاب  
 مطلقہ بہاروں کی وجوہیاں  
 برسے قل ان پر ریشاں کرن  
 وہ سرسبز بوئے طاوت بھرے  
 وہ شبنم کی دھوئی ہوئی ہنسیاں  
 وہ پانی کا جہز ماہ چاندی کے تار  
 سرشاخ پھولوں کا گہنا کہیں  
 کہیں لالہ سرخ سا غریب و ش  
 وہ نکھرا ہوا چہرہ نونہالی  
 کہیں پھول پھولے کہیں مرغزار  
 وہ گنجان شافیں شجر سایہ دار  
 مجلس سرگودھی کا دنگل کہیں  
 کہیں طائرانِ سحر نغمہ زن  
 منور ہوئے واوی و کوسار  
 جلی میں رہلوش ہونے لگے  
 ہوئی جلوہ انگن بصریہ تاب  
 دکھاتی ہیں اس وقت کیا کہاں  
 شعاعوں کی وہ کوئیوں پر بھین  
 وہ شفاف چشمے لطافت بھرے  
 زبرد کی وہ قدرتی کھنیاں  
 وہ شیشہ کی چادر صاف آبشار  
 گلے گلے نہروں کا بہنا کہیں  
 کہیں نرگس مت حیرت فروش  
 وہ بکھرے ہوئے سنبل تر کے بل  
 ریاحین خود و کہیں بے شمار  
 پہاڑوں کے دامن میں سنہزار  
 حیرتوں کا جنگل میں جنگل کہیں  
 کہیں چو کڑی جھری ہے ٹپ ہلن

کہیں غول کے غول عزا غزال  
 پرندوں کا جھرمٹ ہرنگ سحاب  
 بے کے پیے ٹرنا یا قوت بال  
 کہیں جھنڈ چڑیوں کا بالے آب  
 نیچاروں میں شیروں کا ٹنکارنا  
 کہیں کوئی بیٹے ہوئے ازمنہ  
 کہیں ہاتھیوں کا کھرے جھومنا  
 کہیں ٹالیوں پر پرندوں کا زور  
 وہ گھوڑوں کا چرنا چراگاہ میں  
 وہ کیلے کا جھل وہ آب و ماں  
 چٹانوں پر وہ چادر آب صاف  
 سلیں ننگ مرمر کی با آب و تاب  
 دکھانے لگیں پر نور آفتاب

بے نظیر

## ۱۳۔ صبح بہار

اللہ اللہ! لطف صبح بہار  
 پھر رہی ہے نسیم ایشلائی  
 اک عجیب کشمکش میں ہے گلزار  
 کبھی غنچوں کو جا ہنسائی ہے  
 اس طرف آتی اس طرف جاتی

کبھی شاعروں کو جا بلا آئی  
نظر آتے ہیں صاف موتی تو  
نیم وا ہے ابھی کلی کوئی  
ایک کا دوسرے کیساتھ لگاؤ  
پھر وہ کھلنے کا خوش نامنظر  
پھینکا بکھڑی کا تسم تسم کر  
بلبلیں چمچے سناتی ہیں  
چڑیاں آپس میں نچے گاں ہیں

الغرض ہے عجب سماں ہادی  
کیا ہو تعریف اس کی قدرت کی

ہادی

## ۱۲۔ صبح چمن

دل نہ چاہا باغ میں چل کر  
صبح چمن میں جس دم پہونچا  
دیکھیں قدرت حق کے منظر  
عجب وہاں کا نقشہ دیکھا  
بادی بہاری ٹنڈی ٹنڈی  
پھولوں کی خوشبو لے لی تھی  
چھوٹے چھوٹے گول کے تختے  
صحنہ چمن میں کھلے ہوئے تھے  
وحدیں تھی خود باد بہاری  
دیکھ کے قدرت کی گلکاری  
گوریا موتی ٹکے ہوئے تھے  
پتوں پر شبنم کے قطرے

سناہن پر سبزہ کیا تھا      محل کا اک فرش بچا تھا  
 ہاتھ میں تھا لالہ کے ساغر      مست نسیم تھی اس کو پی کر  
 ایک طرف نرگس متوالی      کسی کا رستہ دیکھ رہی تھی  
 مجھ سرست شہید کی مکھی      لب بچوں کے چوس رہی تھی  
 فصن گلستان باغ ارم تھا  
 اللہ اخذ کیا عالم تھا

ہادی

## ۱۵۔ صبح چمن

ٹھنڈی ٹھنڈی ہو آچن میں      ڈال رہی ہے جان سی تن میں  
 باغ کا عالم دیکھئے کیا ہے      صحن چمن کیا خوب سما ہے  
 قطرے ہیں شبنم کے تپے ہیں      پتوں پہ گویا موتی جڑے ہیں  
 پڑی پڑی کیا تری گیلدی      تھری تھری پیاری پیاری  
 جو بی چنبیلی بیسوی بیلا      سیب بی خوبانی کیلا  
 اس دم جتنا ملک زمین ہے      شبنم کے لب زیر انگلیں ہے  
 ہرک رہا ہے گلشن سارا      کچھرا ہے گویا غنیر سارا  
 باد سحر ہے جھونکا دیتی      ڈال زمین کا ہے بوسہ لیتی



ڈالی ڈالی ہری مہری ہے      بوٹا ہے یا سبز پری ہے  
 فنی نشی پر ہے پرندہ  
 کات گیت شنائے خدا کا

سید محمد حسین

## ۱۶. صبح بنارس

سہانی ہے کس وجہ تاروں کی چھاؤں  
 بجھائے ہوئے گرگ چھائے فقیر  
 وہ جو گی بھی دھونی ملے ہوئے  
 وہ سیٹے وہ جوڑے چمکے ہوئے  
 وہ گھنٹی بجاتے ہوئے برہمن  
 نہلے کو وہ نازنستان شہر  
 وہ تھالی میں سینور چندن لے  
 بنارس کی وہ ریشمی ساڑیاں  
 ہر اک کی نئی دیا ڈھنگ ہے  
 نزاکت سے کوئی ٹھپکتی ہوئی  
 جو اشرافان کرتی ہے وہ اک پری  
 ٹہنے کی خاطر چلتے ہیں پاؤں  
 لب نہر تڑکے سے ہیں جائے گیر  
 ہیں پوجے میں آسن جائے ہوئے  
 وہ کانٹوں میں مندرے نکلے ہوئے  
 ہیں بت خانوں میں کس طرح نوہن  
 چلی آتی ہیں کس طرح سوئے نہر  
 کوئی آ رہا ہے عجب آن سے  
 وہ گھونگٹ لٹکتا ہوا الاماں  
 لب گنگ اس وقت کیا رنگ ہے  
 ادھر آرہی ہے جھمکتی ہوئی  
 ہے اس کی نظر کیا ہی جادو بھری

ہے کس درجہ اس گل کی ساری ہیں  
 عجب اس کا جن خدا داد ہے  
 قیامت کا چہن بل دکھاتی ہوئی  
 نہ سننے اگر قلب مغدور ہے  
 چھوٹی ہے دیر پر وہ سوسمیشتر  
 ہوئی بیگم کر ساطعی جزو بدن  
 نگاہیں کسی سے لڑائے ہوئے  
 کہ ہر فعل جس کا مجتہد اس  
 چلے جیسے اٹھلا کے بادِ خسرو  
 مساتی ہے جھنکارِ پازیب کی  
 غضب کے سب اعضا ہیں ان کے مژدول  
 وہ چہرے بہت صاف نکھرے ہوئے  
 کوئی دھان پان اور رشک سمن  
 کسی کی نزاکت سے دُہری کر  
 کسی کا وہ گر کر سنبھلنا کہیں  
 لدی سر سے پاک جاہر میں سب  
 نگاہیں جھکیں پشتِ پاکی طرف

جو اُنے ہے گھونٹ کدوہ اک حسیں  
 جو پیشِ نظر وہ پری زاد ہے  
 وہ آتی ہے جو مسکراتی ہوئی  
 جے دیکھے وہ پری حور ہے  
 جو چپ چپ کے کدوہ کھیتی ہے ادھر  
 نہا کر جو نکلی ہے وہ سیم تن  
 وہ آئیں سے جو تھمائے ہوئے  
 وہ آتی ہے اک شوخ رنگیں لباس  
 وہ گلِ ناز سے آہی ہے ادھر  
 وہ ہر بار ٹھکرا کے سیرِ محب کوئی  
 نہائے ہوئے وہ جو آتا ہے غول  
 وہ بھیکے ہوئے بال بکھرے ہوئے  
 کسی کا وہ گورا جھیرا بدن  
 کوئی زلف ڈالے ہوئے دوش پر  
 کسی کا وہ اتر اسکے چلن کہیں  
 بہت شوخ و مغرور ظاہر میں سب  
 کوئی لو لگائے خدا کی طرف

کٹوری میں کوئی لے نہ چھول پان      کڑی ہے وہ مند میں منہ کی جان  
 کسی کا سیا سے ہر پاک ختم      کہ عصمت بھی کھائے اسی کی قسم  
 چترنی کوئی تو کوئی بد منی      کوئی ان میں راہ کوئی جانکی  
 مہا دیو کو جل چڑھا کر تمام  
 چلی جاتی ہے اپنے گھر شاد کام

بے نظیر

## ۱۷۔ طلوع آفتاب

چڑھا دن کرن چیلانے لگی      کڑی وھپ تیزی دکھانے لگی  
 کمنہ شعاعی پکڑ کر شتاب      سر بام وہ چڑھ گیا آفتاب

بے نظیر

## ۱۸۔ صبح کی چل چل

مہر کی لوسو سج نے نظر کی      کایا پیٹی و نیا بھر کی  
 شہر میں دیکھو کوئی گھر مستن      دھوئی ہے مٹی گھر برتن  
 کوئی اٹھی ہے بھاڑ دے کر      بھانہ ہی ہے پکڑے بستر

بچوں کا منہ مک نے دھلا کر  
 لڑکوں نے لے بغل میں بستہ  
 میں آ۔ تو آ۔ یہ آ۔ وہ آ  
 گھوڑا بھی ٹنٹم۔ یکہ  
 جس کے جدھر ہی بیگ سلتے  
 بالی سکل پر کوئی چڑھا ہے  
 منشی بابو فیشن ایبل  
 میس ہوئی ہے خلقت ساری  
 رکھ دیا لاکے ناشتہ لا کر  
 گھر سے پیا اسکول کا رستہ  
 آگئی بازاروں میں رچنا  
 شکرم بتا نکلا۔ بھلی۔ چھوڑا  
 آتے جاتے نظر میں آتے  
 پیدل کوئی آگے ٹرھا ہے  
 دیکھ رہے ہیں ٹائم ٹیبل  
 کاروبار کی ہے تیاری

کوئی کہاں تک لکھتا جائے  
 کوزے میں دریا کیسے سمائے

سید عطاء حسین

## ۱۹۔ گرما

گرمی کا ہوا ہے گرم بازار  
 دیکھو جسے رنگ چہرہ فق ہے  
 لالی چہرہ پہ وہ نہیں ہے  
 شکین پیاس کو نہیں ہے  
 مجھے سے ہوئی ہے روح بزار  
 گرمی سے بدن عرق عرق ہے  
 نیلم لبِ لعل نازمین ہے  
 استقا ہونے کا یقین ہے

گرمی اور بس کہ بے سری ہے      کیا خاک اُڑاتی سرچڑھی ہے  
 پانی کے عوض زمین پہ بارے      گرد و لہ سے برستے ہیں ٹھلے  
 کیا ہی مکان کو بسناؤ      اور خس کی بھی ٹٹیاں لگاؤ  
 چڑکی جائیں وہ گود مادم      اور پکے بھی چل رہے ہوں پیہم  
 ہو دھوپ کا بھی پافہرچند      رخنے ہوں شعاع آنے کے بند  
 پانی کے صراحیوں بھری ہوں      اور برف کی قطلیاں دھری ہوں  
 سامان طرب ہوں گھومراسر      پرچہ کی کہاں جو پائیں دم بھر  
 جب یادِ سموم آئی سن سے      تانے نکل گئے بدن سے

رہنے کا کہاں رہے نھکانا

تو رہنے جو سرد خاما

سید احمد عاشق

۲۰۔ گرما

ہو میں تمانت کا ہے یہ اثر      کراٹتے ہیں ذرے بزرگ شر  
 نہ سایہ نہ سبز نہ پانی کہیں      کوہی ہوئی وہ ریلی زمین  
 وہ لو اور گرمی خدا کی پناہ      کہ ریگ بیاباں کی حالت تباہ  
 زمین پر اگر رکھ دے لاکر کوئی      بھری خاک بھی سوکھ جائے ابھی

ندامتی اگر اس طرف کوٹھٹے تو پائے نگہ میں پڑیں آبلے  
 پرندوں کا ہوا اس طرف جو گزر  
 بلندی سے چُن کر گریں خاک پر

بے نظیر

## ۲۱۔ آندھی

دِرختوں پہ سناٹا پیدا ہوا	غبار ایک جانب ہو پیدا ہوا
ہو امیں بڑھا جس شورشِ برقی	یکایک گھر کوئی نندی چڑھی
کراتے میں جھونکے بھی آنے لگے	دِرختوں کی گردن جھکانے لگے
بنا صحنِ عشر کا تختہ وہ بن	گسے دُور جا جائے نخل کہن
غضب کی قیامت کی نندی چلی	کہ رفتار سے ٹک گئی ریل بھی
زمین و فلک پر یہ چھایا غبار	کہ یہ وقت ہی رشکِ شہساز
یکایک جو ترزا ہوا برق کا	تو دی رعد نے بھی گرج کی صدا
بڑے زور سے مینہ برسے دگا	کسی کے لئے ہی ترسے دگا
وہ سیلاب صحرا وہ ٹھنڈی ہوا	ادھر ادھر خوب پانی بھرا

اے فضل میں دیر گئی نہیں

نہ ہوا اسی سے مایوسی کوئی نہیں

بے نظیر

## ۲۲۔ آندھی

سونا آندھی ٹپی کیا قیامت ہو  
 ہوتا ہے کیا حبیب نظر را  
 گرد کا شامیا نا تنہا ہے  
 ہر ہر امیٹ کی اک ہڈا ٹوٹ کر  
 شور کرتی ہوئی جب آتی ہے  
 راہ میں سب کے بچے پڑتی ہے  
 سخت جھونکے جب اس کے آتے ہیں  
 خوف کھاتے ہیں ہر دہر اس سے  
 کہیں رونچن کی کھوتی ہے  
 باغ کو کرتی ہے خراباں لخت  
 لہری طاقت چیت آتی ہے  
 کہیں کچھ یوں کو گراتی ہے  
 گھوڑے جوتے ہیں اس کے جب چلے  
 پیٹتی ہے کواڑوں کو آکر  
 کہیں گلہ ان نیز سے پھینک کا

قمر سے اک ہٹا ہے آفت ہے  
 خون بن جاتا ہے افق سارا  
 اک نیا آسان بنتا ہے  
 کرتا ہے سب کو پیلے ہی سے خبر  
 سر پہ دونوں جہاں اٹھاتی ہے  
 لی گیا جو اسی سے لڑتی ہے  
 پاؤں چلے میں ڈگڑگاتے ہیں  
 کا سینے رہتے ہیں شجراں سے  
 جا کے کشتی کہیں ڈوبتی ہے  
 ریخ و بن سے اکھاڑتی ہر ذرت  
 چلتی یوں کو بھی گراتی ہے  
 چھپوں کو کہیں اڑاتی ہے  
 رہنے پاتے نہیں بجا گھلے  
 توڑ دیتی ہے شیشیوں کو اکثر  
 کہیں دو ٹکڑے آئینہ کو کیا

کہیں تصویر کے مجھے گری  
 یہ گئی تو پئی وہ گیا رومال  
 دیکھتے فتنے میں آتے ہیں  
 سر پہ بالوں کی ہے عجب حالت  
 کوئی پتھر دل کو جھڑتا ہے کھڑا  
 جان کیوں کر نہ اس سے ہر نزار  
 نہوری کا پتہ نہ قالین کا  
 خاک کا فرش ہر طرف بے یثربا

جب یہی آئے دن کا قصا ہے  
 اس کا ہادی فنول رونا ہے

نمازی

## ۲۳. نمودار

ہوا جب جلوہ میرا خوش نما بر  
 نہ ہو کیوں دل کو ٹھنڈک جسم کو نور  
 نصارت برستی جاتی ہے بدنیا  
 نہ کیلے رہی ہر دم اپنی  
 پکارا تھے سبھی احسنیٰ یا ابر  
 چلتی برق ہے لور چھا ہوا بر  
 چلا آتا ہر جوں جوں تھوڑا ابر  
 برستا ہے عجب یہاں غزا ابر  
 ہے لب سبز و زار پر فضا ابر  
 نکلتے تھے شرار تجھ باریں سے



کے حق سے کیا خسرات پیدا  
یا عجزِ مسیحائی کیا ابر  
نقاطِ اب مانگ لے حق سے دعا تو  
وہ رحمت پر ہے جب یہ گھر ابر

نشاط

## ۳۴۔ آمارِ ابر

گٹھا اودی اودی یہ کیا چھا گئی	بہارِ جن رنگ پر آ گئی
پروں کو ادھر مود تو لے ہوئے	گٹھائیں اُدھر بال کھولے ہوئے
وہ کوئل غصے سے بیاٹی ہوئی	پچھوؤں سے تائیں لڑاتی ہوئی
ہوا دوش پر شال ڈالے ہوئے	گٹھاؤں کے اُچل سنبھالے ہوئے
گٹھائیں وہ بگلوں کی برقعہ دار	کہ ظلمت میں تابِ حیات آشکار
یہ کیا ہیں یہ اُجلی اُجلی لکیر	رواں دامن کوہ میں جسے شیر
یہ کسا میں رُو چھوٹی ہوئی	شکِ رنگِ مرمر کی کوئی ہوئی
زمینِ فطک یہ ہے متی کا شور	گر جسے ہی بادل کے چلنے مور
کبھی ابر گریاں کبھی خندِ دن	ہے دیوانے کا سولگ چرخِ کہن

فلک پہ گر جتا ہے ابرِ مطہر  
زمین پر نہ کیوں زند گائیں کبیر

ہے نظیر

## ۲۵۔ روانی ابر

یہ سبز خنک اور تھنڈی ہوا  
 پھاروں نے دلا ہر حال کا جل  
 نسیم و صبا کی دل آویزیں  
 کہ کہ کر صبا پر اٹا لاجلا  
 بہار آئی تو کچے بجاتی ہوئی  
 اسے گھر کیا لہو دیتا ہر آج  
 لگاتی ہیں کوڑے اسے بھلیاں  
 کہ مہروں پر آواز کے تہی کرا آج  
 یہ پریاں آریں ہاں کھولے ہوئے  
 کہ گردوں میں تھگی بگٹانے لگی  
 انہیں انگلیوں پر بچاتی ہوئی  
 نوب آسمان پر چڑھنے ہوئے  
 کہ آئیں لٹکنے نہ پائے زندا  
 ہوا میں دوپٹہ سنبھلتا نہیں  
 سلائی کی توہمیں چلائی ہوئی

یہاں ایک بونڈی یہ گہری گھٹ  
 درختوں سے طائر اڑی کیا مجال  
 نیشور و نما کی سبک خیزیاں  
 چمن کو گھٹا کا رسالہ چلا  
 گریج بار لوں کی سنائی ہوئی  
 تھہرنے کا جو نام تھا ہے آج  
 جو کرتا ہے خوشی کچھ ابر وں  
 گھٹا قص پر درستی ہے آج  
 بلندی کو نظروں میں تولے ہوئے  
 ہر ایک اپنی فوج دکھانے لگی  
 ہوا چلیوں میں اڑاتی ہوئی  
 گرچہ شور و خشن اٹھائے ہوئے  
 یہ سرگرم زمینت فروشی گھٹا  
 مگر زندگی سے چلتا نہیں  
 گھٹا کو بس عشرت بجاتی ہوئی

یہ مست بادل جو چھلے ہیں آج  
یہ پالو بس ساقی کو آئے ہیں آج

بے نظیر

## ۲۶۔ رونق بارش

جو سوکھی زمین پر ترشح ہوا  
گہجے میں بادل چلتی ہے برق  
گئی نیند آپت پانی کے شوشے  
چلتی ہے بنگلے کی وہ اولیٰ  
ہوا زور سے چلتی ہے بار بار  
بنا ہے جو وہ ٹہن کا سا سبان  
عجب لے سے پانی بستہ کج  
پتھانوں پر کیا لطف نظر ہے  
صبا کے پھلے جو کھلے ہیں آج  
جلی اتنی ہے بدلیوں کی قطار  
دھواں طاری وقت چاہے ابر  
نکلے ہی ہونہار ہونہار ہی کیا  
ہوا صحن کا صحن پانی میں غرق  
ہی جاتی ہیں نالیاں نور سے  
کہ ہے تاریں کی چلنی پری  
پہنچتی ہے کروں کے اندر چھار  
ہی اس وقت اگر گھا اسی پر گھاں  
کہ زبرد بھی مکتور ستارے آج  
کہ جو لونبے ایک فوار ہے  
تو بڑے بڑے کھجکے ہیں آج  
ہوا کے میں گھومتے پادل تار  
فلک پر مست آیا ہے ابر

اٹھی شاخ گل سبز پوشان باغ  
 یکایک تنگ بوند تھیری ہوا  
 ہوا غل سے ہر شجر کو فراخ  
 نظر آتی ہے اور ہی کچھ فضا  
 لبالب ہیں پانی سے تھامے تمام  
 وہ ساون لگا گئے تھکے غدار  
 وہ باغوں میں جھوٹے پتے بٹھار  
 وہ آنہوں کے اشجار پر سانے  
 کوئی کوکتل ہے بڑے زور سے  
 یہ ہے اس صدا کا اثر کان پر  
 کہ دل لوٹ جاتا ہے ہر تان پر  
 اوجھڑ کہ رہا ہے کوئی تپ کہاں  
 سنا یہ تو قابو میں پھر ہی کہاں  
 کہیں کوئی چلا رہا ہے کہاں  
 نذر دیکھنا اس گھڑی کا سماں

پروں کو سمیٹے ہوئے وہ طیور  
 درختوں پہ بیٹھے ہیں کیا دور دور

بے نظیر

## ۲۷۔ بادل کا کھلنا

چھا ابر میں دھوپ کے کچھ نشان  
 وہ ہر شاخ پر کوئلیں بار بار  
 پرندے بھی ہونے لگے پر نشان  
 اُتراتی ہیں بچیاں ہوئی کیا ملار  
 اوجھڑ تائیں کیا کیا دکاتے ہیں ہور  
 ابھی تک نہیں آتا سورج نظر  
 ہے قوس قزح چرخ پر جلوہ گر

ہوئی شبنم ہر رنگ کی آب بہار  
 پڑی زرد گرمی وہ ہر رنگ پر  
 ہوا سے ہٹی اب کی جو نقاب  
 نہ وہ سیل ہے اب نہ چھائی گھٹا  
 شکایت ہے گھٹیوں میں کچھ کی عام  
 یہ سب دیکھتے تھے جو لیٹے ہوئے  
 ہوئی رون تازہ ہر کار میں  
 کسان اور دہقان با یک دگر  
 وہ جلوں کو اپنے ہٹکتے ہوئے  
 وہ کیرے کوڑے ہزاروں ادھر  
 وہ تالاب اتنا ہی گل جس میں گرد  
 وہ ایلے کہ جو سر بسر خاک تھے  
 دھک میں شعا میں ہوئیں آشکار  
 زردیہ چڑھنے لگا آب زر  
 یکایک ہوا جلوہ گر آفتاب  
 بھری ہیں نگر نایاں جا بجا  
 ہیں پر صاف ہستی کی شکر تمام  
 چلے اب وہ دامن سمیٹے ہوئے  
 نکلنے لگے لوگ بازار میں  
 کہ ال اور ہل رکھ کے خود دوش پر  
 چلے نٹ طاری وہ گاتے ہوئے  
 لگے رنگینے سر طرف خاک پر  
 نکل آئے جیدک وہاں زرد زرد  
 وہ پانی کے پڑتے ہی سب جی اٹھے  
 سمجھ میں نہیں آتی کچھ اور بات  
 مگر تھایہ باران آب حیات

بے نظیر

## ۲۸۔ برسات

رات ہے برسات کی بہت پیاری  
 موج زن جھیلیں ندیاں ساری  
 کھیت دھانوں کے اعلیٰ لگے  
 کر رہے ہیں نظر کی ولداری  
 بدلیاں چھاری ہو گیادوں پر  
 زرد آؤدی سنہری رنگاری  
 کیا ہری دوب جنگلوں میں ہے  
 سبز محفل سے ہے سوا پیاری  
 ہر طرف کھل رہے ہیں گل بوٹے  
 جن سے شرمندہ باغ کی کیاری

۹

## ۲۹۔ برسات کی بہار

برسات ہے کیا بہار آئی  
 قدرت نے دکھائی کبریائی  
 ہے اب سید فلک پہ چھایا  
 رت بدلی نیا سال ہے آیا  
 اب فتح کے نئے سہے باجے  
 دنیا میں ہیں میگھر ارج باجے  
 اس فتح کی ہے کوکبوشادی  
 عشرت کی ہے چار سو منادی  
 سبز وہ ہے اگاروش روش پر  
 قدرت نہیں خار کو غلش پر  
 قطرے شبنم کے کیا پڑے ہیں  
 ہیرے الماس پر جڑے ہیں

نیزہ نہیں لہلہاتا میں  
جب سے پیکر مہانے آ  
نچے آئیں میں شکر اے  
پھولے ایسی خوشی میں آ کر  
باندھے ہوئے غنبنی عمار  
گل مثل عروس ہیں سراپا  
طاؤس چنرے ہوئے دم

صحنی صحنی کیسے خوشبو  
خندہ خندہ کی نسیم ہر سو

سید احمد عاشق

### ۳۔ سالون کا میلہ

موسم برسات آیا دل ہوا پھر نغمہ گر  
جھوم کر آنے لگی چیم سے پھر کالی گٹھا  
پھر دگا پوان ہونے پھر کر صائی چڑھی  
کوئی ماں سے کہتی ہے چند مہینے لگے  
ہر مکان سے پھر ہمارے کان میں آنے لگی

پھر غم حال و گزشتہ سے ہوا دل بخیر  
اب نہیں معلوم ہوتا شام ہے یا دوپہر  
لڑکیاں آنے لگیں پھر شاہ اور غم نظر  
کوئی کہتی ہے مجھے درکار ہے جھولا چہرہ  
”جھولا کنی ڈالوری کی آوازیں ہر شام دہر

کیا مزہ بوتلے جب گرتی ہیں مجھے بولیوں  
او کھڑی ہو مائی میں پھر مجھ سے کچھ بھاؤں  
الغرض ہر سہیلی خرمی ہے آج کل  
گر بی ہیں لڑکیاں آنکھیں لیاں باہر

حق تو یہ ہے یہ ہمیں ہے نہایت لطف خیز  
اس میں شادیاں بٹلے ہوئی تو اسی ہر شے  
عنینہ خالقون

## ۳۱۔ جوش بارش

کچھ عجب بارش نے آکر جوش پیدا کر دیا  
جس طرف دیکھو وہیں ہے غول بچوں کا کھڑا  
کوڑا ہے شوق میں سو ہو کے کوئی بے قرار  
خود بخود کوئی پھسل کر گر رہا ہے بار بار  
مل رہا ہے کچھ اسی تفسیر میں جس کو مزا  
ایک کو چاروں طرف دوڑا رہا ہے دوسرا  
ہر طرح کی ان میں باہم جو رہی ہے دل تنگی  
مار دیتا ہے کسی کو بے خبر پا کر کوئی  
دوسرے کا ایک پر جس وقت چل جاتا ہے داؤں  
بے تحاشا بھیج لیتا ہے پکڑ کر اس کا پاؤں



ہیں کہیں جھولے کہیں سامان ہیں پچوان کے  
 دل خوشی سے آج ہیں بے بریر ہر انسان کے  
 گار ہے میرا ست ہو ہو کر ترانے شوق کے  
 پھیلی کرتے پھر رہے ہیں ہر طرف چھوٹے بڑے  
 ہادی

۳۲۔ سوزِ فرقت اور شبِ ابر  
 اٹھی ہے جو کالی گھٹا اس طرح  
 مجھے کل پڑے بے ترے کس طرح  
 اندھیرے میں بجلی کا یہ کونڈنا  
 مرے دل کی حسرت کا یہ زندنا  
 یہ ساون کی راہیں یہ گیسرا ابر  
 بھلا کس طرح آئے پھر دل کو صبر  
 ترپتا ہوں جز شوق دے کوں ساتھ  
 نہیں سوچتا ہاتھ کو آج ہاتھ  
 پینا پانی کا تھنڈی ہوا  
 وہ حسرت بھری بانسری کی صدا  
 جوا لٹی ہے چاروں طرف یہ پھیلا  
 آئی کی طرح ہوتی ہر دل کے پار  
 دختریں پہ گلبنوؤں کی بہار  
 کڑتے ہیں بالوں سے میرے شرار  
 میں سکتے ہیں تھاموؤں کے شور سے  
 گرجنے لگا بعد بھی زور سے  
 ہوئے جاتے ہیں ایک اب بھوہ  
 برستلے کیا برج کھول کر

بہت زور سے چل رہی ہے ہوا  
 عجیب کیا کہ جھپٹ جائے دم میں گھٹا

اور چوہ مجبورہ کھل چلا آسمان  
 بڑھنے کو لگا مے اضطراب  
 لے ہاتھ میں نیزہ ہر لک کر  
 نظر آتی ہیں دو جہاڑیاں  
 یہ لو چاندنی میں ہوا دشت خرق  
 وہ کوئل بھیجا وہ چلائے مور  
 غضب چھوٹی چھوٹی کی آڑیاں  
 شب سحر میں آج یہ چاندنی  
 مگر پارہ پارہ ہے دل چور ہے  
 نہ ہے چین دل کو نہ کھوئی جا  
 فلک پر لڑا بت نہ یا رہے ہیں  
 تارے بھی دواک بڑے غرقاں  
 وہ چٹکیں شعا میں میاں بحاب  
 لگی کھولنے نبردِ خشم کہیں  
 ہے اس دم دزدوں کاں پر گماں  
 لگی لوٹنے میرے سینے پہ برق  
 یہاں بڑھ گیا اور دشت کا زور  
 ہر آب ہی کس طرح جلوہ گر  
 کھلاتی ہے ہیرے کی جھک کوئی  
 بشر بائے کس دجہ مجبور ہے  
 بنا ہوں میں سرتاب یا اضطراب  
 آئی ٹھی ہو کر دول پہ انگا ہے ہی

مرے رب مرے ارحم الراحمین  
 سحر ہوگی اس رات کی یا نہیں؟

ہے تطیر

## ۲۳۔ برکھارت اور پرویس

نیز اراک اپنی جان و تن سے  
 عزت کی صعوبتوں کا مارا  
 غم خوار ہے کوئی اور نہ دلجو  
 ہیں دھیان میں کلفتیں سفر کی  
 ابرائے میں اک طرف سے اٹھا  
 برقی آکے لگی ترپنے پیہم  
 سامان ملے جو دل لگی کے  
 دیکھے کوئی اس گھڑی کا عالم  
 وہ آپ ہی آپ گن گنا  
 اے چہرہ آب زندگانی  
 جانتے جدھر تری سواری  
 پائے جو کہیں مری سہا کو  
 اول کہو سلام میرا  
 قسمت میں سی تھا اپنے نکھا  
 آتا ہے تمہارا دھیان جس دم  
 بچھا ہوا صحبت وطن سے  
 چلنے کا نہیں ہے جس کو یارا  
 اک باغ میں ہے ژالاب جو  
 آپے کی خبر ہے اور نہ گھر کی  
 اور رنگ سا کچھ ہوا کا بدلا  
 اور پڑنے لگی پیوار کم کم  
 یاد آئے منے کبھی کبھی کے  
 وہ آلسنوں کی جھڑی کا عالم  
 اور جوش میں آکھی یہ گنا  
 گھٹیو نہ کبھی تری روانی  
 بستی ہے اسی طرف ہماری  
 دیتا ہوں میں نیت میں خدا کو  
 پھر دیکھو یہ پیہم میرا  
 وقت میں تمہاری آئی برکھا  
 مرغایان تیرے ہیں باہم

ہم تم یونہی صبح و شام اکثر  
 جب ہنرہ و گل میں لہلاتے  
 ہم تم دینی ہاتھ میں دیئے ہاتھ  
 جب پیر سے آم ہے ٹپکتا  
 رت آم کی آئے اور نہ ہو یا  
 ہے سرد ہوا بدن کو لگتی  
 نشتر کی طرح تھکا دل میں چھتی  
 تھا سوز میں کچھ ملا ہوا ساز  
 حیرت رہی دیر تک کہ آخر  
 تالاب میں تیرتے تھے جا کر  
 الفت کے منہ میں یاد آتے  
 پھرتے تھے ہوئی کھاتے من رات  
 میں تم کو ادھر ادھر ہوں نکتا  
 جی اپنا ہے ایک رات سے نیاز  
 پر دل میں ہے آگ سی سنگتی  
 فریادیہ دردناک اس کی  
 پگڑا کیا دل سن اس کی آواز  
 روتا ہے کہاں کا یہ مسافر

پر غور سے اک نظر جو ڈالی  
 نکلا وہ ہمارا دوست حالی

حالی

## ۳۴۔ کثرتِ بارش

کیا کہوں اگلے کسی ہے برسات  
 جو ش بارش سے بگئے ہیں پتہ  
 بوند تھمتی نہیں ہے اب کے سال  
 چرخ گویا ہے آب و غریب  
 صیے دیا آبلے دیکھے ہیں  
 یاں سو پر نالے چلے دیکھے ہیں

وہی یکساں اندھیرا ہے  
 مادہ و خورشید اب نکلے ہیں  
 روز و شب یاں ہمیشہ جھکاؤ  
 ابر رحمت ہے یا کہ زحمت ہے  
 نہ ہے جلسہ نہ ربط یا راں ہے  
 آدمی میں سو کب نکلتے ہیں  
 ہر طرف ہی نظر میں برسیا ہ  
 پانی ہر جس طرف کو کہیے گاہ  
 پانی ہر جس طرف کو کہیے گاہ  
 لکھے کیا نیز مینہ کی طغیانی  
 ہو گئی ہے سیاہی ہی پانی

میر

## ۳۵۔ برسات میں اپنے گھر کی حالت

جسم خالی میں جس طرح جان ہے  
 ظلماتیں اس کی سپہ روشن ہیں  
 ہے جو سر کو بک بڑی طوار  
 بخت بد ویکھ سارے پر نالے  
 اب جو آیا ہے موسم برسات  
 اسی طرح خانہ ہم پر زنداں ہے  
 زندہ و گور ہم کئی قی ہیں  
 و ماں سے جھانکو گور اندھیرا  
 اس کے معامنے یاد دہ والے  
 دن کو اپنے اہل اندھیرا

پرتلک تنکے تھے کچھ ایک نے  
 دل ہی کچھ مکرلیوں کا احسان ہند  
 چھوس کچھ ہے کہیں سوتا ٹلے  
 اپنے بندھن سے جو کہ چھوٹا ہے  
 کیا کہوں آہ گھر ہے کہنے کو  
 بندجھانکو کو کیجئے تاکے  
 ٹھکی دینے کو جاتا ہے میں ہم  
 ٹیٹیاں تھیں جو آگے چھپر کے  
 تانگلے سب کھڑے ہیں پانی میں  
 اب تو اپنا بھی حال بدتر ہے  
 چاک اسی ڈول سے ہے ہر دیوار  
 گھر کی صورت جو ادھرتی ہے  
 مینو یک بارگی جو ٹوٹ پڑا  
 دسے ہایان کا رٹوٹ ہے  
 بگے کو لے تختے ڈوب گئے  
 اگھری دہلیز بند تیر گری  
 ساری نیما دپانی نے کاٹی

سو چڑیوں کے گھونسلوں گئے  
 کہ جنھوں نے کئے ہیں جھانکے بند  
 بانس کو بھینگروں نے چاٹا ہے  
 ہم پر گویا وہ بانس ٹوٹا ہے  
 باندھتا ہوں مچان سہنے کو  
 یاں تو ایک آسمان ٹوٹا ہے  
 سر پہ ٹٹلے کھڑے ہیں ہم  
 بہتی پھرتی ہیں صحن میں گھر کے  
 خاک ہے ایسی زندگانی میں  
 سر پہ گھڑی ہے نشہ چھپرے  
 جیسے چھاتی ہو عاشقوں کی نگار  
 چھت بھی بے اختیار روتی ہے  
 کڑی تختہ ہر ایک جھوٹ پڑا  
 طالعے بھر رہے تھے بھوٹ ہے  
 غرض اجڑے ستھن جگ گئے  
 لہر پانی کی بھار دیتی پھری  
 انیت کے گھر کو کر دیا ماتی

جھک گئے سب ستون و دیو  
 جب اجارے پر آئے تھیں تھیری  
 آؤ اب چھوڑ کر یہ گھر نکلیں  
 دب کے مرنے سے ڈوبنا خوب  
 گھر کی کپڑوں کی میں اٹھائی تھی  
 بوجھ کپڑوں کا جس نے بازو ہاتھ  
 ساتھ کوئی چراغ لے نکلا  
 پھاج کی کوئی کر کے اوٹ چلا  
 ایک نے بوریا پیٹ لیا  
 اپنا اسباب گھر سے ہم لے کر  
 صف کی صف نکلی اس خرابی سے  
 جس نے اس وقت تک کو گھولا  
 میری اس طرح سے آتے ہیں  
 سن کے اس بات کو ترے ہم  
 شے رہنے کو اب تلک میں طلب  
 جس میں خوش یک نفس معاش کریں  
 طور پر اپنے بود و باش کریں

## ۳۶۔ اوائل سرما

نظر آتے ہیں جتنے تالاب خام  
میر نہیں یہ بھی کسٹرا اگر  
وہ پانی پہ کافی بھی جسنے لگی  
وہ ندی کا زوروں پہ ہٹا نہیں  
کھنگ اور سرخاب باندھے قطار  
کنارے کنارے وہ بھگلوں کی تفر  
برابر جو بیٹھے صفیں باندھ کر  
کھیں جدو لیں صفو آب پر  
وہ اوڑھے ہیں کھنٹی کی چادر تمام  
نگھاڑوں کے تپوں سے ڈھنکے ہیں سر  
وہ کچھ دھار دریا کی تھمنے لگی  
وہ پانی بھی جھیلوں کا میل نہیں  
گے آگے جھیلوں پہ وہ بے شمار  
حوصلہ مولے بطن ہر طرف  
کھیں جدو لیں صفو آب پر  
نئے سیراب لوگ جانے لگے  
شکاری بھی جھیلوں پہ آنے لگے

بے نظیر

## ۳۷۔ موسم سرما

چلی زور سے کیا ہوا رات کو  
رزائی میں چھپ کر جو لیٹے ہیں آج  
تھا جن جن کو نازک مزاجی پہ لاف  
قیامت کا پالہ پڑا رات کو  
مگلو بند سر سے لپٹے ہیں آج  
ہیں لاوے ہوئے وہ جی بھانڈا خف



گرمی ہوں غیری جو منہ نہی ہوا  
 دیم جسکے زور سردی کا اود  
 دوشالے دکھاتے ہیں کیا کیا بہار  
 علمے کا چلتا نہیں زور و پیچ  
 وہ گل جی کو ڈھلکے کی محل حتی بار  
 قیامی گراں جن پہ تنزیب کی  
 جو کہتے تھے اپنے کو آتش مزاج  
 کہیں کہے میں تاپتے ہیں حسیں  
 وہ رنگیں کپڑے چسکتے ہوئے  
 نہیں بجائی مطلق درختیں کی چھل  
 نہیں سپینٹ سے خالی کوئی دوکان  
 نزاکت بھری لکھنو کی وہ سرد  
 غرض کے لب پر یہ سردی کا ذکر  
 فقیر اپنے کس میں بیٹھا ہے مست  
 روائے نگاری ہے طعنے حبیب  
 جو بحر ہے سینہ تو دم شعلہ بار  
 لگائے ہوئے سوز دل کا الاؤ

رگوں میں لبواب تو جھبے لگا  
 عدم دیکھو ہر جائے وقبہ کا زور  
 کوئی شاکل اڈھے کوئی جامہ وار  
 بے سردی کے آگے دلائی بھی پیچ  
 نہیں آج کل سے جی ان کو عار  
 پہنتے ہیں اب کوتا چکن وہی  
 چڑھائے ہیں دنائے ہاتھل پہ آج  
 کوئی ہاتھ ہی سینکتا ہے کہیں  
 انگلی میں کولے دہکتے ہوئے  
 ہوا میں شہرتے ہیں اب ہاتھ پاؤں  
 اُترتے ہیں بانات پھلور کے تھاں  
 کہیں سرخ و سبز اور کہیں زرد و  
 مگر فضل حق سے یہاں کیا ہے فکر  
 پیاپے چڑھاتا ہے جام الست  
 رزائی کی جا ہے ضائع حبیب  
 میں انگارے داغِ عم عشق یار  
 فقیر اپنی مونچھوں کو دیتا ہے ماؤ

قریب آٹھ بجنے کے پہنچے مگر ابھی تک نہیں آتا سورج نظر  
 یہ معلوم ہوتا ہے۔ ہے وقت شام  
 قیامت کا چھایا ہے کسہرِ اتمام  
 بوجہ تھیر

## ۳۸۔ جاڑے کی بارش

چھپا سورج گھٹا آبی فلک پر  
 لو اب بوندیں بھی کچھ پڑنے لگی ہیں  
 گھٹا میں کچھ ہے بجلی کی چمک بھی  
 لگے پڑنے ٹپاٹپ خوب اولے  
 پڑا ہر ایک کو جاٹے سے ہے پالا  
 بدن پر لاد رکھا ہے اُوڑ کوٹ  
 نہیں کچھ کام دیتی ہے رزائی  
 ہوئے سردی سے دونوں ہاتھ لکڑی  
 جو ہے تھا منا مشکل تسلیم جی  
 شکایت ہے بہت سردی کی گھر گھر

بڑھی سردی بڑھ چلتی ہے صرصر  
 مہاوٹ کا مڑا دکھلا رہی ہیں  
 گرج بھی آسماں پہ ہے کڑک بھی  
 کوئی سردی میں کیوں کر ہاتھ کھولے  
 ہوا ہے کار کھیل اور دوشالا  
 بنے ہیں اسی میں ہم سردی کی کک پوٹ  
 بہت پیروں تلے ہم نے دوباٹی  
 کوئی چیز اب نہیں جاتی ہے پکڑی  
 نہیں ہے انگلیوں پر اتنا دم بھی  
 سب انساں کا پنے رہتے ہیں قہر قہر

برے لگتے ہیں بادل آسماں پر  
 گھٹا سردی کی چھائی ہے جہاں پر

## ۳۹۔ کسرا

برس منچہ و دون میں کھل بھی گیا  
 کہ اندھیر تھا جیسے ظاہر ہو دو  
 دل اس دو دیترو سے گھر گیا  
 یہی چال تھی ایک دو چار کوں  
 تو کہ قیامت تھا اشتباہ کا  
 کہ اسی مرتبہ بار دوسرہ تھی  
 بنا دھرم سے کوئی گھبرا پڑے  
 لیکن بے کہرا عطیہ نیا  
 ہوئے ہونٹ سر دی سے بک بک ہو  
 کہیں آگ دکھی تو جی آ گیا  
 تو اتھنڈی تھنڈی پٹی اسی دس  
 ستم پھر ہوائے ستم گار کا  
 ہوئے سُن گھر برف پر درو تھی  
 جنھیں دکھیدے کانپتے ہیں کھڑے

ہوا سرد ہو کر گئی جان مار  
 اُٹھایا بڑا طعنے سیر و شکار

میر

## ۴۰۔ دوپہر

قریب آتی جاتی ہے اب دوپہر  
 صد اپنیوں سے ٹکے لگی  
 قریب آگئی وہ دھڑکن کی چھاؤ  
 چمکنے لگی برف کسار پر  
 ہوا بھی ذرا تیز چلنے لگی  
 ہوئے خوب قابو پیل بٹھپاؤ

چرائی سے پھرنے لگے جانور  
وہ پانی پہ گرنے لگے جانور  
وہ ہر لہر بجلی دکھانے لگی  
نظر پانی پہ تلک دانے لگی  
بہت صاف ہے گو سپر کسین  
وہ منڈلا رہی ہیں مگر کچھ رعن  
دختوں پہ بیٹھے ہیں کچھ دودور  
وہ آستے ہیں نالوں پہ کچھ طمور  
ہر اور ہسپتال تکٹنے لگے  
وہ پی پی کے پانی اچھینے لگے

ہوئے آپ شیریں سے جو بہرہ در  
تو کیا کیا کلیوں پہ میں جانور

بے نظیر

## ۴۔ سہ پہر سرا

ڈھلا دن سنہری ہوئی سطر آب  
پہاڑوں میں چھینے لگا آفتاب  
دکھاتے ہیں چوٹی وہ زریں کعبور  
گیا بھاگ کر سایہ تاڑوں کا دُور  
شعاعوں کے نیلوں پہ ہیں کچھ نشان  
چلے گاؤں کو گھٹے لے کر شبناں  
وہ مزدور سڑکوں سے آنے لگے  
سرا کو مسافر بھی جانے لگے  
کھنپا مٹرخ پر وہ وہ اخلاک پر  
نہیں آتا اب زرد سورج نظر  
وہ جو کلمہ ابر ہیں دُور تک  
ہے ان میں بھی یا تو تکی کی سی چمک  
شفق پھول کر یہ ہوئی خوں نشاں  
بناروہ قتل گاہ آسماں

ہوا ہر طرف ایک سکوت آشکار  
جو تھوڑی سی آتی مٹی بدلی نظر  
ہوا جہت پٹا وقت - بدلا سماں  
نہیں بریوں میں بھی اب وہ چمک  
غلک روشنی دن کی کھولنے لگا  
تہوا کم ہوئی غیری دریا کی دھار  
وہ سونے کا پتہ بنی سر بسر  
لگا کھولنے جعبہ شب آسماں  
بنا گنبد سنگ موسے غلک  
اندھیرا سا باغوں میں ہونے لگا

درخت اپنے چہرے چھپانے لگے  
بخارات دریا پہ چھانے لگے

جے نظیر

## فصل سہرا - ۴۲

دھکی چوٹیاں برف سے سر بسر  
کھلے پھول گنبد کے فہرزدو  
وہ گل مندی پھولی کھلے گلزارنگ  
وہ نسیم کے ساغر لے کاسنی  
وہ گوہی کہتے کرتے لگے  
اناروں میں کلیاں بھی آگئیں  
بہی میب امرود بچے لگے  
کہ چاندی چڑھائی ہو کسا پر  
چلی آتی ہو کیا ہوا سر و سرود  
چمکتا ہوا وہ ہزارے کا رنگ  
وہ سوز کی ہم شکل سوز کھی  
بتائے بھی دو چار رہنے لگے  
وہ کیوں کی چھیاں بھی گد گئیں  
وہ شاخوں میں کولے چکنے لگے

وہ کپ کر شریف بھی سب کھل گئے  
 لہری میں دستوں پہ نازنگیاں  
 ہزارے نکلتے ہیں کیا لال لال  
 غضب عشق سماں کا شاخوں نیل  
 تراشے میں قدرت نے کیا بیشال  
 وہ کچھ پھول برسوں میں نے لگے  
 کہیں چھوٹے پھول وہ چیری کے پھول  
 نظراتی ہے صنم رب نام  
 ہو اوج ازلت ہے جگمگ کی ریت  
 تو کیا لہلاتے ہیں گیسوں کے کھیت

بے نظیر

۳۳ - سار

بہار آئی اک دھوم سی مچ گئی  
 صبا میں جو کچھ لگد لگت سی ہو  
 ہوا میں یہ کیف مئے ناب ہے  
 غضب مبینی بھینی مگلوں کی ہلک  
 عروسِ جن رنگ میں مچ گئی  
 لبِ غنچہ پر مسکراہٹ سی ہو  
 چین کا چین مت مشاوا ہے  
 ستم بھلی مکی ہوا کی سنک

جو گاتے ہیں سرخان شیریں زباں  
بجاتے ہیں برگِ شجرتا لیاں

بے نظیر

## ۴۴ - بہار

آئی ہے بہار بے گساراں	پھولے ہیں جن میں گل ہزاراں
آئی ہے بہار ہر خیاباں	ہے صفت ہو اسے گل بدایاں
آئی ہے بہار مرغِ گلزار	کرتا ہے نوائے سینہ افکار
لایا ہے زور لک کا نالہ	جھکو بھی برائے سیرِ لالہ
اطرافِ جن کھلا ہے لالہ	ہر پھول شراب کا پیالہ
تحریکِ نسیم و مبہم ہے	تکلیف ہوئے گلِ مستم ہے
بے سرو و جانِ نشہ و سر	لوٹے ہیں روشِ پُرسنہ و تر
ہر شاخِ شبنمِ جامِ وردت	نرس ہے کسو کی نرسِ مست
امروں نے بھی کچھ پرستی	اٹھنے ہیں بعدِ سیاہِ مستی

بوندوں کا جو لگ رہا ہے جھمکا

رنگِ گل و لالہ زور چمکا

ساقی تک ایک دم گل کی طرف بھی دیکھ      ٹپکا پڑے ہے رنگِ جن میں ہوا ہے آج

ٹھکی ہیں کچھ کلیاں اس رنگ سے جن میں سر جوڑ جوڑ جیسے لٹ بیٹھے ہیں احباب

بہار آئی ہے غنچے گل کے نیکلے بیگلابی سے نہال برہم جو میں ہیں گمتاں میں شرابی سے

چلتے ہو تو جن کو چلے سنے ہیں کہ بہال ہے پات بہر ہیں پھول کھلے ہیں کم ہاؤ باں ہے

میر

## ۲۵۔ بہار

بہار آئی نکھرے نہال جن ہد لئے گئے غل رخت کہن  
وہ بولٹوں میں کٹے لگے پھوٹنے عناول کے چپکے لگے پھوٹنے  
درختوں نے پہاؤد وصالی زبان لب نمر سبزہ زمر داس  
نئی ہتیاں وہ چمکنے لگیں وہ کھل کھل کے کھیل رہے لگیں  
ریاحیں سرسبز تازہ بہار وہ پھول خواہر طرف عطر بار  
وہ شاخوں پر کوبل نکلتے لگی درختوں کی صعدت بدلے لگی  
بنفشہ کہیں سنبل تر کہیں کہیں سوسن و گل بہار آفریں  
گلتاں میں ہر سو شمیم بہار آڑی دکھن بادِ سحر پر سوار  
حینلن نازک ادا لارو روش پر ٹپتے ہیں ہر رنگ بو



کھلے پھول پیلے کے وہ لاجواب  
 وہ پھولی چنبیلی کھلا مونگرا  
 چین زیور گل سے زیبا نگار  
 یہ فطرت کب سے قدرتی انتظام  
 وہ پھولوں پہ اڑتی ہوتی تتلیاں  
 گریں پھولوں پر شہد کی کھیاں  
 بھری گود شاخوں کی ثمار سے  
 وہ گہرائے پھول رنگ لانے لگے  
 دماغ گورہ رس بھری عیاں  
 تروتازہ سر سبز ہے ہر شجر  
 وہ صحرا کی دیکھے کوئی تاب بہار  
 وہ پھولا ہوا اٹھاک بھی ہر طرف  
 وہ سُرخی میں سینبل کے گل بیدیں  
 وہ سرسے کے پھولوں کی توڑ توڑند  
 دکھاتے ہیں اس وقت کیا کیا چین  
 کہ حیرت سے آئی ہوایا عجیب  
 عجب مت خوشبو پر پھولوں کی بو  
 وہ پھولے ہزاروں طرح کے گلاب  
 کھلی چاندنی باغ میں جا بجا  
 وہ نوناستہ نوز وں بہار  
 کھلے پھول لاکھوں روپے کی تمام  
 دکھاتی ہیں قدرت کی صنایاں  
 وہ چھتوں سے تھکنے لگیں بہنیاں  
 پٹکنے نگا شہدا شجرا سے  
 انا پنا جو بن دکھانے لگے  
 لگتی ہیں آسمان میں وہ کیر پل  
 لے لے ہیں درختوں میں فصلی ثمر  
 کہ پھولوں سے شریخ ہر شعلہ زار  
 لگائے بے اک گل سی ہر طرف  
 دکھاتے ہیں مطف یا غمخیں  
 جے سو نکھتے ہی کھلے ذہن کند  
 چمکتی ہو چاندی کی جیسے کرن  
 گمبے کروٹے کا جگمگ قریب  
 ہونی جاتی ہر دل کی حالت تباہ

بہت دور و جھاڑیاں میں گھر  
 ہو میں لپٹا آ رہی ہے ادھر  
 کرن پھول اکوہرے بے شمار  
 دکھاتا ہی جا ندی کے گھنگھرو دار  
 وہ مسکین کے وہ شمع بجے گی کے پھول  
 امتاس اور مانگ گئی کے پھول  
 وہ صحر اکا ہر غسل پھولا ہوا  
 غم باد صحر کو بھولا ہوا  
 ہو ا میں ہے نشوونما کا اثر  
 ہیں سستی پہ وحش و طیور و بشر  
 نہ ہی ہوتا یہ زور سستی کہیں  
 کہ ہر شے پہ چپائی ہواک بخوی  
 میں اس شانِ قدرت پہ ہم نثار  
 دکھائی ہمیں جس نے کیا کیا بہار

جے نظیر

## ۴۶۔ برگ گل

ورق مصحف حکمت رب کا ہے  
 کہیں برگ گل کی نہ ہو پائالی  
 یہ گل آہ یہ جانِ جن و نزاکت  
 یہ صالح کا آئینہ بے مثالی  
 شمار اس چہنِ حسینِ عالم  
 فدا اس پرشِ ابر کی نارکتی  
 محبتِ اجمال اس کی خوبی سے ثابت  
 ادب اس کا تعظیم صنایع عالی

خاتونِ از علی گڑھ

# ککڑی

کیا پیاری پیاری مٹی اور پتی تپیاں ہیں گئے کی پوریاں ہیں ریشم کی نکلیاں ہیں  
 فراہ کی نگاہیں شیریں کی ہنسیاں ہیں عنبوں کی سرد آہیں سیلی کی آنکھیاں ہیں  
 کیا خوب نرم و نازک اس آگرہ کی ککڑی  
 اور جس میں خاص کافرا سکندرے کی ککڑی

کوئی ہے زردی مال کوئی ہری بھری ہے پھر اچ منفع ہے پتے کو تفر قری ہے  
 تیز سی ہے سو تو چوڑی وہ سیرے کی ہری ہے سیدھی ہے سودہ یارہا بخجھکی بالسر ہے  
 کیا خوب نرم و نازک اس آگرہ کی ککڑی  
 اور جس میں خاص کافرا سکندرے کی ککڑی

چھوٹے میں برگ گل ہے کھلنے میں کرکری ہے گرمی کے مارنے کو ایک تیر کی سردی ہے  
 آنکھوں میں کھلے کلیمے خند گاہ ہری بھری ہے ککڑی نہ کہنے اس کو ککڑی نہیں پری ہے  
 کیا خوب نرم و نازک اس آگرہ کی ککڑی  
 اور جس میں خاص کافرا سکندرے کی ککڑی

پیل اس کی پسینا زکون زلف سج کوائی بیج ایسے چھوٹے چھوٹے شمشاد یا کہ رائی  
 دیکھ اس کی پسینا زکون زلف سج کوائی آتی ہے یاد ہم کو محبوب کی کلائی  
 کیا خوب نرم و نازک اس آگرہ کی ککڑی  
 اور جس میں خاص کافرا سکندرے کی ککڑی

یہ ہے ہول اس کو گل کی طرح سے کھل کے      معشوق اور عاشق کھاتے ہیں منہ لکے  
عاشق تو ہیں بھاتے شعلوں کو اپنے دل کے      معشوق ہیں لگاتے ماتھے پہنے پھلکے

کیا خوب نرم و نازک اس آگرو کی لکڑی  
اور جس میں خاص کا فراسکندے کی لکڑی  
جوا یک بارید و اس جا کی کھائے لکڑی      بھجوا کہیں کی اس کو بہرگز نہ بھائے لکڑی  
دل تو نظیر غش ہے معنی شگائے لکڑی      لکڑی ہے یا قیامت کیا کہے ہائے لکڑی  
کیا خوب نرم و نازک اس آگرو کی لکڑی  
اور جس میں خاص کا فراسکندے کی لکڑی

نظیر

## ۴۸. ترلوڑ

کیوں نہ ہو بہر نرم و کے برابر ترلوڑ      کرتلبے خٹاک کیلجے کے تئیں ترلوڑ  
دل کی گرمی کو نکالے ہے یہ اکثر ترلوڑ      جس طرف دیکھے بہتہ ہے بہتر ترلوڑ  
اب تو بازار میں کہتے ہیں سرس ترلوڑ  
کتنے کھاتے ہیں نزاکت سے سرائی لکڑی      تاکہ سینہ پونٹک مری سے قند ابو بکر  
کتنے نظربن ہی کے پیے ہیں کوٹے بھر بھر      کتنے بیجوں کو ٹٹکتے ہیں خوشی ہو ہو کر  
کتنے کھاتے ہیں کفایت سے منگا کو ترلوڑ

ہتھے اور سر وہیں اتنے کہ زنا نام لئے ہونٹ چپکے ہیں جدا وانت ہیں کر کر بجے  
شب کو دو تین سنگا کر جو تلے میں نے کیا کہوں میں کہ مٹھائی میں وہ کیسے نکلے  
کوئی اولاکوئی مصری کوئی ٹکڑے تر بوڑ

نظیی

## ۴۹. آمول کی بہار

وہ باغوں میں چھوٹے بڑے بے شمار وہ ساون بھی گلنے لگے گل عذار  
ہوا زور سے چلتی ہے سر و سرود تو ہلتے ہیں کیا آم وہ سرخ وزرود  
بے تشبیہ آمول کی یہ بر محل زمرود کے پتے زمرود کے پھل  
جو سینہ و دیہ ان میں ہیں بے شمار ہیں نعل بدخشاں بھی ان پر شمار  
سپید جو شاخوں میں ہیں بالعموم ہوئے آکے رو پوش گویا نجوم  
وہ ہلتے ہیں زرو آم جو سامنے نکلے ہیں کچھ سراج کے فتقے

پڑے ہیں وہ نیکے ہوئے بے شمار  
زمین ہو رہی ہے جو ہر نگار

بے نظیں

## ۵. آرائش باغ

وہ گلزار بے خار نہ بہت سرشت  
کہیں لالہ و گل کہیں یا سمن  
نشا ط آفریں شہرِ علیل کہیں  
گلاب اور کیوڑے کی ہنری رواں  
ملا دو وہ مشک و عنبر کہیں  
وہ چاروں طرف چادر آ بشار  
وہ ہر شلخِ سرت صبا عیش  
جواہر کے گلے لب آب جو  
کہیں ارغواں ہے کہیں موتیا  
کہیں مست کن کا منی کی شمیم  
وہ خوش رنگ بھلی نصیحتِ شاہکار  
کہیں دانہ رند چمکتے ہوئے

زمین اسی کی رشکِ زمین بہشت  
طربِ خمیز ہر سو بہارِ چمن  
مسرتِ نشہ خیزہ نغمہ کہیں  
روش پر بھائی ہوئی ز غفران  
اسی سے ہے سینی ہوئی گلِ زمین  
وہ فوارِ دل کی چاندنی میں بہار  
کھلیں جس کے دیکھے سے گہائے عیش  
قرینے سے رکھے ہوئے سو بسو  
کھلے پھول ہر رنگ کے جا بجا  
کہیں عطر سا کاروانِ نسیم  
میں روشن کنول یا جو اہر نگار  
ثریا سے خوشے نکلتے ہوئے

ہر اک رنگ کے پھول پھولے ہوئے  
حوادث کو یک لخت بھولے ہوئے

بے نظیر

# گلگشت چمن

جو راہی ہو اکار و این نجوم  
 شفق میں چمکنے لگی وہ کرن  
 جو اہر مٹھی بستر ناز سے  
 بے نقش سیماں یہاں کیا تے  
 کھیلے ہیں ہنڑوں طرح کے نگار  
 چمکتے ہیں کیا میں خوشنوا  
 کہا شہ نے تیرے چلنے ابھی  
 یہ کہہ کر اٹھے دونوں ہاں رو  
 ابھی ہی وہ گونج گشت کا صف  
 جو پہنچا وہ باغ میں وہ نگار  
 دعائیں لگے دینے برگ چمن  
 ہر فرش سبزہ بچھانے لگا  
 پھرت گرد آ کے مرغ ہوا  
 ریش خاکساری کھانے لگا  
 پڑھا یہ کچھ کہ طبعوں نے خود

ہوئی آمد مہر تاباں کی جھوم  
 سنہری ہوئی سفید چرخ بہن  
 جگایا اُسے حسن انداز سے  
 کہ عنوان کا جس سے بڑا ہوا  
 وہاں اور پھولوں کو چھو کر حساب  
 سہانا یہی وقت ہے سیر کا  
 وہیں چل کے بھلا میں کچھ دیر  
 چلے جانب باغ میں سو سو  
 لگا کھینچنے دل کو بحسن طیور  
 قسم لینے دوڑی نسیم بہار  
 گئی نوا پاؤں پہ شمع سمن  
 قدم سر پہ جاوہ اٹھانے لگا  
 بلائیں لگی لینے موج صبا  
 کہیں نہ گس آنکھیں بچھانے لگی  
 بلانے لگی مورچل شاخ خود

خوشی سے تکلف نہ ہوا ہے گل  
جس کی مٹھولی میکے خوشبوئے گل  
جھکا کر گیسوئے پندرت کن  
لگا جھار نے سنبل ترہین  
بچھلنے لگی صبح کاغذ پر تاب  
چمکے بھی شبنم گل گلاب  
بز صا پیشوائی کو جو بےش نو  
چلی رکھ کے سر خاک پر تاب  
جسکی شائع گل رسم تسلیم کو  
انٹے سو شمشاد تعظیم کو  
زر گل کیا باغباں نے شمار  
قصاف پہلی نو ووس بہار

جناخوب گلشن میں دبا بخش  
دیانتہ قدرت نے گھر دیش

بے نظیر

## ۵۲۔ رستی رنگ کی بہار

چلے راقیا دور گم پہل حواس  
کہ جو بن دکھائے یلینتی لباس  
اُنھا جامہ دریں پلائے رنگ  
کہ عاشق کے حصے میں ہر رنگ  
دُعا کے زعفرانی شراب نیاز  
کہستی میں کھولوں میں راز مجاز  
وہ مولے آموں پہ ہو کیا سماں  
چلتی ہیں کچھ راج کی کفیاں  
دکھائے ہیں چار چول بن بول  
ہیں پروردہ تک چلے سوک بھول  
ہے اس زر دھاو میں اتنا اثر  
ادھر جانے آئی نہیں پھر نظر



دیا گم نے یہ تپ زہ بقیاس  
 یہ زہ رفت اور کامانی کا کام  
 یہ سستی دکھائی ہے ہر چہول نے  
 نظر طرز رنگ لانے لگی  
 چلی لوٹنے رنگ عشاق کو  
 سنہری ہوئی مس کی پکی پھلی  
 گلے میں گھجوروں کے دھڑپتی  
 وہ پھیر لاکسم غیرت زعفران  
 سنہری امربیل کی تختہ بول  
 چکن ہے وہ گونہی دوسرے  
 چٹا ہی وہ سیگوں کی زکریا ہلار  
 وہ ہتی ہے سر سے کی کوئی پھلی  
 جو بند ہے کچھ اٹل کے زیر  
 شرک وہ پھلیاں جو کئی قیاس  
 کیا کیا چلتی ہو گھر کی پھاگ  
 وہ غم جو تھے کاغذی ہیز تر  
 پہاڑی کسوٹی جو ہے سامنے  
 کہ برکیت کا ہے یعنی باس  
 کیا کس نے غفل پہ یکساں تمام  
 کہ آنکھوں میں سرسوں لگی پھولنے  
 ہتھیلی پہ سرسوں جانے لگی  
 وہ سو مٹی نہ سو مجھے جو فراق کو  
 چھٹے اور چھاگل بجانے لگی  
 پنہائی ہے موسم نے چپا کلی  
 بنا رشک کشمیر بند وستاں  
 وہ پنہ ہے اوکریل ہر زرد پھول  
 کہ یہ قدر کی زرد موتی پیٹے  
 کہ قدرت نے کھینچے ہیں سنہ کے مار  
 ملکتی ہے سونے کی پانچ پتری  
 دکھاتے ہیں سونے کے جگنو کینر  
 دیئے زکے جوشن شمعیں سب اب  
 بنھائی ہر قد سے کنک لک ٹانگ  
 دیکھتے ہیں لبیبی کے توہینہ زہ  
 بلاق اس کو سونے کے کس ٹھیکے

وہ پیسے ہیں انہی کی بھی فایاں  
 وہ گیندے کی شانیں ہیں برنگام  
 ہوئی زرد چمک کر چلی سیم کی  
 وہ چمپا کہ غفلت وہ لا جورد  
 اٹھائے ہوئے ہاتھ سوئے سکھی  
 جو داؤدی کے زرد چنے کھلے  
 ہری گو دیکھ کی تھی جواہر  
 لئے جام زریں بھد آب و تاب  
 سنہری جو گوبی میں پھول آئے ہیں  
 وہ پھولوں پہ برسمت چھایا بسنت  
 دھتور سے وہ آری تکی ہر دم پہ  
 پلا زرد کو رنگ کا عکس آب میں  
 بنشہر ہے ہر عام ہر بشر  
 بے مشغول یا صاحبِ دودھے

سنہری لالہ بیل کی بائیاں  
 ہیں اٹھائے کندن کے کھجکے تمام  
 چمکتی ہیں کیا۔ بجلیاں چھپی  
 ملا کیا ہے جھومر اسے زرقعہ  
 دکھائی ہے سوئے کی دھواں اسی  
 کرن پھول ان کو کھالے ملے  
 بنی جھار کچھ راج کا سر بسر  
 وہ کیا زرد و آج پھول کا تاب  
 کٹوسے کہ سنے کے اچھے ہیں  
 وہ طبل بجا اٹھاتے ہیں کیا کی بست  
 زین پر بھی سنہری تکی ہر دم پہ  
 ہوا حمد پانی بھی تالاب میں  
 کہ ہلدی بھی شہر زائے ہے دیکھ کر  
 جسے دیکھئے زرا بھی زرد ہے

دیکھو اتنی زردی پہ ہو غفل ونگ  
 یہ چھایا ہے آہ ان کے عاشق کا رنگ

سب سے نظیر

## ۵۳۔ لمووری

کیا آب و تاب تجھ میں      ہنس پر لمووری ہے  
پر بت کی تو ہے دیوی      یا قاف کی ہری ہے

---

آب حیات ہے تو      روح نبات ہے تو  
تو جان و دل کی ٹھنڈک      اور آنکھ کی تری ہے

---

تو کھیلتی ہے بن میں      اور لونتی چمن میں  
نسورین و سترن میں      تیری معصومی ہے

---

گنہار وہ ریگیلی      شالی وہ پیلی پیلی  
ربماں وہ نیلی نیلی      کیا صنم دادی ہے

---

خشنود نگ پارے      بی چاند یا ستارے  
تیری کنگری ہے      الماس سے کھری ہے

---

لعل و گمر کے معہ لک      میں تیرے حب و دامن  
اور موتیوں سے ہر دم      جھولی تری بھر لہے

---

چٹے ترے مقطر      ہیں جامِ جم سے پڑھ کر  
ٹلیوں کی فوج سر پر      سہ سکندر ماحی ہے

---

برفِ آب سے لبالب      ہر دم ہے تیرا ساغر  
ساقی بزم تیرا      خورشیدِ قادری ہے

---

حس و جمال تیرا      غنچ و دلال تیرا  
ہر خط و مال تیرا      طغرائے دل برائے

---

ہے تیری دھن زالی      کیا دل لہانے وانی  
جنگل میں کوئی جو گن      محو نوا گری ہے

---

## ۵۴۔ حباب

ہر حباب اس کا نزاکت جویش تھا  
 مروج کی تھالی کا وہ سرخوش تھا  
 یا کہ تھی مدینے پہنی کہ کے چاہ  
 سر پہ شبنم کی فقط سادی کلاہ  
 یا ہوائے قصد کر کے خواب کا  
 تھا وہ بے چوہہ بنایا آب کا  
 صبح میں ہوش اس پر کھوتا تھا  
 گنبد گردوں قصد ہوتا تھا  
 کس نے دیکھا اس سوا بہتا ہوا  
 آب پرائٹا کٹورا سیم کا  
 کس نے غیر اس کے کبھی نہیں  
 آب پر چینی کی اٹی پایاں  
 تھی ہوا اس میں وہ کچھ خلی بھری  
 جس طرح ہوتی ہر شیشے میں پری  
 کیا کہوں ہاں کی صفائی اور چمک  
 کا سہہ بھور جاتا تھا دلک  
 موتیوں پر غم کے ولے پتے تھے  
 دل میں شیشے کے پہلو لپٹتے تھے

اب کہوں میں اس کی خوبی تا کجا

بندہ رہی تھی دور میں اس کی ہوا

نظائر

## ۵۵. سکون

دل صافی پر بولے ترخہ لکی رحمت  
گوشہ عافیت اہی کو کہیں تو زیرِ باب ہے  
جس طرح شمرے کچھ دور کوئی مندر ہو  
کوئی جائے ہی جو اسی جا تو اراچہ کر کے  
جائے تنہا ہو مکان گوشہ غزلت سا ہو  
سایا لگی ہو کہن سال و سخت اہی چار  
صحی میں تاب مصفا کا بڑا حوض ہی ہو  
گر وہیں ہوں رٹھیں بیش بہا پتھر کی  
سنانے آکھ کے مندر کا ہو برج سنگی  
غرض ایسا ہو مکان اور تو وہاں پنجا ہو  
تو وہاں بیٹھا ہو آرامے اور ترے سوا  
دیکھ کر آکھ میں ہو نور طبیعت ہی مقرر  
ہے یہی حال جو دیکھو تو دل صافی کا  
وہی ٹھنڈک ہے وہی نور و سرور ہو فور

میں نے محسوس کیا ہے بہت آرام یہاں  
کیسی تسکین کلبے کیسے سکون کا یہ مکان  
شارع عالم سے ہٹ کر نہ ہو بیڑ جہاں  
بینہ ہو کہیں کا کس ہو وہاں گشت کنناں  
جس طرف دیکھو نظر آئے فوٹشی کا سماں  
ایسی ٹھنڈک ہو کہ بس لگے وہاں جلی ہی جہاں  
اور وہ ایسا ہو کس کدہ جو جس کا بیان  
صاف ہی کہ نہ نکا ہی نظر آئے وہاں  
جس کی تعمیر کو برسوں ہوئے ہوں یا صدیاں  
اور خوشی و سکون چار طرف ہو عیاں  
آویزا دکا کو سوں نہ نظر آئے نشاں  
تو یہ سمجھ کر یہی پر ہے یہی باغِ جناں  
وہی تسکین و سکون اور وہی اہن و پینا  
ہے یہاں ہی وہی تسکین و خوشی کا سماں

میں یہاں بیٹھ کے اے ترخہ لیتا ہوں  
اور سمجھتا ہوں زمین پر ہو یہی باغِ جناں

## ۵۶۔ مقبرہ نور جہاں

کیا اسی بیگم کا ہے یہ خوار خستہ مقبرہ  
برسوں ڈنکا جس کا ملک ہند میں جیتا رہا

جس کی صورت جلوہ فروز کی تصویر تھی  
جس کی رنگینی بہا یہ خطہ کشمیر تھی

جس کی رنگین بزم، شک مدفنہ فروغ تھی  
بے کسی سے اس کے مدفنہ کی ہے کیا صورت بنی

خالوں نے قبر کا تعویذ تک چھوڑا نہیں  
کونسا گوسفہ ہے تربت کا کہ جو توڑا نہیں

بذر سخی سے نکل ہوتی تھی جس کے پہلو تھی  
حیف وہ خاموش آغوشِ لحد میں ہے پڑی

قصر میں جس کے تھا بچپنا فرشِ دیبا و حریر  
آہ فرشِ خاک پر سوتی ہے وہ ماہِ مینر

جکھٹیں نازِ نینوں کے جو کرتی تھی بسر  
آہ اُس کی قبر پر اب بے کسی ہے لوحِ نگر

بچ پر پھولوں کے سوتی تھی کسی جو ناز نہیں  
پھول دو سو کئے تھے اس کی قبر پر چڑھتے نہیں

جس کی پابوسی کی کرتے آرزو گلہائے تر  
 خشک کانتوں کا پڑا ہے ڈھیر اس کی قبر پر  
 تعریں جلتی تھیں جس کے شمعائے عینری  
 حیف روشن اک دیا بھی قبر پر اس کے نہیں  
 نام روشن ہے جہاں میں آہ جس کا مہر بسر  
 نام کو بھی روشنی آئی نہ اس کے قبر پر  
 کر دیئے جس نے بہت سے صاحبِ مین و نشان  
 اس شکستہ مقبرہ میں وہ پڑی ہے بے شال  
 جس نے صد ہا طعن و یادِ اُطلس ویدینے  
 حیف تر سے اس کی تربت ایک چادر کیسلے  
 مانا مرقد پر نشانِ لوح بھی پیدا نہیں  
 نقش نام نیک لوحِ دل سے مٹ سکتا نہیں  
 گر نہیں ہے گور پر اس کے دیا تو کیا ہوا  
 ہے جہاں میں نور اس کے نام کا پھیلا ہوا  
 نیک ناموں کے نشان باقی رہیں گے حشر تک  
 کیا ہوا گرد و بر گردوں نے شاوی قبر تک  
 حسرت



## ۵۷۔ دہلی کے کھنڈر

جدم دیکھو اوجھ ویرانہ ہی دیرانہ پاتے ہیں  
 عجب جو حق کا عالم ہے جہاں اوسان جاتے ہیں  
 عجب عبرت فزا نظارہ ہے گو یہ غسار کا  
 نشان نیست ان کے تھوکروں میں ملتے جاتے ہیں  
 ٹکست قبریں کچھ نہیں اور گڑھے دو چار باقی رہی  
 جہاں پنا خندہ و دنداں ناہم کو دکھاتے ہیں  
 پڑے پھرتے ہیں ہتھکڑی کی تھوڑی پر  
 وہ آغوش لحد میں بے خبر آرام پاتے ہیں  
 تپے میں دور آبادی سے وہ اکسیر میں ہیں  
 ہم اُن کی بے کسی پر یوں کھڑے آنسو بہاتے ہیں  
 یہی ہیں جو چراغ خانہ تھے اور بزم محض تھے  
 اب اس شہر خموشاں میں ہمیں بے یار پاتے ہیں  
 وہ دن بھی تھے کہ ان کی بزم میں نقابے بجتے تھے  
 گمراہ بلوم ان کی قبر پر نوبت بجاتے ہیں  
 کہیں حسرت کہیں شوکت کہیں غفلت بستی ہے  
 نشان رفتگاں خاموش افسانے سناتے ہیں

یہ ستمنا یہ قبری اور یہ میدیں کمر ہے ہیں کچھ  
 منسوب بے ثباتی کے سُرِ بلی راگ گاتے ہیں  
 یہ دنیا چند روزہ ہے مرے بھی چند روزہ ہیں  
 غم و رنج و دولت و بھلا کسی کام آتے ہیں  
 اٹھو اے سنے والو بادِ غفلت کے سرشارو  
 زرا آنکھیں تو کھولو۔ دیکھو تم کو کیوں جگاتے ہیں  
 زباں خاموش کیوں ہے کچھ تو بولو کون تھے کیلاتے  
 کچھ اپنی تم کہو ہم سے کچھ اپنی ہم سناتے ہیں  
 نہیں اُٹھتے نہیں سنتے اسی کیا قیامت ہے  
 یہ کیسے سنگدل ہیں اس طرح سے دل دکھاتے ہیں  
 بھلی معلوم ہوتی ہے تمہاری شان گمنامی  
 عدم کے رہنے والوں۔ تم سے ملے ہم بھی آتے ہیں

محمدا نعام الحق

## ۵۔ زلزلہ

بھونچال کا جو حق نے یہ نقشہ جما دیا  
 روشن دلوں میں نورِ نظر کا بڑھا دیا  
 قدرت کا اپنی زورِ جہاں کو دکھا دیا  
 غفلت زردیوں کو مار کے ٹھوکر چکا دیا

دریا و کوہ و شہر و جنگل سب ہلا دیا

ایک آن میں ہلا دیا اور پھر تھنبا دیا

سہ بارہ سو اٹھارہ میں یہ واروات تھی      اول جمادی بارہوی تارینے سات تھی  
دلی بدھ کا جہرات کی وہ آدھات تھی      بھونپال کیا تھا قدرت حق کی بات تھی

دریا و کوہ و شہر و جنگل سب ہلا دیا

ایک آن میں ہلا دیا اور پھر تھنبا دیا

باہم کو اڑا لڑ پڑے زنجیریں بل گئیں      کڑیاں کڑک کڑک کے چتوڑے کل گئیں  
چھپے ستون کا پنے منہیں دہل گئیں      دیواریں ہجوم ہجوم کے ٹکڑے جھل گئیں

دریا و کوہ و شہر و جنگل سب ہلا دیا

ایک آن میں ہلا دیا اور پھر تھنبا دیا

قدرت کی تیغ کی ہے یہ کچھ آب و دردی      کچھ ہے سب کے پرگی سینوں میں تھر تھری  
دارائی کام آئی نہ کچھ یاں سکندری      یک دم میں تھر تھرا گئی سب خشکی و تری

دریا و کوہ و شہر و جنگل سب ہلا دیا

ایک آن میں ہلا دیا اور پھر تھنبا دیا

بھونپال کی دھمک کا وہ سنتے ہی کھر کھرا      جی دھمکے تھے میں ہو گیا اور دم نکل گیا  
اوروں کے دل کی کیا کموں جانے وہی خدا      پر میں تو جانا عور سرافیل پک گیا

دریا و کوہ و شہر و جنگل سب ہلا دیا

ایک آن میں ہلا دیا اور پھر تھنبا دیا

بھونچل کا تو بھنے کی خاطر ہی نام تھا یہ زور شور اور کی قدرت کا کام تھا  
 احکام ذوالمنن کا جہاں اہتمام تھا یہ لسنہ قودہاں کا کاک ادنیٰ اعلیٰ تھا

دریا کوہ و شہر و جنگل ہلا دیا

ایک آن میں ہلا دیا اور پھر تھنبا دیا

سب سے کرو خدا کے سنی یاد و مبدم آخر کریم تھا تو کیا اس نے پھر کرم  
 باقی تو کچھ رہی نہ تھی پر رحم گئے قدم ورنہ اسی گھڑی میں نہ پھر تھے قندیم

دریا کوہ و شہر و جنگل ہلا دیا

ایک آن میں ہلا دیا اور پھر تھنبا دیا

بھونچال کیا وہ چار تو ایک پل کھارتے کر ڈالے آسماں زمین لو پر اور تلے  
 آنے لگیں بہاڑی کی کلاں پڑنے قاصد قدیم دم میں جو کچھ چاہتے سو کرے

دریا کوہ و شہر و جنگل ہلا دیا

ایک آن میں ہلا دیا اور پھر تھنبا دیا

معلوم سب ہیں اس کے ہے حاکم وہی آدے تابع میں اس کے حکم کے باہی سے تابا ہ  
 جب اس کا حکم آئے تو ہر کون سب راہ کیا حکم پہنچے زور اذکیو واہ واہ

دریا کوہ و شہر و جنگل ہلا دیا

ایک آن میں ہلا دیا اور پھر تھنبا دیا

نظیر

## ۵۹۔ جگنو

جگنو کی روشنی ہر کاشاء چمن میں      یا شمع جل رہی ہے پھولوں کی انجمن میں  
 آیا ہے آسماں سے اُڑ کر کوئی تارہ      یا جان پڑ گئی ہے کتاب کی کمرن میں  
 جھونے سے چاند میں ہر ظلمت بھی روشنی ہو گئی      ہلکا نہیں گھن سے آیا کبھی گھن میں  
 حسنِ تہریم کی یہ پوشیدہ اک جھلک تھی  
 لے آئی جس کو قدرتِ خلوت سے مخفی نہیں

اقبال

## ۶۰۔ تیتری

تیتری کا کبھی دیکھا ہے بیہیلا غلعت  
 جلدِ خوش قطع وہ کچھ۔ اس پہ وہ خرد خوش غلعت  
 ہلکیوں وار غلعت کی طرح کے دو پر  
 اس قدر نازک و باریک کہ ٹھیرے نہ نظر  
 چٹیاں ان میں چومہ رنگ نظر آتی ہیں  
 مینا کاری یہ قدرت کی یہ دکھائی ہیں

و مہدم کھل کے پروں کا وہ ادا سے جڑنا  
 انہیں دو پنکھوں سے اس کا وہ ہوا پر اڑنا  
 تائیاں کیسی بجاتی ہے یہ ہر ان سے  
 پر ہیں دو تخت رواں خود ہے سلیمان کے

ارشاد

## ۶۱۔ کبوتر

چڑھا تھوڑا سا دن تو آسمان پر	نظر آنے لگے کتنے کبوتر
کوئی چنبی ہے کوئی ان میں نیلا	کسی کی دم کے ہی کالے سے کچھ پر
تڑا تڑا بازیاں کرتا ہے کوئی	تورہ جاتا ہے کوئی پھٹ پھٹا کر
کوئی تیزی سے اڑتا ہے کوئی سست	لگتا ہے کوئی چکر پہ چکر
اُٹھتی ہے اور اک ٹکڑی وہ دیکھو	تاشے اب دکھائی ملتی کر
نکل کر کوئی کرتا ہے جو ہاری	تو ہو جاتا ہے پھر جھپٹ پٹ برابر

سدا رکھے میں خوب اس نئے کبوتر  
 مرنے سے اڑ رہے ہیں مل ملا کر

وجہ امت

## ۶۲۔ بے کا گھونسل

یہ بے نے بند دکھایا ہے  
اس میں ڈالا ہے تانا بانا بھی  
بن کے کپڑے کی تھیلی سی کر دی  
جانور بڑھ گیا جو لا ہے سے  
میں جو لا ہے کے گھر بہت سے ریلچہ  
رکھتا ہر سوئی دھا کا وزی مگی  
کچھ بھی سامان نہیں بے کے پال  
گھونسلے میں ہیں رہنے کے کمرے  
ڈر نہیں کچھ بھی مینہ سے اولے سے  
دھوپ کی بھی زرا نہیں کلین  
تیرے کیا کہنے چھوٹی سی چڑیا

ولہ کیا گھونسل بنا یا ہے  
کیا جولاہوں کا ٹوٹا ٹکڑا ٹپا ہے  
کس نے یہ فن اتے سکھایا ہے  
بلکہ وزی کو بھی گھنٹا یا ہے  
تب اسے مٹا مٹا آیا ہے  
جس نے سینے میں نام پایا ہے  
چوتھے سے سب یہ کرو دکھایا ہے  
جھولے کا جی گھر بنا یا ہے  
اور نہ آندھی سے خوف کیا ہے  
ہر جگہ گھونسلے میں سایا ہے  
تو نے چڑیوں میں نام پایا ہے

کرتا ہے تیری عشق کی تعریف

کوئی اپنا ہے یا پرایا ہے

وجاہت

## ۶۳۔ پرندوں کا لباس

کیا ذی شان پرندوں کا ہے رنگیں بانا  
 نہیں آیا ہے کسی ایک کو بھی اترانا  
 ایک پوشاک ہینوں نہ بدلتے دیکھا  
 مدتوں تک اسی اک جامہ کو چلتے دیکھا  
 ایک وردی میں وہ خورسند رہا کرتے ہیں  
 دیکھ کر سب انہیں خوش باش کہہ اگرتے ہیں  
 بے جزا دل میں ان کی یہ بارانی ہے  
 اسی جامہ سے انہیں گرمی میں دلشانی ہے  
 جو زانم کہے یہی اور یہی شادی کا لباس  
 ایک کترن بھی نہیں اس کے سوا ان کے پاس  
 ان کو دھوبی کی نہ حاجت ہونہ دندہ کی تلاش  
 سوئی تانگے سے نہ مطلب ہونے پر تراش  
 یہی پوشاک پس مرگ کفن ہے ان کا  
 واہ۔ کیا خوب فقیرانہ چین ہے ان کا



## ۶۴۔ ہر دم طیور سحر

تجلی فشاں گنبد آسماں  
 تجلی رحمت کا ہر سو طیور  
 وہ کچھ کچھ جھلکے نگیں کو پیس  
 پیسوں نے دل پر لگائی وہ چوڑ  
 طیور ہر گرم حمد و سپاس  
 کوئی لے بڑھاتا ہوا حوش میں  
 کوئی گنگری لے رہا ہے ہمیں  
 خوش آئند لودی سر ملی صدا  
 کوئی نہ مزمہ سنج اس آں سے  
 دکھاتا ہے کوئی رکب کی بھا  
 لگا تا ہے وہیوٹ کوئی اس طرح  
 چڑھی اتری بھکی چل چھوڑی  
 وہ چوٹ اور رسم کی گند پر بار  
 کوئی کہہ رہا ہے وہ عشق سند  
 کوئی بول اور گت پنہ سرا  
 نمود سحر کا سہا ناماں  
 بیروں سے اُننے لگے ہیں طیور  
 کہوا اُڑانے نگیں کو ملیں  
 کہ معشوق بھی ہو گئے لوٹ پوٹ  
 شناسخ مرغان زریں باں  
 ہے آتش گلن نرین ہوش میں  
 کوئی نیند ہی دور رہا ہے ہمیں  
 ہر ایک رنگ کے پیچھے جا بجا  
 کہ آڑی نکلتی ہے لے تان سے  
 کوئی اپنے پنچم کے سر پر شمار  
 کہ سر اپنے قبضہ میں جس طرح  
 وہ گندہا پر زمرہ دل نشیں  
 وہ کوئی کی باوی ٹٹری کا تار  
 دکھاتا ہے جن کی کوئی حدود  
 کوئی جو را اور انہ پرفدا

وہ ہنسی میں کی چوٹیاں      بجاتی ہیں ہر تال پر تالیاں  
 کہیں ٹیپ کی دوکان کا ٹھہرے      ہمیں تالے چوتالے کا زور ہے  
 صداؤں سے گونجا ہوا بن تمام      درختوں پر حیرت کا جوبن تمام  
 صاحب یہ ذکر خفی و جلی      اُٹھا بتر خواب سے مر بھی

بے نظیر

## ۶۵۔ پرندوں کی عبادت

وقت سحر کی رو میں کیا کیا ہوں ہوں ہوں ہوں کرتی ہیں  
 ہوں ہوں ہوں ہوں کر کے ذکر کن اور میکون کرتی ہیں  
 مرغے بولے ککڑوں کو نکھوں مرغیاں کو نکھوں کرتی ہیں  
 طوطیاں بھی سب یا دیں اس کی بہتوں بہتوں کرتی ہیں  
 سانجھ سویرے چڑیاں ٹی کر چوں چوں چوں چوں کرتی ہیں  
 چوں چوں چوں چوں چوں کیا سب بچوں بچوں کرتی ہیں  
 قمری بولے حق سرہ میں بولے بسم اللہ  
 بکبک بٹیری چاروں قل اور تیری ہی سبحان اللہ

داور مور پیسے کوئی کوک رہے اندر اندر  
فاختہ کو کو تیتو ہو ہو طوطے بولیں حق اندر

سانچے سیرے چڑیاں مل کر چل چل چوں چل چل کرتی ہیں  
چل چل چوں چوں چوں چوں کیا سبب تھیں یہ چوں کرتی ہیں

نظیر

## ۶۶۔ گلہری کا بچہ

سفیدی میں وہ کالی دھاریاں ایسی رہی ہیں بن  
کہ جیسے گال پر لڑکوں کے چھوٹے زلف کی ناگن  
کناری دار پٹا جس میں گھنگر و کر رہے تھیں چھین  
گلے میں منہلی پاؤں میں کڑے اور ناک میں لنگن  
رہا ہے سر بسر گننے میں لہجہ گلہری کا

نظیر

## ۶۷۔ بکری

کہتے ہیں چوں غم نزاری بزمِ جز  
سو ہی لی ہی ایک بکری ڈھونڈ کر  
میں پڑھوں ہوں کچھ آگے شوگر  
اپنے ہاں گویا پڑا خوش ہے یہ

زنگہ سر سے پاؤں تک اس کھیاہ  
 بکوں کی داری کھینچنے میں سب  
 چارپاں اس کی آئی دید میں  
 اس پر کالے بکرے دو خیل جنی  
 جدا بیٹھے کھاتے ایک انداز سے  
 دودھ پر چوچی میں تو پچائے  
 گھاس مانا بائے کچھ کھانے لگے  
 پر دوش سے حق کی بلے جی گئے  
 چٹنی لپی جس پر کم ٹھہرے نگاہ  
 تکرہ میٹھی بکری کی ہے بوا سبب  
 وہاں ہوتی ہیں دو بی جیدیں  
 ناز غریب سے بھی پھر  
 یقی مٹھ تو ہوتے خوش ہی ان سے  
 مٹھا دیکھے اس طرف منہ کو کئے  
 گرتے پڑتے پاس ہی آنے لگے  
 آج دانہ دوڑ کر کھاپی گئے

اب جو انی پر جو میں نے شہر مت  
 کو دتے میں ہر زماں ہر مہر ہے جت

میر

## ۶۸۔ فسانہ ملی

ایک جی مونی تھی اس کا نام  
 ایک دوسے ہوئی الفت گزریں  
 ربط پیدا ہو گیا یہ بھی ساتھ  
 چیمبر آگنر جو کچھ پایا ایک  
 انے میرے گھر کیا اگر مقام  
 کم بہت جانے لگی اُٹھ کر کہیں  
 دیکھتی رہنے لگی میرا ہی ہاتھ  
 فقیر میرا دیکھ کر کھایا کرے

بختوں سے تبتا ہے میری بھی اگر  
 وصل کیا ہے جھانکے پھینکے کی اور  
 اس مروتِ شب سے کیا ہے گلا  
 ایک بلی کچھ گئی تھی آکے چکھ  
 بروں یا دافوے گی یہ پاکیزہ  
 شوق میں ہمایلاں اس کی رہیں  
 پھر لے کو پھرتی تو کیا ولی نہ تھی  
 پر جلے پاؤں کی یہ بتی نہ تھی  
 رفتہ رفتہ کو تھوں پر جانے لگی

پروں پروں میں یہ پھرتے لگی

حالم ہو کر کئی بچے دیئے  
 متصل آیا ہوا جو اتفاق  
 خطا اس کی کو کھ کا لازم ہوا  
 ندویں مانے نقش لائے ڈھونڈ کر  
 پیچھے رہیں بعض نے افسوں لکھے  
 گوشت کی چیلوں کو چھٹی بوٹیاں  
 لڑکیاں ٹھلایاں کھاتوں تلے  
 مٹے نگرہ منہ کو ہر اک کھولتی  
 ایک دنگا ہونہ اس میں سے جئے  
 مرگ ان بچوں کی گزریاں مشتاق  
 جھانستے پھونکے کا ہر کیا لازم ہوا  
 نیل کے ڈوروں میں بانسے میت پر  
 بعضوں نے تعویذ لے کر چلے گئے  
 ماش کی موٹی پکائیں روٹیاں  
 اس طرح جوں دہلی بلی کہلے  
 اور دہلی میٹوں کی بولتی

بی بلانی سے بیت کی التجا      گریہ محراب سے چاہی دُعا  
 بوہریرہ کے تنہی مانا بہت      بلیوں کے ہمیں دیا کھانا بہت  
 کیوں نہ ایسی ہوئے ابد و سرگ  
 بی بلانی بوہریرہ سب بزرگ

پانچ بچے اس نے ہی نوبت دیئے      بارے سے قبیلت حق سے حق  
 اپنی ماں کے رات دن سینے لگے      پانچوں بچے دودھ کچھنے لگے  
 دودھ کن جھلکے ہی سب کے سنیں      میں ہی نگوئے لگا کچھ شے تھیں  
 دو بیٹے ملک بہت ہی اعتبار      کئے بل سب کے موقوف اختلاط  
 کوئی سنا اگیا اید ہم اگر      لوگ دوسرے شیر سے نہ بھاڑا کر  
 ڈرتے تھیں سب میں زاری کی گم      نذر و دان کی میں مزہ نرم نرم  
 لچے ریشم کے سے چندی رنگ حال      کچھ سفید کچھ سیاہ کچھ زرد و لال  
 آنکلی میں جدھر سے پانچ چار      اس طرف ہو جاتی تھی بلغ و بہا  
 ایک عالم عاشق بیتاب تھا      ان کی خاطر بخور و بخواب تھا  
 لے گئے ایک ایک کر سب تین تو

”حتی“ مانی ”رہ گئی“ مجھ پاس دو

متی کی پھر ایک صاحب پسند      تھی بھی ناز کی ایسی ہی طالبہ بلند  
 مانی کچھ بھاری تھی کھلی ہر بار      رہ گئی یاں فقر کو کر اختیار

بوریہ پر میرے ہی کی خواجگاہ  
 میں نہ ہوں تو راہ دیکھنے کو کھائے  
 دل سے میرے خاں کی ایک راہ  
 جاں پا کے میں مری تا دہ پائے  
 دیکھے میرے پاؤں سے لے تنگ  
 بی یا اچھوہ آفاق ہے  
 آنکھ سے معلوم ہوا قہ ہے  
 بیاں ہوتی ہیں اچھی ہر کہیں  
 کیا و بلغ اعلیٰ طبیعت کیا فیس  
 یہ فاست یہ لطافت یہ تیز  
 چہا چڑیاں نے کچھ کھایا نہیں  
 جب بھر جو کہ ہے ایمان میں  
 تھا بہت مانی کا جہا آرزو  
 حال ہی میں ان پر ہی مال کے سے ہیں  
 موہی لوریو نہی ہے ان کا نام  
 نیلے سا گے گروں میں ہیں پیسے  
 لوگ آنکھوں میں ہی رکھتے ہیں گھٹنے

خط انہی بیویوں سے ان کا ہے خود  
 رہیوں ان دونوں سے چشم شور و

## ۶۹۔ سگ گرہ کی دوستی

سگ گرہ میں دو ہمارے یہاں      دو میں غالب ان کی لاک میں  
کھلے نہ جو ہو وہ مادہ سگ      بھوکا بیٹھا ہے قیامت انگ  
باہم اس بلی کتے کا یہ ربط      کوئی دیکھے نہ ہوئے اس ضبط  
کجو جاتا جو ہے یہ کوٹھے پر      لگی رہتی ہواں کی چھت سے نظر  
اور سے دشمن جانی ہے      اس کی یہ باؤلی دولانی ہے

دووں شوخی سے مار رہتے ہیں  
سگ گرہ کی چال رہتے ہیں

میر

## ۷۰۔ کارنامہ بلاؤ

سارے ہمالیوں پر ہے یہ معلوم      موش کی نسل ہو گئی معدوم  
چو ہا کیلے جو سامنے آوے      گھونسوں سے بھی شیر بھڑ جائے  
نئے جمایاں ہیں گھونسوں میں      موش شوقی ہوا ہے کوئے گھونس  
گھونس جب فکر ہی میں رہتی ہو      موش شوقی یہ کیا گدتی ہو  
کوئی چھو نہ کہتی میں یل ہو      سو وہ چو ہوں کہ تر خیل ہو



ایک دن گھر میں ایک گھوٹن آئی  
 پھرتے پھرتے جو صحن سے خوشحال  
 کہیں اوو حویہ شیر جاتا تھا  
 پر گئی اس کی اس چشم کبود  
 خوبہ جھلا کے آنے گزرا تا  
 پر اسے خوف جاں نہ آیا کچھ  
 نہ کہن کیا پھر آنے جاتا لو  
 پھر تو گھڑی ہے دونوں میں آکر  
 غصہ حروش کو بھی اتنی چڑھا  
 دونوں ٹٹے تھے تھے ہی میں  
 ناخن اس شیر کا کچھ ایک گڑا  
 یا تو گھڑی چکیا ہر کیلے پری  
 کھڑے موٹھوں کے بال اٹھاتا  
 اپنے پاؤں میں اسے لائی  
 پائے دیوار مٹی سر کو نکال  
 پھیرتا منہ پہنچے آتا تھا  
 نیلا سیل ہونا دکھا جوں دوو  
 بارے کچھ گھوٹن نے اسے جانا  
 غالب آیا نہ اس کا سایہ کچھ  
 کیوں کہ تھا یہ تو شیر کا خالو  
 چوٹ ہوتی تھی واو پا پا کر  
 اتفاق اس جگہ تھا ایک گڑھا  
 کچھ کو کھاتے پھرے اس میں  
 شور محشر گڑے کے نہ پڑا  
 گھوٹن بے نے پھیرے کروی  
 شیر نکلا گڑھے سے گھبراتا

ایک جی سے تھا سب بدن خالی  
 کیوں کہ سرے بلا بڑی ٹالی

میر

## ۱۔ نوحِ نبی

لوگ جس دم سوار ہونے لگے  
وحشت اس کو بس ہوئی طاری  
مرگ تھی اس کی اس جگہ تقدیر  
کیا نفاست نراج کی کہئے  
خال جوں پھول گل کرتے ہیں  
جن سے مالف تھی وہیں رہتی  
چوہے چڑیا پائے بس کی نظر  
موہنی بھی تو تھی بہن اس کی  
پاؤں جو کچھ ہوا مار کھلے ہے  
جانور مارنا ہے تو بے یک ہو  
یہ نزاکت اہی کو بن آدے  
یہ چھپو ندر کے بولتے بھاگے  
یہ پر یاسی تھی جو خرام کہے  
کبک اس کے غولم کے عاشق

اور اسباب بار ہونے لگے  
سرپٹک کر کسو طرف کو موئی  
جی تھی یا کہ گریہ تصویر  
ستہری اتنی کہ دیکھ ہی رہے  
یکہ نقشوں میں رنگ بھرتے ہیں  
ان سے کچھ کچھ نگاہوں ہی نہتی  
تج کا کرنا نہ قرض تھا اس پر  
نسبت اس کے تھی وہ بہت گشتی  
ایک کیا چار چار کھلے ہے  
تیر پنجہ کیا نہ اُس نے کہو  
موش دشتی کو دیکھ ڈر جاوے  
وہ پڑی سوتی بھی ہو تو جاگے  
وہ جو اچھے تو دھوم مچا کہے  
جانور اس کے نام کے عاشق

غمن امنوس کی جگہ بتی  
اب کہاں گو کہ چھائیے دلی

میر

۷۲۔۔۔

تم کون ہو میاں کہاں کے ہو آئے کہاں سے کہاں جاؤ گے  
یہ تک بات ہمیں بتلاؤ کس نے بھیجا کیسا ہے کام  
جو نیا نگر آ کے جھانکے ہو  
یاد آتے ہی تررت چر روتے ہو کچھ لائے تھے سو کھوئے گیا  
کس سوئے میں ہو کیا بھول گئے اس کا دروعلہ جواب ہمیں  
انکھیاں کھولو کیوں چانکے ہو

ظفر

۷۳۔۔۔

ایک اپنے ساتھ گھر چر کی خوشی لایا ہے تو  
کونسی دینے خنداں یلواتی ہے تجھے  
کیا کہی زنی خیرہ چوڑ کر آیا ہے تو  
کس وٹلی کیا دیں بقاء ہوا آیا ہے تو  
رونے والے یا کس کس کی لڑ لاتی ہے تجھے  
گلشنِ فراق سے منہ موڑ کر آیا ہے تو

یا دایے ہی تو کچھ آئے ہیں نطائے تجھے

مہنی سے اس جہاں کے نقش ہیں سارے تجھے

کس لئے حیرت سے یوں ہر ایک کا متکتا ہو تو کچھ تو کہنا چاہتا ہوں کچھ نہیں کہہ سکتا ہو تو

ہم کو بھی معلوم ہے تو ہے مسافر دور کا مطلقاً اس دیش کی بولی سے پرانا آشنا

ہاں! بتا دہ سرزمینِ عاقبت تھی کوئی بستی ہے دل تیری لکڑی دھڑکی کوئی

روشنی ہوتی ہے کسی چاند سوز حلقہ پاں تیرے چہرہ پر ہوید اہلِ مہی جس کے نشان

کس چین کا گلہ ہے تو کس عرش کا تار ہو تو

کس قدر ہے پاک و روشن کس قدر پیارا ہو تو

آہ۔ اے نووار و مہتی تجھے معلوم کیا انقلاباتِ زمانہ ہیں پلتے بھوم کیا

آج تو روتا ہے جس دنیا کو زلزلہ جان کر کل نہ جھوڑیگا اسی کو بلغِ مینواں جان کر

اس قدر مانوس ہو جائیگا اس دنیا سے تو پھوٹن کی یاد ہوگی اور نہ اسی کی آرزو

یاد بھولے سے نہ آئے گا تجھے اپنا وطن تو سمجھ لے گا اسی غربت کو ہی پیارا وطن

ماہل اکِ دین بھی نہ ہوگا کرچہ اطمینان دل

پھر بھی دنیا ہی رہے گی شاملِ ارمان دل

محروم

## ۷۴۔ بچہ کی چال

مٹی ان کی چال کی تو عجب یار و چال ڈھال  
 پاؤں میں گھنگرو باجتے سر پر جھنڈولے بال  
 چلتے ہمک ہمک کے جو وہ ڈگر گاتی چال  
 تھا نہیں کبھی صبود اکبھی نند لیں سنبھال  
 ایسا تھا بال سری کے بچا کا بالین  
 مایا کی کموں میں کشن کنہیا کا بالین

نظیر

## ۷۵۔ کم فرصت بچہ

سنتے تھے یہاں راحت و آرام بہت ہے  
 پر تجسربہ کتاب ہے کہ یہاں کام بہت ہے  
 دن رات میں فرصت نہیں اتنے ہیں شاغل  
 ممکن نہیں ہو جاؤں میں دم بھر کو بھی غافل  
 اس پر مجھ سے کام مکمل نہیں ہوتے  
 عقدے جو مرے کام ہیں حل نہیں ہوتے

لو آج ہی جس وقت سے ہونے لگی بارش  
 شیشوں پہ دیچوں کے ہوئی بوندوں کو لغزش  
 اس وقت سے بندہ ہمدن چشم تماشا  
 دیکھا کیا اک ٹمکنی باندھے یہی نقش  
 اک وقت میں اک کام پہ پر کی نہ قناعت  
 نادانی سے سر پر پڑی یہ اک نئی محنت  
 ایک گیت زباں پر جو کہیں ہو گیا جاری  
 دوپہر اسی راک کے دھندے میں گزاری  
 تھے اس کے سوا اور بھی بہتیرے مشاغل  
 طے اور بھی کر ڈالے کئی میں نے مراحل  
 آئے پر ایسا کوئی اک پھونک دیا دم  
 وہ جس کے اثر سے ہوا اک آن میں پڑنم  
 اس نم کو وہی صورتِ تصویر بنایا  
 تصویر کو اک لفظ میں پھر خود ہی مٹایا  
 پھر فرشِ زمین پر جو توجہ ہوئی مائل  
 تعبیر کے اس پہ مکاں رہنے کے قابل  
 ٹوٹی ہوئی کشتی جو مری سب سے بڑی ہے  
 اب اس کی مرہٹ کی بجائے ٹکڑے بڑی ہے

دعوت جو خیالی مرے ہاں ہوتی ہے اکثر  
 پھر اس میں جانے ہیں مجھے سارے تو نگر  
 اتنے ہیں تردد مری اک ننھی سی جاں کو  
 فارغ جو یہی کیا جلے وہ اس درد نہاں کو  
 اب کھیں کی فرصت کوئی دھونڈے تو کہاں ہے  
 مصروف ہوں مصروف یہی درد زباں ہے

اکرام

## ۷۶۰۔ دوشیزہ

نظر آئی مندر پہ اک پیر ز ال	سپید و سیہ اس کے سب کجاں
قریب اس کے شبی ہو کک نازنین	کہ جنت سے آری کجائی حور عین
قیامت کا نقشہ سلیقہ غضب	او اوں میں خوبی کئے انداز سب
یہ کیوں دکن اس رلف سے ہو لگاؤ	بگڑنے میں بھی جس کے لاکھوں بناؤ
وہ لاکھالب لعل پر پان کا	مسی اس پگھو یا شفق میں گھٹا
وہ برقی بسم جو دل پر گرے	تو آنکھوں میں تقویر عشرت ہے
وہ خضارند دل در کاٹی گشت	سمیلا چہرہ پر بدن چاق و چمت
مناسب میں ہر جنوں میں بھیاں	غضب گئے نہ پتے پہ حمانی دبا

وہ صورتِ دل آویز زلفِ سبب  
 تروتازہ خمدار مانند گل  
 خط و حال موزوں و ترکانِ راز  
 جہاں سوز و خندہ زیرِ لب  
 وہ بادیک لب اور پشلی کمر  
 وہ ناگن سی چوٹی وہ نغمی کان  
 وہ آنکھیں بڑی اور خاطر پسند  
 وہ پیوستہ ابرو کشادہ مہین  
 زمرہ کے بندے لٹکے ہونے  
 کلنی میں بوری کی چوڑیاں  
 جو اہر کے جس میں نیگنے جڑے  
 غارے میں سابق بلوئیں نہاں  
 کف دست و پاہن قمر زائین  
 میانہ وہ قدر مثل گل جانِ سبب  
 ان آنکھوں میں کیفیتِ علمِ تل  
 وہ حسن خدا و اوصویرِ ناز  
 وہ شوخی ہلاکی وہ چتون غضب  
 وہ چہرہ کتابی رسیلی نظر  
 وہ موباف زریں میں درعدن  
 زخندان باریک و بنی بلند  
 وہ ہر بات غیرت وہ انگبین  
 وہ موتی کے مالے چمکتے پہلے  
 طلافی جزا و بھی کچھ بے گماں  
 مناسب قرینے سے چھوٹے  
 مگر شمع فانوس میں ضوفشاں  
 کہ رنگِ حنا کی صورت نہیں

سراپا ضیا جملہ تنویر وہ  
 مگر حسن و خوبی کی تصویر وہ

بے نظیر



## ۷۷۔ بے نظیر شاہ

غضب ہو گا اس کا رخ دل پذیر  
 وہ کنک سا چہرہ دکھتا ہوا  
 بسنتی فقط ایک تہ بندیاں  
 رفیق اس کے کیا کیا محبت شمار  
 جیسے عیاں شاہنشاہی  
 بھرا پاک دل میں کئی کانیاز  
 یہ معلوم ہوتا ہے کوئی امیر  
 لئے ہے کسی کی محبت میں جوگ  
 جو چلتا ہے وہ نو گرفتار غم  
 مگر دم محبت کا بھرتا ہوا  
 جو کہتا ہے کوئی کرم کیجئے  
 تو کہتا ہے وہ نہیں کے اپنے خبر  
 کہلا اس پہ ایسا بسنتی باں  
 اثر عشق کا اتنا پیدا ہوا  
 بہت دیکھ کر عہدہ شاہان تھے  
 بہت نام کی کن کے عاشق تھے  
 ہے پروانہ جس شمع کا بے نظیر  
 وہ گورا بدن کیا چمکتا ہوا  
 بھیلے بدن پر غضب کا باں  
 حسین و طرح دار و عالی وقار  
 فقیری میں بھی صولت خسروی  
 چہر اس پر بھی ہر لحظہ سرگرم ناز  
 بڑا لطف جاناں کا نازہ امیر  
 وہ ستا ہے بس جو گیا اور بوگ  
 اٹھتا ہے کسی ناز کی سے قدم  
 وہ جاتا ہے وہ میر کرتا ہوا  
 زرا ویر سائے میں دم لیجئے  
 چمے گایہ آسن دیر یار پر  
 کہ سونچا ہوا کچھ کر بد جواب  
 اسے جس نے دیکھا وہ شیدا ہوا  
 بہت نام کی کن کے عاشق تھے

نما نہ کل اس کا بروگی بنا  
خدا جانے یہ کون جوگی بنا

بے نظیر

## ۷۸۔ تصویر غازی انور پاشا

ہنس رہے جگر خوف سے رشتہ ہی بدن میں  
اک شانِ محکم ہے عیاں نو جہیں سے  
انداز یہ کہتا ہے نگاہیں ہیں غضب کی  
شمسِ بکھٹ ناک سے موعظیں ہیں خمیدہ  
بتلائے کوئی مجھ کو یہ کس قوم سے ہوگا  
تصویر میں ایک شیر جری دیکھ رہا ہوں  
آنکھوں کو فرست سے بھری دیکھ رہا ہوں  
چہرے پر گہرے خبری دیکھ رہا ہوں  
اک خصلتِ شیر بری دیکھ رہا ہوں  
میں سر پہ کلا و تشری دیکھ رہا ہوں  
حیرت ہی مجھے کس کی تصویر پہلے نجم  
اس شکل میں شانِ غری دیکھ رہا ہوں

نجم

## ۷۹۔ چھبیل

جائے کو خوب سا پلٹتے ہیں  
مندی بھی تپلی سی لگاتے ہیں  
خال رخسار پر بناتے ہیں  
ناز کرتے قدم اٹھاتے ہیں



## ۸۱۔ بڑھاپا

جوانی گئی موسم شیب ہے  
 کسے میں نہیں اپنے تک پاؤ دست  
 بلا ارتعاش تن زار ہے  
 کٹے ہوں تو تھراوے رن اور ساق  
 جویوں پاؤں چلتے بچتے رہے  
 جوبازو میں اپنے سوبازو نہیں  
 بدن کی ہوئی میرے صورت ہی اور  
 نہ کچھ زور بازو بہت کم ہوا  
 نہ کچھ یونہی عینک نظر چڑھ گئی  
 نہ رکھے جو عینک نہ آوے نظر  
 صدا سنوس مطف سماعت نہیں  
 نہ وہ زائقہ ہے نہ وہ ہے مشام  
 شکن جلد میں دل کو پڑ مردگی  
 برودت بہت جسم میں آگئی  
 جریہ چال ہے جارہے میں ہم اب

شہود ایک دور روز کو عیب ہے  
 کیا خاک میں مجھ کو پیری نے مت  
 ہر اک عضو چنے کو تیار ہے  
 جس میں بیٹھے کیونکر کہ جیلے شاق  
 تو دیکھو گے ہم یوں سے چلتے رہے  
 اگر منہ کو دیکھو تو وہ رو نہیں  
 وے آنکھیں نہیں وے نہ چہان کے طور  
 جھکاسر سوزانوں کا ہم دم ہوا  
 بصارت کی بے حاشی بڑھ گئی  
 کسے تو کہ اعلیٰ ہیں ہم بے ہنسر  
 صدا دور سے جیسے آوے کہیں  
 مرا کچھ نہیں ہو چکی صبح شام  
 عزیز حراث میں اندر دگی  
 مزاجی تھی صگری سو ٹھٹھا گئی  
 دھوں پر غرض آ رہے ہیں ہم اب

ہوا حافظ بس کہ لیاں حرف  
ہوئے شعر کیا کیا فراموش ہائے  
اگر ضعف سے چپ ہی رہتے ہیں ہم  
نہ پوچھو لب و لہجہ بے طہر ہے  
جسنا تو ادا جائے مہمان تنگ  
لبوں پر نہایت ضعیف ایک آہ  
نہیں گور کے کام سے کچھ فراغ  
کسے ذوق صحبت کمال ہی بے فراغ

میر

## ۸۲۔ ضعف پیری

عیش و عشرت کے مزے کہ سب میں ہیں  
لذتی فریسی کیا کہئے عجب زویر میں ہیں  
خرمی خوشدلی و عیش طرب و رمی ہیں  
زندگانی کے نئے جتنے ہیں سب زویر میں ہیں  
تجاربے یہ بات کہ ہی زور ہی میں زور مزا  
جس سے کمزور رہے تب ہو احوال  
ستی و ضعف و نقابت کی چٹائی پر کمال  
اب جو چاہیں کہ طہریں عریضی طور کی چال  
فہم کرتے ہی بہت پر کہیں جا تلے چلا

راہ چلنے میں یہ کچھ ضعف ہے جو تہ بنی حال  
ہر قدم آتے ہیں پاؤں کو سورنخ و ملال  
اور نام نہاد ہو چلنے لگی تو فی الحال  
چلنی پڑتی ہے پھر اس وقت اس طرح کی چل

جیسے کبھی کوئی چلتا ہے بہت پی کے نشہ  
پانی پیتے ہیں تو منعم وہ ہوا جاتا ہے  
ہوئی شربت تو ہوا زوگیاں دھلتا ہے  
اور جو کم کھائیں تو غیر ضعف غش تہا ہے

پیت بھر کھائیں تو پھر چاہئے چورن کو لکھا  
ضعف کے دلم میں ہیں البتہ کچھ ایسی قدر اسیر  
طبع افسردہ دل آزر وہ بدن سخت حقیر  
بے بس ہیں کہ کچھ دم نہیں مارا جاتا

نظیر

## ۸۳۔ جھپک

آئی تھی ایک حور مجھے دیکھتے ہٹ گئی  
دانتوں کے نیچے داب زباں چٹ پٹ گئی  
آہٹ کو میری تاڑ کے جو کھٹ سے جھٹ اڑ چک  
جھٹ پٹ وہ ہٹ کو اڑ کے پٹ سے جھٹ لگئی

نظیر

## ۸۴۔ مار پھینک

صیا دے جو دیکھا ہرن اُن تھ چلا جھپاک  
جلدی سے دوڑا پیچھے ہرن کے وہ سینہ چاک  
سونے کو پھینک مارا جہ پھرتی سے اُس نے تاک  
بھاگا ہرن لگا وہی گمڈر کے آکھٹا کس  
سر اُس کا پھوٹا اور وہ سلامت گیا ہرن

نظیر

## ۸۵۔ کشتی

کس چکا کاچھ کے تنیں جس دم	پھر ہوا سامنے بجا کر خسم
مرزا نے دھج بنا قدم گاڑا	لوٹے کو ڈھاک پر چٹھا مارا
نیچے لینے کا مرزا نے گرفتات	کیا لوٹے پر دولتی جھنڈا پٹا
چاہے تھا رانوں میں سے جکڑا	لوٹے نے دوڑا کلم پکڑا
کرکھ رنگ جسے بغس کے بیج	کیا کیا اس کو دکھائے افتخار بیج
دھس کے ٹھنڈ میں پھر اٹھائے پٹ	کہا کمر کے چت کروں یا پٹ
کشتی کا لوٹے کو پڑا جو مزا	کہا جو جس طرح سے تیری رضا

بولے مرزا بڑا نہ مانو گے  
اپنا اُمتاد مجھ کو جانو گے

سوزنا

## ۸۶۔ تیرا کی کا مقابلہ

کتنے کھڑے ہی پیریں اپنا دکھا کے سینا  
سینہ چمک رہا ہے میرے کاجوں نیگنا  
آدمے بدن پہ پانی آدمے پہ ہے پسینا  
سردوں کا بہرہ چلا ہے گویا کہ ایک قریبا  
دامینا کمر پہ باندھے دستار پھیرتے ہیں  
اس آکرے میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں  
جاتے ہیں ان میں کتے پانی پہ صاف سوتے  
کتوں کے ہاتھ پنجے کتنوں کے سر پٹوٹے  
کتے پتنگ اُڑاتے۔ کتے سوئی پر روتے  
حقوں کا دم لگاتے۔ نہیں نہیں کے شاد ہوتے  
سو سو طرح کا کر کر بسیار پیرتے ہیں  
اس آکرے میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں  
نظیر



## ۸۷۔ تینگ بازی

لاتا ہے پھیر بھار کے نکل جو اپنی واں      کتاب ہے کوئی ان سے خبر وار ہویاں  
اب بیچ پڑنے کو بنے اتنی تھکیاں      گھر آکے کتے ادا کے دھپنے دو میری جاں

اچھا نہیں ہے مفت کھانا تینگ کا

گڑیج پڑ گئے تو یہ کہتے ہیں دیکھیو      رہ رہ اسی طرح سے اب بچے دھیل کو  
پہلے تو یوں قدم کے تئیں او میاں رکھو      پھر ایک گڑا دیکھے ابی اس کات دو

ہے گا اسی میں نسخہ کاپا نا تینگ کا

کتاب ہے جو تینگ تو پھر لوٹنے اسے      دو دو ہزار دوڑنے میں جوڑے اور بیٹے  
کاغذ زرا سا ملتا ہے یا نکتے کا نکتے      جیسا اس طرح کی میری جلا آن کر کے

پھر سوچے تو کیا ہے ٹھکانا تینگ کا

نظیر

## ۸۸۔ کبوتر بازی

پھرتے ہیں ٹھک چال سنتے ہیں خوشی سے

کیا کیوہ غزغزوں کی خوش آواز کبوتر

لحقہ میں دوسرا اپنی کاوٹ گود کھاتے      ہیں جو گئے بھی رنگ کئی جوگ کے لاتے

چیتے ہیں ادھر سبیری اپنی دکھاتے      ہریوں کے پرے کچھ کے میں چننے میں آتے  
 جب حلقہ زناں ہوتے ہیں پرواز کبوتر  
 سکو کر کے جدھر کے نہیں چپی کو ہلاویں      کچھ ہووے غرض پھر وہ اسی سمت کو جائیں  
 کئی کو نہ بھڑکاویں تو پھر شہ پہ نہ آویں      چھوڑاں کو نیٹرا پنڈول باب کس تھک گاویں  
 اپنے تو لڑکپن سے ہیں دم ساز کبوتر

نظیر

## ۸۹۔۔۔ بلبل بازی

کل بلبلیں جو نو دس قابو میں اپنے آئیں  
 ان میں سے دو پکڑ کے کشتی میں دھو بھڑائیں  
 یہ شور سن کے خلعت دوڑ آئی دایں بائیں  
 کوئی بولا "واہ حضرت کوئی بولا "واہ سائیں"  
 سو سو طرح کی دھویں اک دم میں کر دکھائیں  
 اس ڈھب سے ہم نے یار کو بلبل لڑائیں  
 اول تو دونوں کٹ کٹ لڑتی تھیں کر کے کٹا  
 جب تیسری کو چھوڑا پھر تو ہوا بنگلہ ۱

خلقت ہی آگے ٹوٹی چھوڑا اپنا اپنا اڈا  
 نرنگی کسی کی پسلی تڑٹا کسی کا مڈا  
 سوسو طرح کی دھوئیں ایک دم میں کر دکھائیں  
 اس ڈھب سے ہم نے یاروکل بلبلیں لڑائیں  
 تہی تین کی ریشتی چڑھتی کو ان میں چھوڑا  
 اس نے تو غم بجا کرتیوں کو دھر جھنڈوڑا  
 پھر تو یہ پھٹکا آکر ان کشتیوں کا کوڑا  
 چھوٹا کسی کا ہاتھی بھاگتا کسی کا گھوڑا  
 سوسو طرح کی دھوئیں اک دم میں کر دکھائیں  
 اس ڈھب سے ہم نے یاروکل بلبلیں لڑائیں  
 ایک گنگری جو ماری پھر ہم نے پڑھ سنوں کی  
 کشتی میں گھڑی بندھ گئی ان چاروں بلبلوں کی  
 سن سن کے خچیں ان کی لڑنے میں غرغوں کی  
 سب بولے واہ حضرت اچھی یہ پڑھ کے چونکی  
 سوسو طرح کی دھوئیں اک دم میں کر دکھائیں  
 اس ڈھب سے ہم نے یاروکل بلبلیں لڑائیں  
 نظیر

## ۹۔ مرغ بازی

دلی سے ہم جو نکھنوا آئے  
 جسے تنگل کو پالی کی ہر دھوم  
 مرغ بازوں کو ہی قیامت جوش  
 مرغ لڑتے ہیں ایک دہلا تیں  
 انے پر جھڑکے سے پھر کئے بیگ  
 وہ جو سپید بھاپو لہو ہیں کچ  
 مرغ کی ایک پر فشانہ ہے  
 ایک بولے کہ کھڑی آئی چوٹ  
 جھکے ہیں آپ کو چراتے ہیں  
 ایک کے منہ میں مرغ کی سفار  
 منہ میں آیا جو کچھ سوکھنے لگے  
 طرف ہنگامہ طرف صحبت ہے  
 خوابے مرغ پر نبل میں لہے مرغ  
 پھر جو رزمین آوے گا  
 گرم پر خاشا مرغیاں پائے  
 نگلیوں میں اوزن شرکائی ہجوم  
 جس کو دیکھ تو مرغ دہ غوش  
 سینا بڑاں دن بھیہوں کی باتیں  
 انے کی نوک سے کٹر سنے لگے  
 مانتے ان کیسے پلے ہیں سچوٹ  
 آن کی صد رائے بد نہ بانی ہے  
 ایک کہتا ہے بس گیا اب لوٹ  
 لاتیہا گویا کیے ہی کھاتے ہیں  
 ایک کے لب پہ نام نہ انگنتار  
 تنگی نظروں سے مرکتے لگی  
 بعد نصف النہار رخصت ہو  
 لے گئے سچیتے ہارے سارے مرغ  
 نالہ مرغ سحر سنوے گا

عالم آئے گا گرد و سیاہی  
گرم ہنگامہ ہو گا سیاہی

میر

## ۹۱۔ ریچھ کا تماشا

تھا ہاتھ میں اکل اپنے سوا سن کا جو سنا  
لوہے کے کٹے جس پہ کھرتے تھے سراپا  
کاندھے چڑھا جھولنا اور ہاتھ میں پایا  
باز میں لے آئے دکھانے کو تماشا

آگے تو ہم اور پیچھے وہ تھا ریچھ کا بچا  
تھا ریچھ کے بچے پہ وہ گنا جو اس سر  
کانوں میں ڈور اور ٹھنڈے پائوں کے اندر  
ہاتھوں میں کٹے سونے کے بچے تھے جھک کر  
جس ڈور سے یارو تھا بندھا ریچھ کا بچا  
وہ ڈور بھی ریشم کی بنائی تھی جو پڑ زر

مدت میں اب اس بچہ کو ہم نے ہی سدھایا  
لٹے کے سوانا ہی ہی اس کو سکھایا  
یہ کہہ کے جو ڈھپلی کے تئیں گت پہ بچایا  
اس ڈھپلی سے چو کے جھگٹ میں بچایا  
جو سب کی نگاہوں میں کھبا ریچھ کا بچا

پھر نلج کے وہ راگ بھی گایا تو وہاں وہ  
پھر کہہ ڈانا چا تو ہراک بولی نہاں وہ  
ہر چار طرف سنی کہیں پیر و جواں وہ  
سب سنیں کہہ کہتے تھے میاں وہ میاں وہ  
کیا ہم نے دیا خوب بچا ریچھ کا بچا

جب ہم نے اٹھا ہاتھ کڑوں کو جو بلیا  
خیم عٹوں کی پہلوں کی طرح سامنے آیا  
پن تو کشتی کا ہنر آن دکھایا  
جو چھوٹے بڑے جتنے تھیں سب کھجایا  
ہم بھی نہ تھکے اور نہ تھکا رکھ کا بچا  
جب کشتی کی تھیری تو وہیں سر کو جو جھارا  
ملکاتے ہی اس نے ہمیں آن لٹاڑا  
گر ہم نے پھپھار اُسے گراں نے پھپھا  
ایک ڈیڑھ پر ہو گیا کشتی کا کھارا  
پر ہم بھی نہ ہارے نہ ہٹا رکھ کا بچا

نظیر

## ۹۲۔ ماہِ صیام

بزمِ استقبال کے بحرِ کرب میں خاک پر  
اور نگاہیں لگتے ہی ہیں عالمِ غلام پر  
جیسے قہرِ دوست کی کھل جانے کھڑکی کی یک  
رو نما ہو جائے اک تمثالِ خوبی یک یک  
مقنع ابر پہ پھٹ کر دوبارہ ہو گیا  
سب عروسِ ماہِ نو کا آؤں کا را ہو گیا  
ملتِ بیضا کا سماں بھی گیا ماہِ صیام  
کر کے لبرے ہلائی کے نشائے سے سلام  
انقلاب آیا یکایک عالمِ اسلام میں  
چہرہ سلم میسنر ہو گیا اقوام میں  
بن گیا گلگونہ رخسار۔ روحانی سرور  
اور پیشانی کا زبور۔ بیادِ بانی کا نور

نثر۔ نمائش

## ۹۳۔ عید کی دھوم

شفق میں سر بام چرخ کس  
 بسیروں کو جانے لگے وہ طیور  
 کھڑے ہیں وہ کوٹھوق ایلیاں  
 افق کی طرف غور سے بار بار  
 چڑھے تھے فیصلوں پر جو الہام  
 مبارک ہوئے طالبانِ فصال  
 یہ سن کر ہوئے شاہِ یہِ جواں  
 مہر تو ہو جس لوہ گرو ہر میں  
 سلامی کی آواز آنے لگی  
 ہے افطار کی ہر طرف دھوم دھام  
 مہر تو کی خاطر بہت دیر تک  
 دکانوں پر وہ لپٹے چلے گئے  
 مہر تو کی کشتی پہ بہ کر سوار  
 فریضے سے فارغ ہوئے پاکباز  
 مساجد سے گھر کو چلے خائستہ نام  
 ابھی جنگ گانی ہے کچھ کچھ کرن  
 اندھیرا بھی چھلنے لگا دوزخ  
 لگائے ہوئے آنکھ پر دور بین  
 نظر کر رہا ہے ہر اک وزدوار  
 پکاسے خلایق کو وہ فخر قوم  
 دکھاتا ہے وہ بیخ ابرو ہلال  
 مسرت کا ہر مت چھایا سماں  
 وہ بجے لگیں نو تین شہر میں  
 شمس نے کی دھن کیا جانے لگی  
 اذانوں سے گونج اُٹتی ہستی تمام  
 بچھائے رہا سرخ اظہارِ فلک  
 سارے ہی دھاک نکھنے لگے  
 آرنے لگی شام تلخزم کے پار  
 اٹھائے لگا چرخ بھی جا نماز  
 مہر تو نے جھک کر کیا وہ سلام

وہ پہنچے مکان پوغار و کبار وہ کھلی کے فارغ تھے منہ داو

علی قد حشیت اہل دول  
سہاتے لگے اپنے اپنے محل

بے نظیر

## ۹۴۔ سیر ہاجوم

تو دیکھا بزرگ عروس بہار	ہوا چوک کی سمت پہلے گزار
ٹہلے ہیں سہرت کیا کیا جوں	چپ دراست آراستہ ہر کان
چلے جا رہے ہیں فتن پر سوار	عمائد بھی کچھ شہر کے دی وقار
وہ جاتے ہیں کوئی اڑتے تھے	بہت کل رُخوں کو ٹھلے ہوئے
نرا کت سے چابک اُٹھائے ہوئے	وہ چھو لوں کی کھنی لگائے ہوئے
ہوا کھانے نکلے ہیں کیا کیا جین	نظر آتی ہے شان جن آفریں
نظر کو یہ حیرت کدھر دیکھے	حسینوں کا جہر مت جھبر دیکھے
مطر ہو جس سے دماغ قیاس	بس عطر میں یہ ہر اک لباس
لے کامنی اور سیوتی کے ہار	کھڑے ہیں وہ مالی ادھر بشار

تماشا یوں کہے یہ از و ہام  
کہ چلے ہم کاندھوں پر کانٹے تمام



## ۹۵۔ عید گاہ

جو جو کران کے حسن کی رکھتے ہیں دل بچا پہ جاتے ہیں ان کے ساتھ لگے تا عید گاہ  
 ایسی نہ شبِ برات نہ بقر عید کی خوشی  
 جیسی ہر ایک دل میں ہر اس عید کی خوشی

نظمیں

## ۹۶۔ دیو والی

جہاں میں یارِ محبوب طرکِ گاہ پہ تھی پہاڑ  
 کھنڈے نکھیلوں بتا سو کا گم ہے باز  
 بھائیوں کی دکانیں رنگ کے حلوائی  
 بتا سے لے کوئی بھرتی کسی نے تلوائی  
 بھائیوں کی دکانیں رنگ کے حلوائی  
 بتا سے لے کوئی بھرتی کسی نے تلوائی  
 بھائیوں کی دکانیں رنگ کے حلوائی  
 بتا سے لے کوئی بھرتی کسی نے تلوائی  
 بھائیوں کی دکانیں رنگ کے حلوائی  
 بتا سے لے کوئی بھرتی کسی نے تلوائی

نظمیں

## ۹۷۔ صرف

کتے اسکا بازار میں زر کے بری پیشہ دار ہیں  
 بیٹھے ہیں کر کر کوٹیاں زر کے گلے انبار ہیں  
 سب لوگ کہتے ہیں انہیں یہ سیٹھ سا ہو کار ہیں  
 ہیں فرٹل کوٹیاں بچے تکتے گلے ہیں زر فشاں  
 ہتیاں کھلی ہیں سامنے لکھتے ہیں مکھن کلہاں  
 کچھ پیشہ کچھ پر پیشہ کی آئی ہیں باتیں دریاں  
 لاکھوں کے لکھتے ورثی سو سیکڑوں کی ہڈیاں  
 کیا کیا مٹی اور سود کی کرتے سدا تکرار ہیں  
 تھوڑی سی پونجی جن کی ہر مینے میں وہ بگیٹ لکیاں  
 ایدھر کے دیں ہیں کے اودھر دھری ہیں کوٹیاں  
 اور جو میں حدیث پونجے ان کو کوڑیوں کی تھیلیاں  
 کا نہ حمل پہ مکہ جاتے ہیں واں گئی جموں میں گنیاں

نظیس

## ۹۸ - ہولی

آک ساقی بہار پھر آئی      ہولی میں کتنی شادیاں لائی  
 جس طرف دیکھو معرکہ سا ہے      شہرے یا کوئی تماشہ ہے  
 چٹم بد دور ایسی بستی سے      یہی مقصد ہے ملک ہستی سے  
 آئیں بستہ ہوا ہے سارا شہر      کاغذیں گل سے گلتاں ہر دہر  
 ایسے گل بھول ہیں جو صرف کار      رہتے ہوئے ہیں بلوغ و بہار  
 اور بازار رنگ لائے ہیں      سامے رنگیں ستوں لگائے ہیں  
 بستہ آئین دکائیں ہیں یکسر      جس میں سستی تاراعل و گھر

میوہ نورس و رسیدہ بہت

گل خوش رنگ و بوئے چیر بہت

پھر بابا ہیں اب گہر رنگ      اور اڑے ہیں گال ککڑ گنگ  
 پاس آتے ہیں مرغ گلشن بھول      تھوڑے دیر گلاب کے بھول  
 پگڑیاں جانے بھیگی موسو ہیں      اُن کو گھمائے ترکھیں تو ہیں  
 چھڑیاں بھولوں کی دلوں کے ہاتھ      سیکڑوں بھولوں کی چھری چوہاٹھ  
 قفقے بھر گال جو مارے      ہوشاں لارخ سے ملے  
 خان بھر بھر میر لاتے ہیں      محل کی پتی طائر لاتے ہیں

جشنِ نوروز مندر ہولی ہے  
رنگ و رنگ اور بولی ٹھولی ہے

میر

## ۹۹ - موسیقی

کچھ طبلے کھینکے تال بکے کچھ ڈھولک اور مرنگ بکے  
کچھ جھریں بین ربابوں کی کچھ سازنگی اور چنگ بکے  
کچھ تار طنبوروں کے جھینکے کچھ ڈھمکی اور منہ چنگ بکے  
کچھ گھنگر و کھٹکے جھم جھم کچھ گت گت پرآہنگ بکے  
ہے ہر دم ناچنے گانے کا یہ تار بندھایا ہولی نے

گھنگر و کی پڑی آن کے پھر کان میں جھنکار  
سازنگی ہوئی بین طنبوروں کی مدد گار  
ٹبلوں کے ٹپکے طبل یہ سازوں کے بکے تار  
راگوں کے کہیں غل کہیں ناچوں کے بندھے تار  
ڈھولک کہیں جھنکار ہے مرنگ زمین پر  
ہولی نے بچا ہے عجب رنگ زمین پر  
نظر

## ۱۰۰. سوانگ

آئے ٹھکیں بنا کے صورت باز      ڈوم ڈھاری نے بجا کر ساز  
نقل مقول کی سوجا جی بنے      جاکے عمار سر پہ کتے بنے  
کوئی چوگی کوئی فقیر بنا      کوئی داڑھی لگا کے پیر بنا  
کوئی بنانا کوئی ادب باش      نقل کرتے تھے لہن بہن کی سنا  
کوئی شاعر بنانا جس کی نظیر      یعنی مستغرق خیال تھا میر  
کچھ سپاہی بنے تھے کچھ تھار      کوئی زائد ہوا کوئی خسار

جس کی تقلید کی سو دہی طرح  
اصل ہوتی نہیں ہے ایسی طرح

میر

## ۱۰۱. بوٹھے بواہوس کا مضحکہ

منہ دیکھتے ہی کہتے ہیں سب آؤ بڑے جی  
کیا آئے بریاں کرنے کو پیری و مریدی  
کیا آئے جو حضرت ہیں قرآن پڑھنے  
ہنس نہیں کوئی لہجے ہے نازوں کے دوگانے

ٹٹھے سے کوئی پھینکے ہے تین کے واسے  
 یا کھینے ہے کوئی ہاتھ کوئی پکڑے ہے لکڑی  
 پٹھے کہیں اور مونچیں کہیں عاتی ہیں پکڑی  
 دارسی کو پکڑ پکھن کوئی جھاڑے ہے مکاری  
 نقیلں کوئی ان پو پٹے ہونٹوں کی بناوے  
 چل کر کوئی کبرے کی طرح قد کو جکاوے  
 دارسی کے کئے انگلی کو لانا کے پناوے

نظیس

## ۱۰۲۔ شادی کی دھوم

آصف الدولہ کا چاہے بیاہ	ہے جان کہیں تماشا گاہ
عیش و عشرت کی مخمور و مٹکلاں	نئے سرے جاں ہوا ہی جاں
بہروں کی نہیں ہے گنجائش	ہر طرف شہسوز ہے آرائش
کس سے ہو لطف شہسوز کی طرح	ماہ سے ماہتاب کی ہو طرح
روز روشن تھی روشنی سے لٹ	شب شادی کی دھوم کی کیا بات
راہ ورستے ہوئے میں باغ و بہار	دو طرف چھوٹے جو بیگے اندر
آسمان کی طرف ہی اکٹھے	کیا تاروں کا چھوٹنا کہئے

کاغذیں بلع کیا تا شاہ ہے  
پھول کتر کے گل ترا شاہ ہے

ہتہ سواری کی فیل کی فہم	جیسے ابر بہار آجے جھوم
آئے دولت سے سوکے سوار	لعل ناب و گہر صرف نثار
اک مہابت کے ساتھ فیل نثار	آگے مانند کوہ زر کے رواں
اور ہاتھی ہیں جھومتے جاتے	جیسے آویں جوان مدھ ملتے
پٹنیں جاتی ہیں برابریوں	صف ہوش گمان دلبروں کی جلا
یال بتر کا بے بی ہی سنگ	جن کے دیکھے کیت چرخ ہی رنگ
خوش سواری خوش جلو خوش رکھ	باگ اچکے تو پھر نہ ٹھیرے نگاہ
گروڑوں میں پڑیں حائل گل	ہے جلو میں بصد شائل گل
تھے پر زاد چیرے مار جاویں	آٹھ پھیر تو کل ہی مر جاویں
نوبتی لب طبعیتوں کو رجھاؤ	چل سواری کا ہمک اصول بجاؤ
چوب نقاسے پر لگا اسی قصب	کہ رکھیں گوش اسی صد اہرب
ایک دم نوبلے جاویں نہیں	دل کش آواز نگاہ جاویں نہیں
پھینکتے ہیں جو دستہ دستہ گل	رہ گزریں ہی رستہ رستہ گل

ہو مبارک حریفی خوش انجام  
دو گر و دوں بکام میس ملام

## ۱۰۳۔ جلوں

چل سواری کا سیر بھی ہے بڑا  
جلو زربخت پوش فیل نشاں  
گل کی پاکھڑ پڑی ہوئی یک بار  
زری پوشوں کا پیش دپس انہو  
قور میں کتے سونے کے سے پہاڑ  
موتی کرتے تھے ہر طرفے نثار  
میں جلو میں زمینیاں حاصر  
عمدہ سب ساتھ میں وزیر سمیت  
تمازی ترکی عسرتی و عونی  
رہن رکھ لو جہاں کہ منہ کے نرم  
روشنی بھی ہے کوئی ہنگامہ  
شمعیں لاکھوں کنول ہیں پی رشتن  
توہیں کیا ڈھالیں ہیں تاروں کی  
چھوٹے ہیں انار و مستابی  
رنگ ہیں دہروں کے متبابی  
ایک عالم ہے دونوں رستے کھڑا  
کوہ زرتا ہے پیش پیش رواں  
ہاتھی آیا برونگب ابر ہمار  
اللہ اللہ رے امن کی شان شکوہ  
آگے روپے کی روشنی کے جہاڑ  
تھا مگر فیصل ابر گوہر بار  
جاہ کے آسمانیاں ناظر  
شاعران مدح خواں میر سمیت  
کوئل آگے تھے خوش جلو میں سمی  
چھڑے بادِ سموم سے ہوں گرم  
سیر میں گرم ہو گیا جامہ  
زور کھولا ہے کاغذیں گلشن  
کھوئی رونق فلک کے تاروں کی  
رنگ ہیں دہروں کے متبابی



ماہ بھی چشم روشنی کے لئے  
ہے چراغاں ستارگاہ سے کئے

میر

## ۱۰۴۔ بہار آتش بازی

اندھیرا گیا غریب میں شام کا  
وہ ہوتا ہے بھول جھڑنے لگے  
شب ماہ جلوہ دکھانے لگی  
لب جو نظر آئی اک بار گاہ  
مقتضیٰ سہر پر وہ سبز نام  
لب جو ہے سر چراغاں کا باغ  
فروداں ہیں متایاں مقدہ  
وہ لہو میں عکس تمہلی کی منو  
ہوئی گا گروں پہ وہ چھوٹا  
وہ چرخ کا چمکے اور بالوں کا توڑ  
وہ تھوچوں زخمی صدف زخمی نام  
یہ سب زخمی پاکیزہ خندہ زن

ہوا دو لب بدر کے جا اکا  
زبرد پہ الماس جڑنے لگے  
زلزلے پھیرتے ہی چمانے لگی  
فلک قدر کیوں چشم عرش ماہ  
جواہر نگار و مطلقا تمام  
کنارے کنارے منور چراغ  
کنالاب ہی نورانی کا تہا بک  
لرزتی ہوئی وہ چراغوں کی لہو  
کرن کا وہ متاب کی پوٹنا  
وہ جھاڑوں کا چکر وہ میا کا نو  
وہ ہر رنگ کی پھر مٹی کی بہار  
کھلے چاندنی پر چمن کے چمن

سالہا سال میں وہ گھنٹاں  
 ابھی تک چمکتے ہیں گل جابجا  
 دھوئیں کا نہیں نام کو بھی نشان  
 غبارے وہ ڈوبے تھے سہسہر  
 ذرا بھی نہ چادر کو وجہ لگا  
 تارے بنے دیکھے چرخ پر  
 پریرا دو گل چہرہ در شک حور  
 ادب سے کھڑے ہیں قریب اور دور

بے نظیر

## ۱۰۵۔ چراغاں

مجھ سے حبس کی روشنی ٹھہر  
 جدا ہو ویں تو فوجہ فوجہ چراغ  
 کہ دیں چھوڑنا دیں دیے بھر کے سب  
 دسے روشنی شعلہ انگیز بار  
 طے جیسے عاشق کی چھاتی کے داغ  
 ہو میں کشتیاں کھوئے یہ ہے  
 پہلے سطح پانی کا آئینہ وار  
 چراغوں سے موجود کچھ مجھے  
 جالبوں میں تھی جو چراغوں کی تھا  
 جاتی تھا آئینہ سب سطح آب  
 دیوں سے وہ پھیل پانی کلب  
 نوافل ریشمی کی عجب کچھ نمی لاگ  
 لگا دی ہو گویا کہ پانی میں آگ

میر

## ۱۰۶۔ بہار روشنی

روشن الدولہ نے کی تھی روشنی  
 وہ چراغاں گر چہ تھے دگاہ تک  
 راہ میں ترپو لے بیٹا رہے  
 ایک عالم دیکھتا تھا دوسرے  
 اب تو ہفت قلم کا عالم یہاں  
 کبھی کسی بھی شکل میں تازیان  
 ہاتھی آئے کہہ پیکر کیا بنے  
 میٹھاں دریائے باندھیں مفران  
 تنہا جہاں تک بڑیا کا بہاؤ  
 ان دیوں کے عکس کریا کا آب  
 کشتیوں میں جو دیے بھر کر چلے  
 دیکھے جاتے تھے چراغاں اب میں  
 منعکس تھے جو چراغاں زندگ  
 گنج چھوٹے ایک سو روشن تھے جہا  
 اس روش سے تھے تلخ چھوٹے  
 کب ہوئی تھی لیکن یہی روشنی  
 تھے تماشائی گدا و شاہ نک  
 روشنی کے کوچہ و بازار تھے  
 رات دن تھی روشنی کے نور سے  
 دیکھو تو ہر جنس کا آدم یہاں  
 مسکر کرتے تھے کہ صورت بازیان  
 جیسے مدھ ماتے جوں ہوں انہی  
 کیا چراغاں آسمان کی ہو وطن  
 وہاں تک تھا اس چراغاں کا دکھ  
 آئینے کی سطح کی رکھتا تھا تاب  
 پانی میں شعلوں کے یہی ہیٹے  
 شعلے تھے لمبے کہتے یہ قباب  
 آب کی وسعت تھی بر غم فلک  
 دوطرف جس طرح سے خمر تھی بہا  
 ناگہاں جوں ہو دیں تلخ کوٹے

ہر دو جانب چن گئے ناری انار  
 ماہتابی اک طرف سے جو دغی  
 تھل تو پین تلموں کی دغیں  
 دیکھیں کیا کیا نہ حلیہ خیریاں  
 نذر کو نواب کی اہل فرنگ  
 دافیاں تو پیں ہوئی ایک مار  
 مودہ گھر پیری سے گلشن ہو گیا  
 چرخ ان نار و دل سے روشن ہوا  
 چھیلے تارے آسمان میں ہشتار  
 چرخ ان نار و دل سے روشن ہوا  
 چھیلے تارے آسمان میں ہشتار

گرم کچھ ہنگامہ یہ بھی کم نہ تھا  
 اس روش کی دھوم کا او دھوم نہ تھا

میر

## ۱۰۔ آرایش الیوان

اسی طرح وہ سب کے سب آن ہیں  
 غرض دیکھتا تھا ہر مکان  
 تو دیکھا کہ وہ صاف ہی اتمہ  
 کنوں تھا ژفانوں ہانڈی گلاں  
 ہوئے جلوہ گر کے الیوان میں  
 سر بہم پہنچا وہ شاہ جہاں  
 نگاہیں پھلتی ہیں دیوار پر  
 ہر ایک وضع کے سینے بے قیاس  
 نگے ہیں قرینے سے جا بجا  
 حال کی طرح سار کوہ سجا

چڑھیں بیتیں خاک و کافور کی      تجلی ہر اک شمع میں نور کی  
 بنت عشق درو بام سبب      ہمایا ہر اک سار میں طرب  
 جوش کو پسند آگیا وہ مکاں      اسی جا کیا خاص بھی خوشی کاں  
 وہیں دیر تک گرم صحبت رہی      ہم رسم حرف و حکایت رہی  
 فراغت ہوئی جشن راحت ہی جب  
 زرا دیو کو سوراہے سب کے سب

بے نظیر

## ۱۰۸۔ بن

کو الیہ بن سے نکلنا ہوا      کہ کو سوں تنگدلی میں چلنا ہوا  
 کشیدہ قد اس بن کے ساتھ نجات      چمن کے سے نوبا و گلاب نہ نجات  
 برابر برابر کھڑے سر بسر      پھرے دیرو و دھر کو جا کر نظر  
 پرے چل کے آیا ترا کم بیت      حواں ہیں جا کر تجھے نگہ بیت  
 کہیں راہ نکلی تو چلے ٹپے      سبے بال پرتل بیت میں کھٹے  
 کہ شاخوں و جھک جھک لائی تھیں      بہت آگے جا جا کر آئے تھیں  
 وہی راہ دریش و کثرت ہوئی      قیامت کے اوپر قیامت ہوئی  
 کہیں اپنے اختر کہیں بیت      زمین ہر سرگرم بال و پوست

گزر جس طرح اکی طرح سے کیا  
روندوں نے خون جگر ہی پیا

میر

## ۱۰۹۔ سفر جنگل

محامی تھا ال کوہ کے ایک دشت	کہ دشوار تھا ان میں ہم کا لٹ
چلے باؤ تو کھموش ہے شور	سکھ پاؤں میں کو کھینچے زبور
فقط غار بن گیا کھڑ چار تھا	کہ بونا بھی دلوں بجا رہ گیا تھا
چلوئی چلو بے یہ چلے نہیں	کہ اٹھا آگے سے ملتے نہیں
یہ تو میں نہ سر کیا سکتے کہیں	نکھر چلے پاؤں ہی رہیں نہیں
کہیں ہاتھی آیا جو بھر کا بلونت	کھڑ کے لوگ مری ہیں لہو کے کھونٹ
کہیں بیگے افکار سر گرم جنگ	گرے تو یہ تل کی عصہ ہی تنگ
قیامت نمود اس ہر قدم	چلے کوئی کیا رک کے سر پر قدم
کیس نک کے مٹکا کہیں جھک چلے	کہیں مضطرب تھے کہیں ڈر چلے

اسی طور منزل کو کہ قطع راہ

ہو پختے رہے ہم بحال تباہ

میر

## ۱۱۰۔ عبور دریا

ایسا ایک نالے سے ہم نے گزر  
گسٹ گزاری چکری پیا نکال  
کھڑکے لکھنے دلدل کے بیچ  
پھنسے گاؤ اشتر گرے بارخو  
نہ ہاتھی نہ اسباب اپنے کئے  
کھرب ہم بے ہاتھ پر کھ کے ہاتھ  
کمد لکھینے میں اپنے دیئے  
چڑھ اُن کو کر آن سے دیا بھئے

ہوئی قائم اس بیا پشیر و گر  
کوتھہ: تما سکا عبور ایک بار  
کٹنا لے کا پانی تھا کدست بھگ  
سہے لست اشتر بھی زمین نہ  
یہی اک مینا نا بنے سو بنے  
کریں یا جانے گی کس نوعدیات  
پھر ہی کے جوئی مادوں ہم ٹٹلے  
ہوئے پانی پانی کر رطا ہوئے

نہ دیکھے تھے آگے کھجورے سہیں  
ولیکن خدا نے اتارا ہمیں

میر

## ۱۱۱۔ بارش اور شکار

پہاڑوں سے بارش لگی ہوئے نور  
 رہا ساری رات ٹنٹن کا شور  
 ہوئے خیمے پانی کے اوپر جاب  
 سب اپنے اپنے گولیاں تھانے زاب  
 نہ پوچھو اور اب مردم کھال  
 نہ چادر بھی خٹکے کوئی پال  
 قنات اور بنو سپر سب گئے  
 کھڑے تھے جو کھڑے تھے سب گئے  
 پھر پانی شکر میں پھیلا ہوا  
 اگر فرش و بستر تھا تنیلا ہوا  
 ہوا سردا بس ہوئی ایک بار  
 کیوں سے ہوئی تھی برچی کی پار  
 چوبے باؤسے لوگ نہ ٹھانپتے  
 جگر چیتوں میں ہے کانپتے  
 رہا اسی سردی میں کیدھر شکار  
 ہوئے لوگ خیمے کے اندر شکار

میر

## ۱۱۲۔ چور چکار

ہوا دن تو یوں کہتے رنج نام  
 گئی رات چوروں کے گھر میں تمام  
 کئے چوکی کون آتا ہے یہ  
 پکارے کوئی کون جاتا ہے یہ



گئی آنکھ کپڑوں کے تھیں رو رہی  
پھر آرام سے رات کو سو رہی

میر

### ۱۱۳۔ غزلِ حال

نئے قدمی گزیرش کو  
جائے بیچ جو عرض کرتا ہوں  
جو گزرتی ہے آج کل مجھ پر  
میں ہوں اور ایک گزشتہ ایک  
رات دن ایک کچھ تنہا میں  
کس مصیبت سے گھر ملا ہے  
اور سامان کی یہ حالت ہی  
وال چاول میں ہیں کھانے کو  
گیہوں اور گزشتہ آفتاب ملے  
اک مصیبت جو ہو تو کیسے عرض  
مجھ کو جو وہ ہوا یہاں آ کر

آپ کا بندہ ہوں میں تب بعد  
جھوٹ کہنا نہیں ہی میرا شعور  
کی زبان قلم ہے ہوا اظہار  
کوئی بہم نہ کوئی ہی غم خوار  
میٹھا رہتا ہوں شدتِ فنا چاہ  
ٹوٹے پھوٹے سچے دردِ دیوار  
چار پائی کے گرجے انبار  
کھلتے کھلتے ہوا ہی جی سترار  
ایسی تہی پہ ہوئی کی سنوار  
نئی آفتاب ہے ہر گھڑی دو چاند  
جب ہی میٹھا ہوا ہوں کس پر کار

ایک آنکھ نہیں ملی اب تک  
خج سب ہو چکی جمع پونجی  
مجھ کو جلدی بلائیے یاں سے  
اور یہی جگہ دلا دیئے  
کچھ تو راحت ملے اور عزت ہو  
میری تکلیف اور رعت کا  
حیف کروہ اٹھائے یوں زحمت

مفت حال گریہ اسفزار  
کون دیتا ہے یہی پھر قرض اوجھا  
اتجا ہے یہی مری بھڑا  
جس دے قائم ہو کچھ عورتا  
کی گزریں گے یوں یوں وہ ہر  
ظاہر آپ پر ہے وارو ہر  
آپ ساجس کا بھٹے حاشی ہر

تم سلامت رہو ہزار برس  
ہر برس کے ہوں پیکار ہزار

شالی

## ۱۱۴۔ قدیم سواری

وہیں بیچ آیا میسا نامرا  
سواری سے بگوند است ہوئی  
فلک کہنے آیا فرنگی کس  
جس کو کچھ چارائے مکہ کر کمار

کوئی دیکھ سارنخ اٹھانا مرا  
کہ چاروں طرف سے لاسٹ ہوئی  
کہ چو پائے کی رسم چھوڑی ہوئی  
لگا ہونے ہر صبح اس پر سواری

چلو ہی چلو ہے کہ نکلی جاؤ  
کہ چوپائے کے پاس مت آؤ  
روندے ادھر کے ادھر میں خراب  
پر جانے میں مجھے کس کو بھاگتا ہے  
نہ اہل حالت سے اہل فقر خبر  
تو جہ نہ عموں کی کچھ پروا دھر  
وگر نہ ہو قدین کراب اہل کار  
نہ رہنے دیں لشکر میں ڈولی سولہ  
نہ انیں تو چوپائے دیویں اہل  
ابھی گھوڑے نہیں ڈپٹے ایک ہی پٹ

میر

## ۱۱۵۔ ریلوے اسٹیشن

غرض عصر بڑھ کر بعد آرزو  
گئے کرنے بائک و گر گفت گو  
کہ گھنٹی بجا کر کسی نے کہا  
نہ گاڑی کے آنے میں وقفہ ہا  
جو کچھ کا ہو جانے والا چلے  
ٹکٹ ماسٹر سے ٹکٹ آکے لے  
اُسی جس گھڑی پہنچائے طرب  
کھڑے ہو گئے ہونے کے طیارے  
اسی فائر میں محو تھا ہر کوئی  
وہ سہی ہوئی ریل آنے لگی  
وہ پائنٹ کوئی ملانے لگا  
قلی جلد گسل گرا نے لگا  
ہری جھنڈیاں سب دکھانے لگے  
جو ستر کوں کے پھاٹکی آنے لگی

ہوا لہنا دینا لگت کا بھی ترک	نکلنے لگے آہنوں سے کھڑک
جوانی کے تیرے بدلے لگے	مسافر کا ایک سنبھلنے لگے
مقام توقف پہ ٹھہری جو ریل	تو ہونے لگی کچھ عجیب دیریل
کہیں لوگ اترنے میں گم نہ لگے	کہیں خواہنے والے بھی نہ لگے
کوئی لے کے ٹونا چلا بہر آب	پکارا کوئی لاؤ پانی تھاب
کوئی رفع حاجت کو دوڑا ادھر	کسی نے نہاریا پڑھیں مختصر
پراتے میں سب ہچکچیں گھنٹیاں	ٹکے کے کوئی دم بھر یہ بہت کہاں
ہوئی ریلوے کمپنی یہ تحسین	کہ وہی کی جگہ بھر دیے میں تین
ہو گو دوسرے میں بھی یہ انتہام	مگر پہلا درجہ بے خالی تمام

اکی میں روانہ ہوا بے نظیر  
خیم زلفِ جاناں کا تازہ اسیر

بے نظیر

## ۶۔ ریل میں گرمی کا دوپہر

پلی ریل تو ٹھیک ہے دوپہر	ہوائے میں فدااتِ شکر
دھرم کی تال فانی کدوم	شرید نہ ہرمت بادِ موم

جھلتا ہے منہ جھلکے گا کوئی کیا  
 کڑی دھوپ کا اس قدر ہی اثر  
 جو رستے میں ملتی ہیں کچھ نیاں  
 بڑی سے بڑی ندی پایاب ہی  
 خلک کی دُف کوئی تنکی نہیں  
 لگاتی کچھ خشکی جو تیاں  
 مگر کوئی تختہ جہاں چھو گیا  
 یہ گرمی ہے باقربہ رور و گار  
 عرق میں نہایا ہوا ہر بشر  
 نہ بے گرمی سے پھر کوئی  
 ہو اگر گرم آتی ہی ٹھیکے سے بھی  
 کیا شکو کے اوپر جو اس دم شمار  
 تو پارے کو ہے ستر اوپر قرار

جے نظیر

## ۱۱۔ ریل میں پہاڑی سفر

جب شان و آفت جلتی ہے ریل  
 کہ صحر کو چھے پہاڑی ریل  
 سرتی سنی بجائی ہوئی  
 دھوئیں مثبت غم کے اُڑتی ہوئی

اندھیر پہاڑوں کے اندر کہیں  
 وہ ٹھنڈی ہو اور بادل کی سیر  
 قدم ٹسٹ وادھتہ دھڑنا کہیں  
 مقام ایسے دو چار پائے گئے  
 کہیں کوئی دریا کہیں کوئی قصب  
 کہیں سیکڑوں فضا تھرکیں بند  
 بلندی چسبی تہہ آتی ہریل  
 بزرگ لسلطہ جلالی کو رسار  
 کہیں کو سود جھنگل ہی۔ اگن کا  
 کہیں سبز ہر دھڑلہ ہڈیوں  
 بنے ہیں جو تلخے سر کوہ سار  
 پہاڑوں کے اندر ہی تہہ جہاں  
 اسی طرہ پر تھی اُترتی ہوئی  
 جو رستے میں تو چھپے چھپے مقام  
 یونہی شہر مقصود تک جا بجا  
 جو سنگس نظر آ گیا ایک بار

چڑھائی کہیں اور حکیر کہیں  
 وہ سر سبز ولوی وہ جنگل کی سیر  
 پہاڑوں پہ چڑھ کر اترنا کہیں  
 جہاں دو دو ابن لکھتے گئے  
 کہیں سلسلے کوہ کے مستطیل  
 نہ تا فرما پستی سے پہنچے گزند  
 سہاں کوہ تک کا کھائی ہریل  
 کہیں چشمے جاری کہیں سرخزار  
 کہیں دو ترک جھاڑیاں جا بجا  
 کہیں یجر ہے ہی نہراں ہرن  
 ہیں کیا جانے کس عہد کے یلوگوار  
 وہاں دن کو روشن ہوئی تیاں  
 پہلی مرحلے قطع کرتی ہوئی  
 کسی جانہ اس نے کیا کچھ قیام  
 کوئی دس سنت کو تو تھن کیا  
 لگی سیٹیاں دینے بے اختیار

غرض اب وہ آئین آیا نظر  
 کہ تھاجس کی خاطر یہ سار سفر  
 بے نظیر

# مناظر قدرت

جلد سوم

ضمیمہ

شعرا اور ان کا کلام

استدعا :- ذیل میں شعرا کے متعلق جو جو حالات دریافت  
طلب ہیں اگر کوئی صاحب ان سے مطلع فرمائیں گے تو باعث مشکوری  
ہوگا۔ امید کہ طبع آئندہ میں کل حالات مکمل ہو جائیں ۔

صفحہ

۱. ارشد

ولادت وطن

۱۰۰ تیرہ ۱۰۰ ۱۰۰ ۱۰۰ ۱۰۰ ۱۰۰ ۱۰۰

صفحہ	صفحہ
(۱۱) بہارِ صبح - - - ۲۲	(۶۲) پرندوں کا لباس - ۸۳
(۱۲) صبحِ صحرا - - - ۲۴	۲۔ اقبالؔ کا گزشتہ محمد اقبالؔ صاحب - ۸۰
(۱۶) صبحِ بنارس - - - ۲۸	ولادت ۱۸۷۰ء وطن سیالکوٹ
(۱۷) طلوعِ آفتاب - ۳۰	(۵۹) بگنو - - - ۸۰
(۲۰) گرما - - - ۳۲	۳۔ اکرم
(۲۱) آندھی - - - ۳۳	ولادت وطن
(۲۳) آندھیرا - - - ۳۶	(۷۵) کم فرصت بچہ - ۹۶
(۲۵) روانی ابر - - - ۳۷	۴۔ بینظیر محمد بینظیر شاہ صاحب
(۲۶) رونقِ بارش - - - ۳۸	ولادت وطن
(۲۷) بادلی کا کھلنا - ۳۹	(۱) - ماہِ تاب - - - ۱۱
(۳۲) سوزِ فرقتِ شبابِ ابر - ۴۴	(۲) چاندنی رات - - - ۱۲
(۳۶) اوائلِ سرما - - - ۵۱	(۳) چاندنی کی بہار - - - ۱۳
(۳۷) موسمِ سرما - - - ۵۱	(۴) تنارے - - - ۱۴
(۴۰) دوپہرِ سرما - - - ۵۲	(۶) کھلی رات - - - ۱۶
(۴۱) سپہرِ سرما - - - ۵۵	(۷) ڈھلتی رات - - - ۱۷
(۴۲) فصلِ سرما - - - ۵۶	(۸) نمودِ صبح - - - ۱۸
(۴۳) بہار - - - ۵۷	(۹) سپیدۂ صبح - - - ۱۹
(۴۵) بہار - - - ۵۹	



صفحہ	صفحہ
۴۶	(۴۹) آسموں کی بہار - - - ۶۴
۶۱	(۵۰) آرائشِ بلخ - - - ۶۸
	(۵۱) گلکشتِ حسین - - - ۶۶
	(۵۲) بسنتی رنگ کی بہار - ۶۷
۷۴	(۶۳) بزمِ طیور - - - ۸۴
	(۷۶) دوشیزہ - - - ۹۸
	(۷۷) بے نقیر شاہ - - - ۱۰۰
۶۱	(۹۲) عید کی دھوم - - - ۱۱۲
	(۹۴) سیرِ نجوم - - - ۱۱۵
	(۱۰۴) بیاناتِ بازی - ۱۲۲
۱۱۳	(۱۰۷) آرائشِ ایوان - - - ۱۲۷
	(۱۱۵) ریلوے اسٹیشن - - - ۱۳۲
	(۱۱۶) ریل میں گرمی کی دوپہر ۱۳۵
	(۱۱۷) ریل میں پہاڑی سفر ۱۳۷
	۵۔ حالی خواجہ الطاف حسین عزم
	ولادت ۱۲۷۲ء وطن پانی پت
	وفات ۱۲۹۱ء دفن پانی پت
۱۰۶	(۸۵) کشتی
	۱۰۔ عاشق سید احمد صاحب
	(۳۳) برکات اور پردیس - - - ۴۶
	۶۔ حسرت - مولوی محمد
	حبیب الرحمن خان صاحب دہانی
	ولادت وطن علی گڑھ
	(۵۶) مقبولہ جہاں - - - ۷۴
	خاتون - ایک خاتون صاحبہ
	ولادت وطن علی گڑھ
	(۴۶) برگ گل
	۸۔ نر۔ خ۔ ش۔ ایک خاتون صاحبہ
	ولادت وطن علی گڑھ
	(۹۲) ماہِ میام
	۹۔ سودا عزا محمد رفیع
	صاحب مرحوم
	ولادت ۱۱۷۲ء وطن دلی
	وفات ۱۱۹۵ء دفن لکھنؤ

صفحہ

صفحہ

ولادت وطن	ولادت وطن
(۳۰) سافن کامینہ - ۴۲	(۱۹) گریا - - - ۳۱
۱۵۔ محروم ہشتی لوک چنوب	(۲۹) برسات کی بہار - ۴۱
ولادت وطن	۱۱۔ واسطی سید علمدار حسین
(۷۲) بچہ - - - ۹۴	ولادت وطن
۱۶۔ محمد انعام الحق	(۱۰) نور کاٹر کا - - - ۴۱
ولادت وطن	(۱۵) صبح چین - - - ۴۷
(۵۷) دہلی کے کھنڈر - ۷۶	(۸) صبح کی چل پہل - - - ۳۰
۱۷۔ ہر ہشتی سورج نرین حب	۱۲۔ ظفر سراج الدین بہادر
ولادت وطن	ولادت وطن دلی وفات
(۵۵) سکون - ۷۳	مدفن رنگون
۱۷۔ مین میر تقی صاحب جوم	(۷۲) بچہ - - - ۹۴
ولادت ۱۲۵۵ھ وطن دلی	۱۳۔ عالی محمد اسماعیل خاں
وفات ۱۲۲۵ھ مدفن لکھنؤ	ولادت وطن خوجہ
(۳۳) کثرت یارش - - - ۴۷	(۵) دمدار ستارہ - ۱۶۰
(۳۵) برسات میں اپنے گھر کا مال	(۱۳) صبح بہار ۲۵
(۳۹) کرا -	۱۴۔ عزیزہ خاتون

صف	صف
۱۳۰ - - - عبود دریا - (۱۱۰)	۵۸ - - - بہار - (۳۳)
۱۱۳۱ - - - یارش اورشکار - (۱۱۱)	۸۶ - - - بکری - (۶۷)
۱۳۱ - - - چورچکار - (۱۱۲)	۸۷ - - - فسانہ ملی - (۶۸)
۱۳۳ - - - قدیم سواری - (۱۱۳)	۹۱ - - - سگ و گریہ کی دوستی - (۶۹)
۱۹۹۱ - ناظر چودھری خوشی	۹۱ - - - کارنامہ بلاؤ - (۷۰)
محمد صاحب	۹۳ - - - نوحہ ملی - (۷۱)
ولادت وطن ضلع گجرات	۱۰۱ - - - چھیلا - (۷۲)
۵۳ - - - لمودری - (۵۳)	۱۰۳ - - - بڑھاپا - (۸۱)
۲۰ - - - منجھو سید نجم الدین صاحب	۱۱۱ - - - مرغ بازی - (۹۰)
ولادت وطن گیلانی (بہار)	۱۱۸ - - - ہولی - (۹۸)
۱۰۱ - - - تصویر فازی انور پاشا - (۸۸)	۱۲۰ - - - سوانگ - (۱۰۰)
۲۱ - - - نشاط میر حیدر حسین صاحب	۱۲۱ - - - شادی کی دھوم - (۱۰۲)
ولادت وطن امرتسر	۱۲۳ - - - جلوس - (۱۰۳)
۲۳ - - - نمودا بہر - (۲۳)	۱۲۵ - - - چراغاں - (۱۰۵)
۲۲ - - - نظیر شیخ ولی محمد صاحب	۱۲۶ - - - بہار روشنی - (۱۰۶)
ولادت وطن اکبر آباد	۱۲۸ - - - (۱۰۸)
۴۶ - - - لکڑی - (۳۷)	۱۲۹ - - - سقرنگ - (۱۰۹)

(۹۷) صرافہ - - - ۱۱۷	(۴۸) تربوز - - - ۶۳
(۹۹) موسیقی - - - ۱۱۹	(۵۴) جناب - - - ۷۲
(۱۰۱) بوڑھے بواہو کی کافضہ - ۱۲۰	(۵۸) زلزلہ - - - ۷۷
۲۳۔ وجاہت و جہاں	(۶۵) پرندوں کی عبات ۸۵
حسین صاحب	(۶۶) گلہری کا بچہ - - - ۸۲
ولادت وطن جھنجھانہ	(۷۴) بچہ کی چال - - - ۹۶
(۳۸) جاڑے کی بارش - ۵۳	(۸۰) تماشگر - - - ۱۰۲
(۶۱) کبوتر - - - ۸۱	(۸۲) ضعیف پیری - - - ۱۰۲
(۶۲) بے کا گھونسلہ - ۸۲	(۸۳) جھپک - - - ۱۰۵
۲۴۔ ہادی سید محمد اویسی	(۸۴) مار چینگ - - - ۱۰۶
ولادت وطن محلی شہر	(۸۶) تیراکی کا تاشا ۱۰۷
(۱۳) صبح بہار - - - ۲۵	(۸۷) پتنگ بازی - ۱۰۸
(۱۴) صبح چمن - - - ۲۶	(۸۸) کبوتر بازی - - - ۱۰۸
(۲۲) آندھی - - - ۳۴	(۸۹) بلبل بازی - - - ۱۰۹
(۳۱) جوش بارش - - - ۴۳	(۹۱) ریکچہ کا تاشا ۱۱۲
۲۵ - ۹	(۹۵) عید گاہ - - - ۱۱۶
(۲۸) برسات - - - ۴۱	(۹۶) دیوالی - - - ۱۱۶



# مناظر قدرت

جلد چہارم

مرتبہ

محمد الیاس برنی  
ذیرنگولی

مسلم احمد نظامی ایم۔ اے  
مالک

کتب خانہ ندیریہ، مسلم منزل کھارمی ہاؤس، دہلی  
قیمت: تین روپے ۲۵ نئے پیسے

# کلیاتِ اقبال

علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کا اردو کلام

انتہائی خوبصورتی کے ساتھ شائع کیا گیا

ہے۔ جس میں اقبال کا تمام کلام موجود

ہے۔

چھ روپے

قیمت

لکھنؤ کا پتہ

کتاب خانہ تذیر یہ مسلم مندرجہ کھاری باؤلی دہلی

(دعوتِ مصلحت جو شاہِ برکت دہلی)

# فہرست مضامین

ہر طے عنوان سے ایک نیا مضمون شروع ہوتا ہے اور اس کے تحت میں مضامین متجانسہ درج ہیں۔

صبح کا سماں	۱	نفیس
منظرِ مہر	۲	جوش
چاندنی رات	۳	جہدِ مالِ سکینہ
بندھیل چل کی چاندنی رات	۴	شوقِ قدوائی
عوس بہار	۵	صادق
گرما کی شکایت	۶	سودا



- نظیر  
سید وحی بلگرامی  
محسن  
نظیر  
نظیر  
قائم  
نظیر  
نظیر  
وحید  
انس  
نفیس  
وحید  
اسماعیل  
مسلم  
نیرنگ  
شوق قدوائی  
واقع بہار
- ۷۔ برسات کا تماشا  
۸۔ برسات کی بہار  
۹۔ برسات کی بہار  
۱۰۔ برسات کی بہاریں  
۱۱۔ برسات کے عیش و رنج  
۱۲۔ کچھیر کی آفت  
۱۳۔ برسات کی مکھیاں  
۱۴۔ جاڑے کی بہار  
۱۵۔ جنت فردوس  
۱۶۔ بہشت بریں  
۱۷۔ خلد بریں  
۱۸۔ بزم قدرت میں کسی کی آمد  
۱۹۔ نظارۂ قدرت  
۲۰۔ نیلگہری کی سیر  
۲۱۔ گوہستان کا نظارہ  
۲۲۔ جنگل  
۲۳۔ گنگا

- ۲۳۔ دھرتی ماتا  
۲۵۔ اکبر آباد  
۲۶۔ روضۂ تلخ گنج  
۲۷۔ محل سرا  
۲۸۔ قلعہ اکبر آباد  
۲۹۔ ستارہ  
۳۰۔ صبح کاستارہ  
۳۱۔ مرجھایا ہوا پھول  
۳۲۔ جناب  
۳۳۔ کورا برتن  
۳۴۔ دال کی فریاد  
۳۵۔ جیب گھڑی  
۳۶۔ عصا  
۳۷۔ بہشت کے پرند  
۳۸۔ بہشتی پرند  
۳۹۔ تتلی  
۴۰۔ اڑنے والے پھول
- تادر کا کوری  
نظیر  
نظم  
نظیر  
اسمعیل  
اقبال  
اقبال  
نظیر  
نظیر  
اسمعیل  
وجاہت  
سودا  
انس  
وجید  
مہر حسن امرت سری

- ۴۱۔ جگنو  
۴۲۔ سمونرا  
۴۳۔ بھونرے کی بے قراری  
۴۴۔ نعمہ  
۴۵۔ مرغی اور اس کے بچے  
۴۶۔ تلاش محبت  
۴۷۔ گھوڑا  
۴۸۔ گھوڑا  
۴۹۔ شیرنی اور اس کے بچے  
۵۰۔ ہاضمی کی تعریف  
۵۱۔ یاد طفلی  
۵۲۔ شوخ چنچل  
۵۳۔ پیاری بچی  
۵۴۔ پدنی  
۵۵۔ خوشی کی پری  
۵۴۔ مہ لقا  
۵۵۔ موتی
- اقبال  
نیرنگ  
سرور جہاں آبادی  
جوش  
حالی  
نیرنگ  
انس  
گویاں جی سہائے  
نظیر  
سودا  
سرور جہاں آبادی  
نظیر  
حالی  
سرور جہاں آبادی  
سودا  
نظیر  
نظیر

صفدر مرزا پوری

حالی

حالی

نظیر

حالی

حالی

نظیر

انس

سودا

قائم

سودا

سودا

قائم

یاور

سودا

قائم

قائم

۵۸۔ ادھر آتو پھول والے

۵۹۔ شریف بیبیاں

۶۰۔ غریب ماں

۶۱۔ جوگی کا بھیس

۶۲۔ موچی

۶۳۔ چٹھی رساں

۶۴ و ۶۵۔ آدمی آدمی

۶۶۔ بہرام پہلو ان

۶۷۔ پیٹ کا بندہ

۶۸۔ حافظ اکول

۶۹۔ کوتوال بد خصال

۷۰۔ خیس مکھی چوس

۷۱۔ جھوٹا امیر

۷۲۔ مسرت مقروض

۷۳۔ نیم حکیم

۷۴۔ بنگ نوش

۷۵۔ حجام نافرعام

- ۷۶۔ مغلی کے احوال  
 ۷۷۔ جاہل  
 ۷۸۔ عید گاہ اکبر آباد  
 ۷۹۔ عید الفطر  
 ۸۰۔ عید الفطر میں گزریٹ  
 ۸۱۔ شب برات کا حلوا  
 ۸۲۔ شب برات کی آتش بازی  
 ۸۳۔ برسات کی شب برات  
 ۸۴۔ حضرت سلیم حشقی کا عرس  
 ۸۵۔ کرشن جی کی بانسری  
 ۸۶۔ آئندہ بدھاوا  
 ۸۷۔ ہولی  
 ۸۸۔ ہولی کی بہار  
 ۸۹۔ دوالی کے جواہری  
 ۹۰۔ سلونوں کی راکھی  
 ۹۱۔ طرز جنگ  
 ۹۲۔ اوزق پہلوان اور حضرت تاسم کا مقابلہ... نفیس
- تظیر  
 طالب بناری  
 تظیر  
 تظیر  
 اسماعیل  
 تظیر  
 تظیر  
 اسماعیل  
 تظیر  
 تظیر  
 تظیر  
 تظیر  
 تظیر  
 تظیر  
 وحید

- ۹۳۔ چو سر کا کھیل  
نظیر
- ۹۴۔ ریچھ کا تماشا  
نظیر
- ۹۵۔ آگرہ کی تیراکی  
نظیر
- ۹۶۔ آصف الدولہ کی سخاوت  
سودا
- ۹۷۔ عیش پرستی  
قائم
- ۹۸۔ شادی کی دھوم  
ممنون
- ۹۹۔ مجلس کے گھر شادی  
نظیر
- ۱۰۰۔ شہر آشوب  
سودا
- ۱۰۱۔ شہر آشوب  
نظیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# مناظر قدرت

جلد چہارم

## صبح کا سماں

جب نمایاں ہوئی رن میں شبانم کی سحر آمد آمد شہ خاور کی ہوئی گردوں پر  
 رنگ بدلا چین عالم اسکاں کا ادھر نجم چھپنے لگے کم ہوتے لگا نور قمر  
 نخل تازے ہوئے باغوں میں شمیم آنے لگی پھول کھلنے لگے غم غم کے نسیم آنے لگی  
 جا بجا اللہ و نعمان و شقایق کا وہ رنگ سمن و یاسمن و سوسن و ابہر کا وہ ڈھنگ  
 وہ صد اکبک درمی کی کہ ہو پانی وں رنگ طائروں کی وہ درختوں پر ملائم آہنگ  
 خوش گلیاں جہن زمزمہ پر داز تھے سب خوش گل تھے ہمہ تن گوش برکاز تھے سب

وہ سماں دشت کا وہ نور کا ترخ کا وہ بہار      صنعت صانع قدرت کا وہ تھافتس و نگار  
وہ دین لاتی تھی خوشبوئے گل و صوت ہزار      کبھی شاخوں کا وہ جھپکتا کبھی اٹھنا ہزار

شان دکھلانے کو جو نعل تھا آما وہ تھا

زلزل سنبل بھی سنوارے ہوئے اسلواہ تھا

سبزہ وہ جس سے نعل رنگ سپہرا و خضر      موتی پھیلے ہوئے شبنم کے ادھر اور ادھر  
سر نہریں کہ جنیں دیکھ کے ٹھنڈا ہو جگر      وہ جبابوں کی چمک جیسے فلک پر اختر  
بڑھ کے غنچوں کے دہن مرغ چن چنتے تھے

قمریاں بولتی تھیں سروی جھومتے تھے

گل شبنو کی سحر کو وہ بہار ایک طرف      جلوہ گرا ایک طرف برگ نوبار ایک طرف  
روشنوں پر وہ صنوبر کی قطار ایک طرف      ڈالیاں پہنے ہوئے بھولو ک ہار ایک طرف

خرم وہ تازہ و تر دشت بھی گلزار بھی تھا

ترنہاں ذکر الہی میں ہر ایک خار بھی تھا

شمع و پر و فائے کا وہ سوز و گداز ایک طرف      بلبل و گل میں نئے راز و نیاز ایک طرف  
طوطی تیز زباں نعمہ طراز ایک طرف      چمنستاں کے حسینوں کا وہ تاز ایک طرف

نور ہنگام سحر دیکھ کے خرسند کوئی

کوئی خنداں تھا جن میں تو شکر خند کوئی

تھانیا حسن جو باغوں کا ترچہ بہن      ہر طرف گرس کتل پھرتے تھے لائوس جن



جب چٹکنے میں ہنسنے غنچہ و نسیم و سمن جاگ اٹھا سبزہ خوابیدہ میان گلشن  
 بھول کو کبھی تھی آنکھوں کا جوتا راز گرس  
 کر رہی تھی چمنستاں کا نظارہ راز گرس

تھا ہر ایک محسن چمن طعنہ زن چمن بریں جا بجا تازہ وہ خوشے کہ خجل ہو پڑیں  
 خاک پر فرش لگوں کا وہ ہالوں کے قوس تکیہ بالیدہ کہ بھولوں نہ سلاتی تھی زینیں  
 رنگ نازک جو ہر اک گل کی کلی رکھتی تھی  
 چھونک کر پاؤں نسیم سحری رکھتی تھی

نفیس

## ۲۔ مناظرِ سحر

کیا روح فرزا جلوہ رخسارِ سحر ہے کشمیرِ دل زار ہے فردوسِ نظر ہے  
 ہر بھول کا چہرہ عرقِ حُسن سے تہ ہے ہر چیز میں اک بات ہی ہر شے میں لٹ ہے  
 ہر سمت بھر گنا ہے رخِ حور کا شعلہ  
 ہر ذرہ نما چیز میں ہے طور کا شعلہ

لہزش وہ ستاروں کی وہ دھڑکن کا شبنم چشموں کا وہ بہنا کہ فدا جن پہ ترنم  
 گردوں پہ سپیدی و سیاہی کا تضاد طوفان وہ جلووں کا وہ نغموں کا عالم

اڑتے ہوئے گیسو وہ نسیم سحری کے  
 شازوں پر پریشاں ہیں یا بال پری کے  
 وہ پھیلنا خوشبو کا وہ کلیوں کا چٹکنا      وہ چاندنی مدہم وہ سمندر کا جھلکنا  
 وہ چھاؤں میں تاروں کی گل نر کا ہلکنا      وہ جھومنا سبزہ کا، وہ کھیتوں کا لہلہنا  
 شاخوں سے ملی جاتی ہیں شاخیں اثر ہے  
 کہتی ہے نسیم سحری عہد سحر ہے  
 خنکی وہ بیاباں کی وہ رنگینی صحرا      وہ وادی سرسبز وہ تلاب مصفا  
 پیشانی نگر دوں پر وہ ہنستا ہوتا را      وہ رائے جنگل میں وہ ہنسا ہوا دیریا  
 ہر سمت گلستاں میں وہ انبار گلوں کے  
 شبنم سے وہ دھوئے ہوئے خسار گلوں کے  
 وہ مدح میں انوار خدا صبح وہ صادق      وہ حسن جسے دیکھ کے ہر آنکھ ہو عاشق  
 وہ سادگی انسان کی فطرت کے مطابق      زریں وہ افق نور سے بہرہ مند شرق  
 وہ قلم داؤد پر ندوں کی صدا میں  
 پیرا ہن یوسفؑ کی وہ تاثیر ہوا میں  
 وہ برگ گل تازہ وہ شبنم کی لطافت      اک حسن سے وہ خندہ سالخ حقیقت  
 وہ جلوہ اصنام وہ بتخانہ کی زینت      زاہد کا وہ منظر وہ برہمن کی صباحت

ناتوس کے سینہ سے صدائیں وہ فغاں کی  
 دم حمد میں ڈوبی ہوئی آواز اؤں کی  
 آتا کاغذاموں سے یہ ہر قرب کا حکم  
 دل ہوتے ہیں سرشار غنا ہوتے ہیں لام  
 چھا جاتی ہے حیات تویرس پرتی پہل غام  
 اس وقت کی طرح مناسب نہیں آرام  
 رونے میں جلدت ہے آہوں میں نزل ہے  
 لے رہا: مسخوری چھوڑکے نزدیک خدا ہے  
 شیر حسن خاں

### ۳۔ چاندنی رات

دل کش تھا اک رات کا منظر  
 چاندنی تھی چیلی ہوئی گھر گھر  
 دیر ہوئی سورج کو سدھارے  
 لیلی شب نے ہال سنوارے  
 چمن بے پر چھلکے تارے  
 اک اک آکے چھلکے سارے  
 سائبان جو سر پہ تننا تھا  
 گویہ بقعہ نور بننا تھا  
 تاروں کا جھگھٹنا گھٹنا تھا  
 ذرا ہو کر نور چھٹنا تھا  
 چاند کے گرد تھا نور کا ہالا  
 لطف کہکشاں سے تھا دوبا ہالا  
 پھیلا تھا ہر سمت اُجاہالا  
 روشن خوب تھا عالم بالا  
 زمین پہ مہ کی نور افشانی  
 گویا برس رہا تھا پانی

صحن گلشن عشق لائیاں فی اوقا، صانع کو تھی خود حیرانی  
 چاندنی کا چمن چمن کر آنا، پتوں میں گھس گھس کر جانا  
 آبِ رواں میں کہیں نہانا، (ق) آنکھ کو جادوگری دکھانا  
 کہیں پہ پڑنا کہیں نہ پڑنا، روشنی کا سایہ سے لڑنا  
 شکلوں کا بن بن کے اکڑنا، (ق) ادھر سنورنا ادھر بگڑنا  
 سرو نگہاں بنے کھڑے تھے، اپنی جگہ پہ تنے کھڑے تھے  
 خوابِ ناز میں پھول تھوڑے، ہلتے تھے ان کے گہوارے  
 ہوا کے جھونکے جگمگے ہائے، (ق) پر نہ اُٹھے وہ نیند کے ہائے  
 جادو ادھر تو تھا گل پر، حالت اور تھی یہ سنبھل پر  
 پڑے پڑے انگڑائی لینا، نیند میں کا کل اجمعا دینا  
 نرگس پہ تھی غنودگی طاری، خواب سے اس کی آنکھ تھی بجاری  
 بیل کو سو جھیں یہ باتیں، باغ میں چل کر کیجیے گھاتیں  
 آئیں اُس کی عیش کی باتیں، کھائیں گلوں نے پیار کی لائیں  
 قمری تھی شمشاد پہ شیدا، ایک کا عشق تھا ایک سے پیدا  
 اوس نے جب فقلے برائے، سب غنچوں نے منہ پھیلانے  
 بن مانگے جب موتی پائے، سب اپنے دامن بھر لائے  
 گلچیں سے گو باغ تھا عالی، باد صبا تھی چھیڑنے والی

جوں ہی کسی نے آہ نکالی  
 ہونہ سکے گا بیان شافی  
 طرزِ چین تھا مشقِ تانہ  
 طرفہ عالم تھا صحرِ اکا  
 خلقت تھی خوابیدہ ساری  
 دریا کی تھی بندِ روانی  
 جمیل کا نظارہ تھا سرا  
 چلو اچلو ی ہجر کے مارے  
 آب و تاب پانی کی سوا تھی  
 دوسرا چرخ تھا اس کا اند  
 موجوں نے جب رنگ جمایا  
 دلکش از بس تھا یہ نظارا  
 پتوں نے دی مل کر ثانی  
 بس یہ کہہ دینا ہے کافی  
 صورتِ پیاری رنگِ پہلا  
 جھوم رہا تھا پتہ پتہ  
 بالکل بے خود ہوش سے عاری  
 تھا شکلِ آئینہ پانی پانی  
 سب کو کر دیتا تھا متوالا  
 بے بس پڑے تھے جمیل کنارے  
 آئینہ بن کر عکس نما تھی  
 انجمِ رخشاں ماہِ منور  
 سب کو ایک دم لرزہ آیا  
 کیسا سہانا کیسا پیارا

قدرت کا تھا سارا فوں

آئینہ تھی خیرہ دل تھا مفتوں

جے ویاں سکینہ

## ۴۔ بندھیا چل کی چاندنی رات

چاندنی رات اور بندھیا چل کا جنگل پر فغا  
 مالوے کی شب کہ گرمی میں بھی سرفاس کی ہوا  
 چاندنی کا صاف ستھرا فرش صحن کو دہر  
 سایہ اشجار سے چٹکے ہوئے اسما پر شجر  
 چاندنی کے پھول روشن چاندنی کے نور سے  
 چاندنی ایسی کہ تم پتوں کو گن کو دو سے  
 گر رہا ہے کوہ پر جھرنوں سے پانی جب بجا  
 دے رہی ہے لطف نروں کی روانی جابجا  
 چاندنی کے نور سے شفاف نہروں کی چمک  
 چاند کے پرتو سے ان نہروں میں ہلن کی چمک  
 برگ برگ نخل کو خیش میں ملاتی ہے ہوا  
 ذالیوں کو دیکے جھٹکے پھل گراتی ہے ہوا  
 پھول ہیں سب ہل سب ہیں وجد میں آئے ہوئے  
 پیر قصبے ہیں کھڑے ہیں ہاتھ پھیلائے ہوئے

بزنسز جا بجا ہے۔ لال لالہ جا بجا

اُن سے پھر بھی عیاں ہے کالا کالا جا بجا

جا بجا پھولوں کے غنچے جا بجا بیلوں کے جال

جا بجا کھولے ہیں برگد کی جٹائیں اپنی بال

وہ پیسے کی صدا جو کہہ رہا ہے "پی کہاں"

کوئل اب بونی خدا جانے یہ اب تک تھی کہاں

ہاں میں سمجھا ہو گی یہ آموں کے باغوں میں کہیں

اس دم آنکلی مگر جنگل سے عطف اس کو نہیں

کوئی نیچی کوئی اونچی ہر پہاڑی مختلف

شکل میں پیداؤں میں جہاڑی سے جہاڑی مختلف

شہر اُتے بھرتے ہیں پیروں پہل کھاتے ہوئے

جا رہے ہیں راق اُرتے اور بل کھاتے ہوئے

وہ ادھر سرخاب پانی میں پڑے ہیں دیکھنا

وہ کنارے پر تنے سارے کھرے ہیں دیکھنا

گوئی اٹھتا ہے پہاڑ ان سازشوں کے شور سے

تھوڑی تھوڑی دیر میں بول اُٹھتی ہیں کس زور سے

جانور جنگل میں آتے ہیں نظر پھرتے ہوئے  
 پیچھے کھانے کو ٹرو پکے جہاں گرتے ہوئے  
 پیتے ہیں چشموں کا پانی لیکن اندیشے کے ساتھ  
 خوف ہے اُن کو کہ بڑجا میں نہ فیروز کے ہاتھ  
 ہیں ستارے تو بہت لیکن درخشاں چند ہیں  
 چاند نی کے نور کی چادر میں پنہاں چاند ہیں  
 نیلگوں رنگی اس پر تارے جسلوہ گر  
 جیسے آئیں بیٹے جنا کے پانی پر نظر  
 چاند پھرتا ہے زمین کے گرد کس انداز سے  
 کوئی خوش رو جس طرح ٹیلا اواسے ناز سے  
 ہے زمین سے اُس سے گویا میلے پر ہٹ گیا  
 یہ زمین کے دل کا ٹکڑا ہی نو بہت جو کٹ گیا  
 کوئی گھر جائے بھلا مناس ہو اسے موڑ کر  
 میں نہیں جلنے کا شوق ایسی فضا کو چھوڑ کر  
 شوق۔ قدوائی

---



## ۵۔ عروس بہار

پھولوں کا گستا پھولوں کا مالا      پھولوں کا سہرا پھولوں کا بالا  
پھولوں کا چاند اور چوڑی کا ہاتھ      پھولوں کا گلاب اور سبج کا کالا

آہا عروسِ فصلِ بہاری

آتی ہے نوشاہِ گل کی سواری

پھولوں کے بدل پھولوں کی جھریا      پھولوں کے پتے پھولوں کی کھریا  
پھولوں کی گھنٹی پھولوں کی گھنٹی      پھولوں کی گھنٹی پھولوں کی گھنٹی

آہا عروسِ فصلِ بہاری

آتی ہے نوشاہِ گل کی سواری

پھولوں کے غنچے پھولوں کی کلیاں      پھولوں کی کونج اور پھولوں کی کلیاں  
شاخوں کے جھولے وہ رنگ بیاں      پھولوں کی پریاں فی کی دیاں

آہا عروسِ فصلِ بہاری

آتی ہے نوشاہِ گل کی سواری

پھولوں کی ڈالی ڈالی ہے خرمن      پھولوں کا بوتلا بوتلا ہے گلشن  
پھولوں کے گوشک پھولوں کی خرمن      پھولوں کی شمیں پھولوں کی روشن

آہا عروسِ فصلِ بہاری  
آتی ہے نوشاہِ گل کی سواری

پھولوں کے قہر اور پھولوں کو میلا      پھولوں کے طاق اور پھولوں کو بولا  
پھولوں کو دریا پھولوں کے دریاں      پھولوں کو سزا اور پھولوں کو سزا

آہا عروسِ فصلِ بہاری  
آتی ہے نوشاہِ گل کی سواری

مہا بن پر آیا جوانی کا جو بن      پرست کا مانی تیلے کی مالن  
پھولوں کی باجی پھولوں کا جوشن      پھولوں کی چوٹی پھولوں کا دھن

آہا عروسِ فصلِ بہاری  
آتی ہے نوشاہِ گل کی سواری

پھولوں کی بیج پھولوں کی پھل      پھولوں کی دھوپ پھولوں کی پھل  
پھولوں کی میلا پھولوں کے رنگ      پھولوں کے جگمگ جگمگ میں منگ

آہا عروسِ فصلِ بہاری

آتی ہے نوشاہِ گل کی سواری

شیخ و برہمن دانا و جہاں      عاشقِ محزون شاہِ بیدل  
جگمگ کی چڑیاں باغوں کے کوئل      آتے ہیں لہلہا گاتے ہیں لہلہا

آہا عروسِ فضلِ بہاری  
آتی ہے نوشاہِ گل کی سولی

صادق

## ۶۔ گرمی کی شکایت

لب جو پر ہے عکس کا تجال	جوش ہے یہ بہاریں اس سال
لٹ دہوئیں کی ہر شمعِ نافران	لالے کے ہر چراغ پر اس آن
رکشی کا سدا لہبت ہے ٹھانہ	جل گئیں بلبیں رہ گیا ہے کاٹھ
ابر نیساں سے آگ بجے ہے	بونڈ کو دلِ صدف کا ترے ہی
سروں کے کھیت کا سا بکچہ روپ	اب زیں پر زبس پئے ہو چوپ
قرب سے دھوپ کی ہوا کے پیاہ	سلے کی تیرگی پر کر تو نگاہ
غض کو مشک دو جوں کو کپیرل	خلق کی تشنگی سے ہے یہ حال
پلاسے سرتے ہیں پیاسی مٹی ہیں	تو بھی نیت انھوں کی بھرتی نہیں
شکلِ آئینہِ منکبت ہے یہ باب	پانی کتنا ہی پیت ہیں ہواب
کڑوئیں ہیں لے جوں تھپ پر نمن	رات سوئے زیں پر چو انسان
سروینہ کو پتے ساری رات	ہر جہاں تپ مطلقہ ہاتھ
کیا کہوں تجھے میں کہ شمشیر	گرمی ہڈی ہے باغِ کاہر

پادشاہوں کی پادشاہی ہے آگ بیتال کی دُعا ہی ہے  
غیر تمہ خانہ جائے امن نہیں  
اب کچھ آرام ہے تو زیریں

سورج

## ۷۔ برسات کا تماشا

خورشید گرم ہو کر نکلا ہے اپنے گھر سے      یسا ہے مول بادل کر کر تلاشِ ندی سے  
آئی ہوا بھی لے کر بادل کو ہرگز سے      آوے سارِ تواب و ثمن کے گھر سے  
آیا رچل کے دیکھیں برسات کا تماشا

قاصدِ صبا کے دوڑے ہر طرفِ مٹاٹھا کے      ہر کوہِ دوشت کو بھی آتی ہیں سنا کر  
نہاں بہنو جوڑے پہنو ہر دم نہا نہا کر      کوئی دم کو میگو رجا دیکھے کا سب کو آ کر  
آیا رچل کے دیکھیں برسات کا تماشا

سافون کے بادلوں نے پورا گمنا جو چھائی      بجلی نے اپنی صورت پر آن کر دکھائی  
بوست رعد جا کوئل کی کوک آئی      بدلی نے کیا منہ کی دمِ جم جھری گھائی  
آیا رچل کے دیکھیں برسات کا تماشا

آگر بھی مرنے کی نہی پُہا رہے      چوہا کا گھونٹا کھنکھار رہے  
اک طرحِ ادنیٰ کی باہم قہار رہے      چھاجل ہنسنے کے پانی مٹا رہے

آیا رچل کے دیکھیں برسات کا تماشا  
 کالی گھٹا ہے ہر دم ہے مینہ کی نہاریاں  
 اوجھیں میں اُڑ رہی ہیں بگلوں کی موقطاریاں  
 کوئی پیسے تو کیس اور کوک کر پکاریں  
 اور مورد مست ہو کر جمل کو کھانچ گاریں  
 آیا رچل کے دیکھیں برسات کا تماشا  
 ہر کوہ کا کمر تک بزم ہے لہنہ ہوتا  
 ہر سے ہی مینہ جھڑھڑیانی بہا ہے جاتا  
 وحش و میوہ ہر رک نل کے ہے نہاتا  
 غوغا کریں ہیں مینہ کی جھنگ پر غل جاتا  
 آیا رچل کے دیکھیں برسات کا تماشا

نظیر

## ۸۔ برسات کی بہار

آیا ساون عجبی چٹکی  
 کس سے کہوں میں اپنے جی کی  
 بادل انھے کالے کالے  
 جھوم رہے ہیں سب متوالے  
 آج جن بے بزم عشرت  
 وقت نزول خیر و برکت  
 اُس کی رحمت آج ہی جاری  
 گوہرِ سینہ ہے ابر بہاری  
 محن جن پر بادل چھایا  
 کیوں نہ یہ موسم سب کو بھایا  
 جوش و آہیں گنگا جمن  
 زور سے دیکھو پانی بہتا  
 چھائی اب گنگا جمن ہے  
 چلتی کیسی سرور ہو رہے

گھر کر برسے خوب ہیں بادل  
 کوہ سے کیسے چٹھے رول میں  
 بگلوں کی اہلی اہلی قطاریں  
 پانی سے لبریز ہیں نہریں  
 رشک فردوس اب ہر گلشن  
 پھولوں کی خوشبو روح فریاد  
 ہے جو ہکتا سبزہ خود رو  
 رنگ شجر پہ چڑھ گیا تازہ  
 اب تو نہ مجھ کو ترس ساقی  
 صدقہ دے دے ہر اکابر  
 چشم زدن میں بھر گئے جل قس  
 موند خشی میں تھیں سناں ہیں  
 کالی گھٹاؤں کی یہ بہاریں  
 آتی ہیں پیہم کیسی لہریں  
 پھولوں سے بھر لو چل کر وادی  
 سیر چین کا خوب مزہ ہے  
 دیتا ہے فحش قلب و جگر کو  
 گویا ملا ہے منہ پہ غسانہ  
 سادوں کا منہ برس ساقی  
 چرخ پہ چھایا ابر باران

آج میں ساقی عشق طلب ہوں

خواہش مند بزم طرب ہوں

سید مصطفیٰ بلگرامی

## ۹۔ برسات کی بہار

سمت کاشی سے چلا جانے تھرا بادل  
 گھر میں استغناء کریں ویرقان گوئل  
 برقی کے کاندھے پلائی ہو صبا گنگا جل  
 جد کے جناپہ نہانا بھی نہاں کر لہلہ اہل

کہ چلے تکتے ہیں تیر تھ کو ہوا پر بادل  
 ہنڈ کیا ساری خدائی میں توں کا ہر عمل  
 پندرہ روز ہوئے پانی کو منگل منگل  
 سینہ تنگ میں دل گوپیوں کا ہی سنگل  
 تار بارش کا جو تو نے کوئی سخت کوئی پل  
 ہے یہ اندھیر چلے ہوئے تاثیر زحل  
 گرچہ پرواز بھی دھونڈے اُسے لے کر شعل  
 برقی سے رعد یہ کہتا ہے کہ لانا مشعل  
 قلعہ چرخ میں ہیں بھول بھیدیں بادل  
 چرخ پر بادلا پھیل ہے زمیں پر غل  
 مصحف گل کے حواشی پہ طحانی جدول  
 لوگ کہتے ہیں کہ کرتے ہیں فرنگی کونسل  
 سب ہوا کھلتے ہیں گلشن میں سوار و پیدل

شہنشاہ پہ قری سے کہو چھترے طار

لونا لان گلستاں کو سٹلے یہ غزل

تیر تلے کسی گنگا کسی جہنا بادل  
 رنگ میں آج کنویا کے یو بیا بادل

خبر رتی ہوئی ہے مہا بن سے ابھی  
 کالے کوسوں نظر آتی ہیں گھٹائیں کالی  
 نہ کھلا آٹھ پر میں کبھی دو چار گھڑی  
 دیکھئے ہوگا ساری کرشن کا کیونکر ورش  
 راکیاں لے کے سلونوں کو برہمن کھلیں  
 شب کو متاب نظر آئے دن کو خوشید  
 وہ دھواں دھار گھٹا ہر کنڈھائے شمع  
 ابر بھی چل نہیں سکتا وہ اندھیر گھپ ہر  
 جس طرف سے گئی بجلی پھر دھڑانہ سکی  
 لہریں لیتا ہے جو بجلی کے مقابل سبزہ  
 جگنو پھرتے ہیں جو گلشن میں تو اتنی بونہر  
 جس طرف دیکھئے بیلے کی کھلی ہیں کلیاں  
 شہنشاہ پر کھیل ہیں جنس میں یہ پربل

سمت کا تلے چلا جانب تھرا بادل  
 خوب چھایا ہی سر کو کل دھڑا بادل

سطح افلاک نظر آتی ہے گنگا جمنی  
 چرخ پر بجلی کی پل پھرے نظر آتا ہے  
 میری آنکھوں میں سانا نہیں جو شبِ فزونی  
 دل تیا بکی ادنیٰ ہی چمک ہے بجلی  
 طش دل کا اُڑیا ہوا نقشہ بجلی  
 اپنی کم ظرفیوں سے لاکھ فلک پر چڑھ جائے  
 کچھ نہیں کہیں نہیں جوشش گریہ کا خضا  
 روپ بجلی کا سنا ہے رو پہلا بادل  
 سبزہ چمکائے بلاتا ہوا برچھا بادل  
 کسی بیدہ و کو دکھائے کرشنا بادل  
 چشم پر آب کا ہے ایک کرشنا بادل  
 چشم پر آب کا دھویا ہوا خاکہ بادل  
 میری آنکھوں کا ہے آرا ہوا قدا بادل  
 میرا دل ہے یہ میرا کعبہ ہے میرا دل

دیکھتا گر کہیں محسن کی فغاں وزاری  
 نہ گر چنانہ پرستا کبھی ایسا بادل

محسن

## ۱۔ برسات کی بہاریں

ہیں اس ہوا میں کیا کیا برسات کی بہاریں  
 بوندوں کی جھیمہا بہت قحط کی بہاریں  
 بوندوں کی سہلا بہت باغات کی بہاریں  
 بہت کے تاشے ہر گھات کی بہاریں  
 کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں  
 بادل ہوا کے اوپر چڑھتا ہے پی  
 جھڑیوں کی نیپوں سے دھریں چار پی  
 گلزار کھیتے ہیں سبزے نہاں ہے پی  
 پتہ ہیں ہوائی ہر طہائی لہلہا پی



کیا کیا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں

مارے ہیں موج ڈابور یا فوند رہی ہیں      مور و پیسے کو لیا کیا رنڈ رہی ہیں  
جھکر رہی ہیں جھڑیاں نالائخند رہی ہیں      برسے ہے مینہ جھڑا جھڑا لائخند رہی ہیں

کیا کیا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں

جنگل سب اپنے تن پہ رہا لی ہے رہی ہیں      گل پھول جھاڑ بوٹے کرا پی ہو رہی ہیں  
بجلی چمک رہی ہے بادل گھنچ رہی ہیں      اللہ کے نقشے کو نوبت کے نچ رہی ہیں

کیا کیا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں

بادل لگا لگادیں نوبت کی گت لگا دیں      جھینگڑ جھنگڑ اپنی سنائیل بجا دیں  
کر شور مور بگلے جھڑیوں کا مینہ بلادیں      پی پی کریں پیسے مینڈک ملا رکھا دیں

کیا کیا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں

ہر جا بچھا رہا ہے سبزہ ہرے بچھونے      قدرت کے بچے رہی ہیں ہر جا بچھونے  
جنگلوں میں ہو رہی ہیں پیدا ہرے بچھونے      بچھونے ہی حق نے کیا کیا ہرے بچھونے

کیا کیا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں

بزدلی کی ہلہلاہٹ کچھ اب کی سیاہی      اور چھا رہی گھٹائیں سوخ اور فیگاہی  
سب بھیجتے ہیں گھر گھر لے ماقاب رہا ہی      یہ رنگ کون رنگے تیرے سوا الہی

کیا کیا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں

کیا کیا رکھے ہیں یا زباناں تیری قدرت      پہلے ہی رنگ کیا کیا بہر آن تیری قدرت

سبست جو ہے یہی پہچان تیری قدرت تیرے پکارے ہیں سہماں تیری قدرت؟

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کون کی کوک ہیں بھی تیرا نام ہے گا اور مور کی زل میں تیرا پیام ہے گا

یہ رنگ سوہنے کا جو صبح شام ہے گا یہ اور کا نہیں ہے تیرا ہی کام ہے گا

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

بولیں بے شیریں قمری پکارے کو کو پی پی کرے سپہا بگلے پکاریں تو تو

کیا بد بول کی حق حق کیا فاختوں کی ہجو سب رٹ رہی ہیں تجھ کو کیا ٹپکے کیا کچھو

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

جو مست ہوں اُدھ کے کشتور ناچتے ہیں پیارے کا نام لے کر کیا زور ناچتے ہیں

با دل ہولے گھر گھر گھنگور نہاتے ہیں منڈک چھل رہی ہیں اور نہ نہاتے ہیں

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

نظمیں

## ۱۱۔ برسات کے عیش و رنج

جس گلبن کے تن میں پویشاں سہنی ہے سو دھری تو غامی کالی گھٹائی ہے

اور جس پہ سرخ جوڑا یا اودی لوز سنی ہے اسی پر تو سب گھداوت برسات کی چنی ہو

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

اور جس صنم کے تن میں جڑا ہر عفرانی  
کچھ حسن کی چڑھائی اور کچھ نئی جوانی  
گلخانیا گلخانیاں باز و سرخ و صافی  
جھولوں میں جھولتی ہیں اوپر پرے ہی پانی

کیا کیا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں  
کوئی تو جھولتی ہیں جھولے کی ڈو جھولے  
یاسا تھنوں میں اپنی پاؤں می پاؤں جھپٹے  
باؤل کوٹ پر سر پرے ہی تھمتے تھمتے  
بونوں سے بھگتے ہیں لال اور گلاب جھپٹے

کیا کیا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں  
گاتی ہے گیت کوئی جھولے پر کر کے پھیرا  
ماروجی آج کچھ بیاں رین کا لہیرا  
ہے خوش کوئی کسی کو ہیخ و غم نے گھیرا  
منزرو بال بکھرے اور نکھوں میں اندھیرا  
کیا کیا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں

ہے جن کی ہنر سوئی اور خالی چار پائی  
پر دھسے نے ہماری اب کے ہی سہہ بھلائی  
رور و مھنوں لہر و مہ بات ہی سنائی  
اب کے بھی ہنر و مہ بات ہی سنائی  
کیا کیا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں

جب کوئی اپنی آن کو آواز ہی سنائی  
پنی پنی کی دھن کو سن کر بیکل بیکل ہی جاتی  
سنے ہی غم کے طے چھاتی ہے مہندی آتی  
مت بول لے پیسے عشق ہی میری چھاتی

کیا کیا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں

کتنوں نے اپنی غم سے اب ہی گیت سنائی  
میلے کچیلے کپڑے اکھیں میں قند بائی

نے مگر جس جھوٹا ڈالنے اور مخنی رینگائی  
پھوٹا پڑا ہے چوہا لٹوئی پڑی کڑہائی  
کیا کیا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں

نظیر

## ۱۲۔ کیچڑ کی آفت

یہاں کیچڑ کا اس قصبے ہنگام	خنگی کا سنا نہیں کہیں نام
نیکے ہے کوئی جو گھر سے ناگاہ	ڈھونڈے وہ پل صراط کی راہ
نیک اس میں کیا جو پاؤں نے فرق	یکبار ہی سر سے پاؤں تک غرق
رستوں میں ہو خلق اس طرح خوار	جوں شہد میں ہوں کہیں گس خوار
جاتے ہیں جوں دونوں میں و بار	اس طرح سے ہیں ذیل اور خوار
اک خلق کا اثر و عام ہے ساتھ	پکڑے ہے کوئی کمر کوئی ہاتھ
کستہ ہے کوئی کہ پل بناؤ	بولے ہے کوئی کہ ناؤ لاؤ
ہر چار طرف نفرت کھڑے ہیں	کیچڑ میں میاں اندھے پڑے ہیں
ست جان ہی لگی جنہوں پاس	ہرگز نہیں کچھ انہوں کو دلوں کی
اُن کے بھی گئے ہیں کھائے ہوش	پھرتے ہیں بلیشہ خانہ بردوش
رتھ میں جو کوئی سوار ہو یہاں	وہ سب سے زیادہ خوار چہاں
چلنے کے کرے جو ایک قسم میل	پھر پچھے نہ رتھ نہ پہننے میل

یہاں تک ہر چیز میں کمی گئی      تانت تری گھسی نہ ٹھیری  
 ہو گا وز میں کہیں ہیں مردم      سوبیل میں ہوا تھا وہ گم  
 اس راہ سے بھول کر بھی آئے      بکری کی طرح سے شیر میلے  
 چھینٹوں کا زبں زور ہے یہاں      کپڑے میں ہر ایک کسی کے لٹاں  
 دو چار جو بیٹھے ہیں مل پاس      ہوتا ہے عجب مزے کا اجلاں  
 کچھڑ میں ہیں شور بورا سے  
 پہلے میں پڑی ہو جینس جیسے

قاتلہ

## ۱۳۔ برسات کی مکھیاں

یارو ہر چپ رہوں بھلا تاکے      نکمیاں تو بہت ہوں میں دیے  
 چلے آتے ہیں غول پے در پے      شور ہر غل ہو بھنبھناہٹ ہے  
 کوئی تھوکے کوئی کرے ہر قے  
 اس قدر دھوم کھیں گی ہے

پہلے مذکور کیا ہے کھانے کا      کھاکے پھر ذکر کیا جانے کا  
 کوئی پینے کا انشہ کھانے کا      یہ پیرا حال ہے زمانے کا

موتِ مفل بڑی خرابی ہے ،

اس قدر دھوم کھیول کی ہے

دو چنوں سے جو منہ چلاتا ہے      اس میں سو کھیاں وہ کھاتا ہے

وال روٹی پہ پھر آتا ہے      اود جو مٹی چیز کھاتا ہے

اُس نے اللہ جانے کھائیں کے

اس قدر دھوم کھیول کی ہے

کپڑے بھلے ہیں تاکہ میلے ہیں      سب گو کھیول کے پھیلے ہیں

سر سے تا پاسر پہ پھیلے ہیں      آدمی کیا کہ گڑ کے بھیلے ہیں

اُڑ گئے تازا تا سب رگ و پے

اس قدر دھوم کھیول کی ہے

دلبروں کی یہ شامت آتی ہے      آگھ کھیولے کاٹ کھاتی ہے

ٹھوڑی بھول آگھ سب بھاتی ہے      حُسن کی یہ بھی بدنمائی ہے

رونگی رنگ روپ کی سب رے

اس قدر دھوم کھیول کی ہے

رندیاں کیسی بچ گاتی ہیں      کھیاں منہ پہ مٹیہ جاتی ہیں

مہم تھوڑے کو جاتی ہیں      کھاس کھکھار سر ملاتی ہیں

تو بھی بندھتی نہیں ہے انکی لے  
 اس قدر دھوم کیوں کی ہے  
 بے نظیر اب تو شان میں کھی گھر کے ہر اک مکان میں کھی  
 شہر کی ہر دوکان میں کھی بھر گئی اب جہاں میں کھی  
 کوئی خالی نہیں غرض اب شے  
 اس قدر دھوم کیوں کی ہے

نظیر

## ۱۴۔ جاڑے کی بہار

جب ماہ آگن کا ڈھلتا ہوتا دیکھ بہاریں جاڑے کی  
 اور نہیں تنہا پوش پہنچتا ہوتا دیکھ بہاریں جاڑے کی  
 دن جلدی جلدی چلتا ہوتا دیکھ بہاریں جاڑے کی  
 پالا بھی برف گھلتا ہوتا دیکھ بہاریں جاڑے کی  
 چلا خٹھونک اچھلتا ہوتا دیکھ بہاریں جاڑے کی  
 دل ٹھوکر مار پھاڑا ہو اور ول سے ہوتی ہو کشتی سی  
 تھر تھر کا زور نکھاڑا ہو۔ جیتی ہو سب کی جیتی سی

ہو شور مچو ہو ہو کا اور دھوم ہو سی سی سی کی  
کڑے پر کڑے پر لگ کر چلتی ہو منہ میں چکی سی

ہر دانت چنے سے دلتا ہو تب دیکھ بہاریں جاڑے کی

ہر ایک مکاں میں سر دی نے آباد دیا ہو یہ چکر

جو ہر دم کپ کپ ہوتی ہو ہر آن کڑا کڑا اور تھر تھر

میٹھی ہو سر دی رگ رگ میں اور برف پگھلتا ہو تھر

جھڑ بانڈہ ہوا دھڑ پڑتی ہو اور تسیر لہریں لے لے کر

سناتا باؤ کا چلتا ہو تب دیکھ بہاریں جاڑے کی

ہر چار طرف سے سر دی ہو اور صحن کھلا ہو کوٹے کا

اور قی میں نیمہ شبیم کا ہو جس میں خنجر کا قطر لگا

چھڑ کاؤ ہوا ہو پانی کا اور خوب پلٹک بھی ہو بھینگا

ہاتھوں میں پیالہ شربت کا ہو آگے اک فراش کھڑا

فراش بھی پٹکھا جھلتا ہو تب دیکھ بہاریں جاڑے کی

نظائر



## ۱۵. جنت فردوس

وہ سماں جنت فردوس کا وہ تیار  
بار پاتے ہیں وہی جن پہ ہے فضل باری  
قلم قدمت مہبود کی وہ گلکاری  
نیچے گنجان درختوں کے وہ ہری چاری

چشم مشاق کو حاصل ہو طراوت جن سے

تجوی من تحتھا الا منھا وعلت جنت سے

ہر طرف قدمت مہبود نظر آتی ہے  
راہ آفات کی مسدود نظر آتی ہے  
صورت شاہد مقصود نظر آتی ہے  
دھیان جس شے کا ہو وجود نظر آتی ہے

دکھ نہیں شیب نہیں گرؤں ایام نہیں

عیش و راحت کے سوانح کا دان نام نہیں

مقتدر آب و ہوا فصل ہمیشہ یکساں  
نہ حوادث کا تردد نہ کمی خوف خزاں

فکر سے امن بشر کو تو مصیبت سواں  
غصے ہرج و مرج تو گل تر خنداں

خار حسرت نہیں صد نہ نہیں آزار نہیں

اس گلستان میں جو نرس ہے وہ یہاں نہیں

وہ زمین طرب افزہ کی لطافت خیزی  
کسی جا عالیہ جانی کہیں اعتبار نیزی

اک طرف طرہ سنبل کی وہ دل آویزی  
سبز شہار پہ کچھوں کی وہ رنگ آمیزی

صفیں پائے نظر کے لئے زنجیریں ہیں

لیک جی ہے تو سونگ کی تحریریں ہیں

نزدت انگیز شجر برگ لطافت آمیز      قاباں صحن میں گل ریز ہر یک گل ریز

خارجی ہیں تو اداسی سترہ محو سے تیز      سبز شاخوں پہ وہ مرغل چمن زمرہ ریز

گر ترانے کبھی نغمے کبھی چہ کاریں ہیں

پر زمرہ کے تو یا قوت کی مقاریں ہیں

باغ و تازہ و شلاخ فضا سے فزوں      دیکھ کر جس کو طرب ناک ہو قلب محزون

عمر بھر ختم نہ ہو حالِ فواکہ جو کہوں      نخل ہر شتم کے اور زیوہ تر گوناگوں

پھول بیتاب کہ لیں پھل کی جبین کے بوسے

ڈالیاں جھوم کے لیتی ہیں زمیں کے بوسے

کہیں زرد آلوئے تازہ کہیں سیبِ صبا      باعث تقویت و فرحت روحِ انساں

بعضے ان سب کے علاوہ ڈھرائیے میں دھاں      باغِ عالم میں کہیں جن کا نہیں نامِ نشان

نجا رہا کوئی تکلف کا نہ پہلو ان سے

پھل میں آتی ہے مگر پھول کی خوشبو ان سے

جلد سے مغز عیاں صاف لطافتِ ایسی      ذائقہ ذکر میں جس کے ہے حلاوتِ ایسی

سایہ رنگ میں ہو بارِ نزاکتِ ایسی      کو لپیں ہلکس سے گلن رہنِ زنگتِ ایسی

غوب ہے اہم کی فروغ نظر انسان پر  
قہقہے نوز کے ہر نخل میں آویزاں ہیں

ذکر طوبی کا سنو ہے وہ عظیم ایک شجر  
اصل اس نخل کی ہے قصر نبی کے اندر  
پہنچے جس کی نہ بلندی کو کبھی مرغ نظر  
شاخیں اتنی ہیں کہ جو سایہ گین ہیں گھر گھر  
دیکھ کر روح کو اک تازہ مزہ ملتا ہے

سبز پتوں سے بھی رحمت کا پتہ چلتا ہے  
برگ ہل جائیں جو تحریک ہوا سے اک بار  
زمنے اُن سے پیدا ہوں کہ جھٹیل اشجار  
شعبے سو نوز واد میں ہیں لہنگ ہزار  
اس کا کیا ذکر ہے انسان کی جو کچھ حالت ہے  
حدود یوار کو اک عالم محویت ہو

قصر ذیجاہ محمد کی وہ عظمت وہ نود  
نور اس کے در و دیوار سے کرتا ہے صمو  
دیکھ کر جس کو ملک عرش پر پڑتے ہیں حدود  
منزل رحمت حق چار صدوں سے محدود  
اس کی تصویر سے یوں قصر جل روشن ہیں  
جیسے غور شید سے دنیا کے مکاں روشن ہیں

جد اول ہے سب سے مسکمی حیدریت در  
عدنانی کی طرف فاطمہ زہرا کا ہی گھر  
حدائق میں نور و کاماں شہتر  
قصر باقت و عبرت ہے مدارج ہی مدار

ہے وہ گھڑی میں کا جو مظلوم مر جھٹائی ہو  
پتھن کے لئے جنت میں بھی کیجاتی ہے

وحید

## ۱۶۔ بہشت بریں

آراستہ بہشت کے چمن جو پائے      سب کی زباں سےیں نیکلا کہ پائے پائے  
خروں جبار بارنگو فوں نے کچھ مٹائے      غنچوں کی طرح غنچہ دہن تن کے مٹرائے

یوں خندہ زن ہوئے چمن گھڑی کے گل  
ہنستے ہیں جیسے وقت بھر کھل کھلا کے گل

دخت زمریوں میں ہر ایک نخل تھا نہال      تھا خوش قدی کا ہنہا ہر ایک سر کو خیال  
طاؤس وجد میں رخسار خوش سلال      ہر نسیم چلی تھی آنکھیلیوں کی چال

طوبی تو مست یا داہلی تھا اوج میں

کوثر بھی جوش بدتا تھا اپنی موج میں

ہر برگ ہاتھ اٹھا کھپکھلا یہ بر ملا      کیا گلبدن میں علی علی اہل مصطفیٰ  
بیل ہزار جان سے ہوئی دیکھ کر فدا      حدیں سب اکھری ہوئیں عرقوں کو کھکے وا

نغمس کے گل      کے نظر تاکنے لگے

انگور بھی بغور ادھر تاکنے لگے

قہر پہ یہاں کے صدقے ہو دنیا کی کائنات      وہ عادت سزا تو ہمیشہ سے ثبات  
 یہ پرفضا مقام یہ محلے یہ میوہ جات      پہنچے یہاں کہ نئے دواطم سے ہوئی ثبات  
 جو کچھ تمہارے واسطے رمالاں میں ہیں کے  
 بسے تلخو یہ بھل میں دلائے حسین کے

اُمس

## ۷۔ ابلہ بری

وہ جن خلد کا پر نور وہ ایک ایک مکاں      سامنے جس کے ہر کم عرض میں پیرا جہاں  
 کو شکیں سر فلک حجر و دور و فشاں      وصف میں وسعت تھرکتے قاصدے جہاں  
 آساں سے نہیں ولاں کی زین کی شوکت  
 جس کی کرسی میں ہے سرِ بزمِ بریں کی شوکت  
 فرش وہ نیم محل جس سے حریر و دیبا      سقف چڑ پور وہ کوٹھوں کی بلندی مٹھا  
 تے جاتے ہیں ملک کرتے بچے و کنوڑا      اک طرف کرتے پیغام ہر گھر کو مٹھا  
 آساں نہیں کم ول کی زین کی شوکت  
 کوئی تبیج کوئی مصلیٰ علیٰ پر مٹا ہے  
 لوح پر سب ہیں مکاں مثل فلک اک طرف      بانع آراستہ کرتے ہیں ملک ایک طرف  
 حوض کوثر کی نمایاں ہے ملک ایک طرف      سلسیل نی دکھائی ہے جھلک ایک طرف

طوبی کویہ چاہتی کہ سائے میں بیٹے آئیں ہر قصر نظر تھا کہ تشریف ادھر کو لائیں  
کوثر یہ چاہتا تھا کہ پس لکے یہاں بھی آئیں خستہ ذلیل تھی لکن نعمتوں کو کھائیں

انجام عشق و بسر مشکل کشا یہ ہے

میوے تھے ذوق شوق میں طرزِ مزہ ہے

ہر دم سہانا وقت ہے نہ روز ہے نہ شب کیا لالہ ہوتا ہے کیا چیز ہے قویہ  
پتوں کو کرتی ہے متحرک نسیمِ حُب سنتے ہیں سن سے غمزدگی کٹش عجب عجب

عیش و طرب کا چار طرف سانا نہ بگہا ہی

یہاں صدمے نہ غم نہ تغیر نہ مرگ ہے

آراستہ ہوئے ہیں تمہارے لیے یہ گھر سب خوش ہے حریرِ بشتی کا سر بسر  
روشن ہے صودتِ دل عارف ہر ایک پر ہوئے میں خل چادرِ قصاب جلوہ گر

میں درخت پہنے ہوئے رختِ نور میں

ایوانِ جواہرات کے میں تختِ نور میں

برشتے میں شانِ صفتِ پروردگار ہے ہر رنگ کے گلوں پہ ہمیشہ بہا رہے  
گلشنِ کارِ خیاں سبز جو اہرِ رنگار ہے شاخوں سے حن دشتِ نکارِ خاکار ہے

یاں کی زمیں بھی ہے تو عنبرِ مرثیہ ہی

گویا دہن بنا جو اسارا بہشت ہے

کہیں نسیم کہیں بنسیر بن جادی ہے  
 مشک اور عنبر سارا کی زمین ساری ہے  
 وہ فر اور وہ رنگ رنگ کچھ لونگی بہار  
 روئیں پک و عصفور وہ نہا لونگی قطار  
 اس طرف سیب کے پوتے تو ادھر نخل نار  
 نرم وہ ڈالیاں وہ جلوہ نما برگ و بار  
 محل و یا قوت سے رنگت میں فر میں ہر پل کی  
 عصف اور وہ زمر و کا ہر ایک کو پل ہے  
 جایا ڈالیوں پر مرغ چمن چھیمہ زن  
 زمرے کرتے ہیں جب بھوتے ہیں نخل چمن  
 اڑتے ہیں کھول کے پر جب وہ میان گلشن  
 یا علی منہ سے نکلتا ہی خوشا صورت چمن  
 چوٹیاں سر پہ میں یا نور کی وتا دیں ہیں  
 پنچے میرے کے ہیں یا قوت کی نقاید ہیں  
 جس میں نعمت ان کی کریم ایک طرف  
 عنبر افشاں ہیں گل باغ نعیم ایک طرف  
 جھومتی پھرتی ہے گلشن میں نسیم ایک طرف  
 تازہ پھولوں کی ہر کنر سے نسیم ایک طرف  
 مشک آگئیں و معطر وہ جگہ ساری ہے  
 جس طرف و کیونے حسن کی تیاری ہی

نفیس

## ۱۸۔ بزمِ قدسی کی آمد

بس کے نزدیک سے اس باغ میں حضرت کھڑو  
غیر لکھول رہے ہیں پئے شکر محبوبو  
نغمہ سخی کے عوین بلبلیں پڑھتی ہیں درود  
رنج ز گنیں سے ہر اک گل کو شادنت کا ہنود

شاد ہو کر کوئی طائر جو چپک جاتا ہے

چونک کر سبزہ خواہیدہ لہک جاتا ہے

خبر آمد سرور سے خوشی ہے جو کمال  
سب کو خواہش ہے کہ دروہ جہاں اتقل  
سرو پابند جگہ کے جو ہیں بڑھاپے محال  
سب سے اپنے میں لکھ جائے نظر بکو جمال

نخل خود رفتہ ہیں حضرت کی زیارت کیلئے

ہاتھ پھیلائے ہیں سب ایلانِ معیت کیلئے

ہیں گل سرخ بھی بیتاب بہت درخواب  
بر یہ کانتوں میں بھیسے ہیں کہ نہیں بھیسے کرتا  
نوجوب کر کے چلتے ہیں کہ ای ہلکتا  
یوں ترشش ہوتی ہیں پر کہ ٹپکتا ہے گلاب

خمل ز گس جو نہیں شلخت سے بڑھکتے ہیں

حزق شاق بنے در کی طرف نکلتے ہیں

تغزکب سے کھڑے ہیں فوجِ بارغِ نیم  
کہیں کئی نہیں اک خطہ ترود میں نیم  
راہِ گل سے قطع ملے جو ہو تکبے غلیم  
وہن گل سے نکل جاتی ہیں گلوں کے غلیم



یاد حضرت کی جو ہر مرتبہ تڑپاتی ہے

بیقراری میں حساباتی ہے اور آتی ہے

شوق دیدار میں ہوتا ہے جو دل بے قابو      سرور چڑھ کر نظر آتی ہے قری ہر سو  
نظر آتا نہیں جب جلوہ شاہ خوش خو      ہوش اڑ جاتے ہیں گہجی ہی نظر کر کو کو

دیر ہو جانے سے ملاؤں جو گھبراتے ہیں

در پہر ہر بار ٹہلتے ہوئے آجاتے ہیں

جگر میں انہیں دم مجبور نہیں مٹاؤں پہ قرار      آرزو ہے کہ ہو جلد میسر دیدار  
دانت کھٹکے ہوئے گتے ہیں      سب امر و نیت میں حسرت میں تڑپ کر ہزار

دم بدم عدم کے جھٹے میں پہ مجبور ہی ہیں

آپ داخل ہوں اسی تاک میں انگور بھی ہیں

جتنی نہریں ہیں نہیں بھی عجیب طبع کا ہوش      اُبلتی چلتی ہیں حلائیں سرویا کا نہیں ہوش  
دم بدم مضطرب و متباب ہیں اولاد بچہ خوش      منتظر یہ ہیں کتاب اکے کریں پانی نوش

مضطرب شوق میں من رہے ہوا پر کوثر

ہر تہ چشم جاؤں سے بنا ہے کوثر

چھیلیں بس کتنی ہیں تڑپتی ہیں کمال      پھرتی ہیں اُجھڑی ہوئی پانی پر جھکی مثال

سناہی صحت کو کھو لوں تو نہیں یہ خیال      دوسرے دیکھیں ہم سے غم کا جمال

غل ہے حمدتِ خفا ہے وہ آتا ہے  
عالمیوں کا جو درد کا ہے وہ آتا ہے

وحید

## ۱۹۔ نظارۂ قدرت

نہ کرتی کچھ بوجھ کر رہبری	اگر تیری قدرت کی کارگیری
طلب میں چلتی ہی رہتی مدام	تو وہ سرچلتی ہی رہتی مدام
کہے سارے عالم کہ حسین کھیت	بنائی ہے تو نے یہ کیا جو کھیت
اسے دیکھتے یوں ہی دنیا گئی	یہ سقف کہہ ہے ابھی تک نئی
رہی اس کی سیت پر ب کی نظر	زمین پر گئیں کتنی سنیلں گزر
اسے رہنے دیکھا ہی رنگ میں	اسے رہنے پایا ہی ڈھنگ میں
ہمیشہ مصفا ہو بے رقت ادب	عجب کہ یہ عجیب رہن ہے چوب
ادھر سے ادھر تک پہنچا ہوا	ندری نہ مقرر نہ کوئی شرکاف
عجب تیری قدرت غیب سے عجب	جھروکا نہ کھڑکی نہ وہ ہے نہ چھید
جدھر دیکھے اس طرف بند ہے	کہیں جو نہ ہے اور نہ پونہ ہے
چرخیں ہیں نہ جھری نہ سلوک نہ جھول	بنایا ہے یک بدست قہر سے گول
نظر کی پہنچ کا ٹھکانہ ہے یہ	عجب قدرتی شامیانہ ہے یہ

ہو کو دیا تو نے کیا نوب رنگ  
 پے اس کی حمد سے نہ جائے نظر  
 یہ تارے جو میں آتے جاتے ہوئے  
 نظر آ رہے ہیں عجیب شان سے  
 چراغ ایسے روشن جو بنیل ہیں  
 یہ محل و گہریں جو کبھی ہوتے  
 کوئی انہیں سونا کوئی انہیں چاند  
 نظر میں جواتے سے آتے ہیں یہ  
 پڑے اپنے چکر میں ہیں گھومتے  
 یہ قائم ہیں تیری ہی تقدیر سے  
 گھیسے جو کبھی اور نہ ٹوٹے کبھی  
 رسائی سے ہاتھوں کی برتری وہ  
 نہ سمیں نہ ندیں نہ وہ آہنی  
 کھلے کب کوئی ہیں کہ کھول اگر  
 وہ زنجیر کی ہے کشش بابی  
 عجب تو نے باندھی ہے باگ خور  
 یہ بگ ہے ہیں اسی لاگ پر

سرسبز ہی عقل اور فکر و رنگ  
 جہاں تک نظر جائے لئے نظر  
 چمکتے ہوئے جگمگاتے ہوئے  
 میں ٹکے ہوئے ستھرا ایلان سے  
 پتیر ہی قد نرکے رکھیل ہیں  
 زمیں سے بھی ہیں اکثر ان میں تپنے  
 کہ یہ ماہ و خور سامنی جگے چاند  
 بہت دور چکر لگاتے ہیں یہ  
 ترس حکم کے ذوق میں جھومتے  
 بندھے ہیں ہم سخت زنجیر سے  
 نہ اس بند سے کوئی چھوٹے کبھی  
 نظر کے بھی قابو سے باہر ہے وہ  
 مگر دست قسمت کی ہے وہ بنی  
 اسے عقل پاوے ٹوٹے اگر  
 نہ اں میں خلل ہنہ بیٹی کمی  
 تلامب کار ہتلبے ہیں زمین زور  
 لگاتے ہیں چکر اسی باگ پر

ہر اک کیلئے مک معین ہے دور  
 نشتر میں ملا کر کے سب چور ہیں  
 سدا چال کا ایک انداز ہے  
 کبھی چلتے چلتے ٹھکے نہیں  
 ہے اس کا آئین بجا و ایک  
 یہ شاہیں ہیں سب ایک ہی صلیبی  
 ہر ایک چیز دوسرے سے تلافیاب  
 ہیں ذرہ نمیس خورشیدی سی صفایا  
 حقیقت میں یہاں دورنگی کہاں  
 نہیں تیری قدر سے کچھ بعید  
 نہیں تیرے عطیے کرم سے عجب  
 ہو گری بھی سر دی لمبی ہر رات بھی  
 یہ ندی یہ نالے سمندر پہاڑ  
 ہو اُبی ہو اولطف باران بھی ہو  
 ہو دوسرے ہی طور سے آسماں  
 خاک پر تنکے بھی ہیں جلوہ گر  
 وہی اک قیر ہو ہی اک طور  
 کہ قانون قدرت سے مجبور ہیں  
 نہ کھٹکانا ہٹ نہ آواز ہے  
 طریقہ سے اپنے بھٹکے نہیں  
 ہر ایک ہی اور استلاد ایک  
 بہا ہیں ہیں کلی ایک ہی فصل کی  
 بلا شبہ رکھتی ہے یکساں حباب  
 ہے خورشید بھی ذرہ کائنات  
 جہاں ذرہ ہو ذرہ جہاں  
 کہ ہو ہر ستارہ جہاں جدید  
 کہ ہو اُس جہاں بھی مخلوق سب  
 اندر جہاں بھی دن رات بھی  
 یہی سبیل بوسے درخت اور جھاڑ  
 خزاں بھی بغافل بہاں ہی ہو  
 ہو پاؤں کے نیچے ہیں بھی وہاں  
 وہاں بھی دور لیں شمس و قمر

ہو انسان بھی آدم حیلان بھی  
ہر اک صفت کما سنا و سلاں بھی

اسمیل

## ۲۔ نیل گری کی سیر

لانی جو وطن سے سوئے غرت	چمک کشش جمال قدرت
دیکھی رنگینی ہر اک جہاں کی	کی سیر ہر اک گلتاں کی
جو نیل گری میں ہاتھ آئی	دولت یہ مگر کہیں نہ پائی
جے پروا اور اتنی خوبصورت	کب اتنی نظر عروس قدرت

میں نے سب کی بہار لوٹی

جو پیچھے سرور قد و بہن ہے	کبار حریف صد چمن ہے
ہر پیکٹری اس کی سرخ عقل	پے بہر زخمت کی جو کونسل
اطلس پہ لکھی ہے سرخ جھال	پوشاک ہر یک ہے لال زیور
کہئے نہیں بھول یا کہ بچی	آلبے نہیں کچھ سمجھ میں اپنی
خشتک بھی گریہ نگہ کی ہے	جگل میں اک آگ سی لگی ہے
دور و کوئی پہاڑیاں ہیں	نیچے جگل میں جھاڑیاں ہیں

چوٹی پہ کہیں کہیں ہیں جنگل      ہرگز ہے جس میں دیو دیگ  
 ہے چیر کہیں کہیں منوہر      ایک ایک سے رات ہی بڑھ کر  
 شمشاد - دیار - یوگیش      ہیں دن کو فرشتے شب کو راکس  
 مٹے مٹے تبت تبت ہیں      غفریت کی طرح سب کھڑی ہیں  
 بے مٹے فلک ہر ایک کا میداں

ان سے پیہ پیہاڑ کی شاخیں  
 ہے غلطیور کا وہ دل کش      سب کرتے ہیں جس کو کس کس کش  
 پیروں پہ یہ کیا ٹھوک رہے ہیں      سرت ہیں اور پہاڑ - ہی ہیں  
 کیا ناک رہے ہیں گارے ہیں      بس پھولے نہیں سنا رہے ہیں  
 خاں رہے کہ ان کا تھا مادل      ہے جس غم و طرب کے قابل  
 رکھتے ہیں غرض صنیر یہ بھی  
 ہوتے ہیں اثر پذیر یہ بھی

نالے دن رات چل رہے ہیں      جیسے سہا بنگل ہے ہیں  
 بچوں کی طرح بچھڑ رہے ہیں      موتی آنکھوں سے جھڑ رہے ہیں  
 پانی ہے پٹانوں سے نکلتا      غل شور مچاتا اور جھلکتا  
 چلنے سے کبھی نہیں یہ تھکتا      رتے سے کبھی نہیں جھلکتا  
 ٹھوکر پہ یہ کھا رہا ہے ٹھوکر      جو شوق کوئی نہیں ہے دھیر

طے کر کے پہاڑ اور صحرا      کتر کے چٹان اور ٹیلہ  
 رہتا ہے پوچھنے کے تابنزل      مانے نہیں اس کے کوئی شکل  
 گر پہنکے ہر ایک یوں ہی نالا      ہیڑ جاتا ہے ہم کسٹار وریا  
 کس زور سے نالہ بہہ رہا ہے      کچھ اپنی زباں میں کہہ رہا ہے  
 گر ہو غلبہ کمال تجھ کو      گر کچھ ہو برائی تجھ کو  
 مقصود اگر ہو کامرانی      کہ میری طرح کیلجو پانی  
 یوں چھاتی تپو بھی رکھتے پتھر      گر ایوں ہی تو وہ دوشٹ میسر  
 جٹل ہو پہاڑ ہو کہ صحرا      وہ دوشٹ طلب میں جادہ پیر  
 مستی ہو جنوں ہو ہوش کے ساتھ  
 توفیق عمل ہو جوش کے ساتھ

بے کتنا بلند ڈوڈا بیٹا      تا چرخ ہی جس کا ڈانڈا  
 بے کتنا تو حقیقتاً ملے      قلابے زمین و آسماں کے  
 اونچی کوئی نو ہزار فطابت      آتی ہے نظر یہاں سے سرشتے  
 ندی وادی پسایمیدیاں      معمورہ خرابہ اور بیا بیاں  
 سب مہر بھک جہل یہاں سے      میتے ہیں دکھائی صرف پیٹے  
 چیمبر بڑا اولیٰ اور اعلیٰ      باقی نہیں ان میں فوق اصلا  
 ازل ہو کہ اشرف الخلائق      اولیٰ ہے نہ وہ نہ یہے فائق

کثرت کا یہ دیکھ کر تماشا  
 رہتی نہیں وقت اپنی حاشا  
 لوٹے وہ دیو یوں ہی بادل  
 بادل ہیں کہ یہ بجز خاں  
 ہے سارا جہاں فطرے غائب  
 قدرت کا غرض ہر ایک نور  
 اب اہم نیا یہ سوچ لایا  
 تاریک کہیں کسیں اجالا  
 ہو جاتی ہے خیرہ چشم بینا  
 اک گھاس کی پتی سے زیادہ  
 اور چھائے اُن کے چار سو دل  
 تا پوسا بنا ہوا ہے کسار  
 مغلوب ہیں سب اور بر غالب  
 ہے شہم خرد کے حق میں پردہ  
 بے دھوپ کہیں کہیں ہے سایہ  
 ابن ہے پسا زاب سراپا

یعنی کہ ہیں روز و شب ہم آغوش

ہیں ساری عداوتیں فراموش

دامن پہ مچھی ہے سبز مغل  
 ایک دوسرے کو یہ ریتے ہیں  
 یہ بچے ہیں تیز رو بلا کے  
 جوتی پہ کبھی ہیں جاد بکتے  
 پیچھے سے پہاڑیوں کے جھانکیں  
 بچوں کی طرح کبھی یہ مچلیں  
 اُبلے نیلے کبھی ہیں کالے  
 اور جوتی پہ کھیتے ہیں بادل  
 یا آنکھ مچولی کھیتے ہیں  
 جب دیکھو گھونٹ پر ہول کے  
 دامن میں کبھی ہیں آدبکتے  
 چپکے ہیں یہ آکے دھانکیں  
 ہر وقت نیا یہ رنگ بدلیں  
 یہ روتی کے نرم نرم گالے



ہے منہ مزلے میں مکتون ق  
 بن جائیں یہ بولے بجائے بادل  
 ہیں کھنڈ بن گئے ہیں  
 اقلیم زمین پہ آسمان کی  
 وہ دینے لگی سنائی بھنکار  
 باتیں ہارٹس کی چل رہی ہیں  
 یہ رعدیہ برقی اور بارش  
 یہ جنگ وجدل کی کھیل گویا  
 رشتہ ہے زمین و آسمان میں  
 یہ ابر نہیں پسا مبر ہیں  
 ہے ارض و سماں سا زان سوا  
 اقلیم زمین و آسمان میں  
 ہے صلح صلاح ان کے دم سے  
 یہ تفرقہ بلسند و پستی  
 بجے جوئے جی نہیں ہم اعداؤ  
 ہے پست و بلند کہنے کی بات

چڑھ جائے ابی کچھ اور اگر دم  
 متوالے سیاہ مست و پاگل  
 یا طبل فلک پہنچ رہے ہیں  
 ہوگی کوئی دم میں اب چھائی  
 چلنے لگی بھلیوں کی تلوار  
 تو پی موتی اگل رہی ہیں  
 دم اصل ہے جنگ کی نائش  
 ہے ان کا بگڑا میل گویا  
 کچھ باتیں ہیں حال کی زبانی  
 اور وجہ وصال ہمدگر ہیں  
 جتنی نہیں کوئی راز ان سے  
 ہیں ایک سفر درمیاں میں  
 عالم میں فلاح ان کے دم سے  
 بیچ پوچھو تو ہے فریب ہستی  
 رکھتے نہیں خدا ہی وہ دنیاؤ  
 بے ماس ہیں سارے اخلال

ہے زیر کوئی کوئی نہ بالا  
بالا ہے فقط خدا تعالیٰ

مسلم

## ۲۱۔ کوہستان کا نظارہ

ایک باغ گل نظارہ ہے شملہ کا سفر  
کھنڈ جو گرائی میں اتارے تو اک تلک ساتھ  
اور دیندگی کا دیکھے منظر پہ اثر  
ایک دریائے زہر ہے کہ لہراتا ہے  
سبزہ و گل سے حلقہ ہی سواک حرم ہی  
گل سے رہنا نہیں دہن بھی خالی ہی کا  
خوشنویاں جن کو نہیں خوف سیاد  
بچہ اک حبش متانہ سے ملتے ہیں یہاں  
دل بھاتی ہیں پرندوں کی صد آہیں کیا  
گو یا قدرت نے عطا کی گلوں کو پرواز  
کیا ویرانے کو فوج نشان قدرت نے  
اک علم نور کا آکاش میں لہرانے لگا

ہاں مبارک تجھے لے عید کی خشتاق نظر  
قلعہ کوہ جہرا ہی تو بک شان کیساتھ  
چوٹیوں اور کھنڈوں پر جودا کیے نظر  
سبزہ ہی سبزہ ہر اک سمت نظر آتا ہے  
صفوں دل بش کسار عجب گلشن ہے  
نخل بند چھو دہر ہے مالی اس کا  
یاں جو پولے ہوئی سرو کی صورت آواز  
پہل اک ہلزد لادین سے گھلتے ہیں یہاں  
پسینے میں پھولوں نے خوش رنگ قیاس کیا  
دیکھنا اٹلی ہوئی نیسروں کے انداز  
کس قدر حسن بکیر ہے یہاں قدرت نے  
دیکھے اسے اس کے کھسے وہ بادل تھا

اے لودا وہ اور بھی کچھ ابر کے پاس آئے  
 نہیں بادل کے یہ منگتے یہ ہیں چنچلیاں  
 ان میں یہ ناز پھیل رہی یہ ادا یہ گھاسیں  
 نیلی پوشاک کسی کی ہے کسی کی ہے سری  
 کیسی اٹھکیلیاں کرتی ہیں ہوا سے دھجوا  
 اے لودا سب چھپ گئیں وہیں میں گھٹک پرپا  
 لو برسے کو ہی پانی وہ گھٹائیں آئیں  
 ابر نے دھانپ لے سب شجر کو وہ وزین  
 رعد نے آگے جو احکام میں کچھ تیزی کی  
 گھل گیا ابر فلک صاف نظر آنے لگا  
 واہ یہ صاف یہ شفاف یہ گہری نیلک  
 دیکھتا ہوں اے انسان تو کیا سوچتی ہے  
 سامنے دور افق تک جو نظر جاتی ہے  
 نظر آتا ہے افق میں جو ذرا ابر سفید  
 اک جھلک جن ازل کی سی دکھا جاتا ہے  
 آبشاروں کا سر کوہ طرب خیزہ شور!  
 ندیاں دودھ کی بہن ہیں یہاں بخت

سینکڑوں رنگ ہی جو ہی کو کھاتے آتے  
 محو سیر کرے باد میں رقصاں رقصاں  
 بادلوں کو کہیں آتی ہیں بجلیاں باتیں؟  
 کوئی نیالی پری ہے تو کوئی سُرخ پری  
 ناحق پھرتی ہیں کیا پیاری لدا سے دھجوا  
 ہو گئے بارش باران کے مٹیساں ماں  
 سینہ کا پیغام لے تھمتی ہوائیں آئیں  
 گویا جزا ابر کے دنیا میں کوئی چیز نہیں  
 وہ لگی دینے گھٹا دا د گہری زری کی  
 نیلگوں جن کی نیرنگیاں دکھلانے لگا  
 زعفران میں یہ رنگت نہ یہ سلم میں دمک  
 طائر روح کو پرواز فنا سوچتی ہے  
 دھرتک کو وہی نیلک ہی نظر آتی ہے  
 شوق نظارہ طلب کو ہی سحر گاہ امیر  
 دیں کو شتاب رخسار بنا جاتا ہے  
 ہاتے وہ فخر ستارہ ہر مقامہ زور!  
 دیکھو راہ تو حسرت سے کہنے یا مست!

بحر کی تہ میں کوئی ہوگا پڑا مروارید  
 آئی وہ دور سے تانا بھجھوٹی کی صدا  
 آہ مستقی جال بخش! جہاں سوز آہنگ  
 گونج کیلے یہ ہے کسار کی پرور و صدا  
 ہائے اسی حسن کے سکن میں بھی آفت ہوئی  
 پیش ہر وقت وہی بیت کا دھندا اس کو  
 وہی محنت وہی ذلت ہے مقدراں کا  
 ورنہ یہ عرصہ کسار عجب منتظر ہے  
 آبشاروں کو جو دیکھو تو ہمہ مروارید  
 گونج بھی ساتھ پیانو ہے بجا تی اپنا  
 تیری تاثیر سے ذی روح بنا تو وہ سنگ  
 اثر تقسیم ہے وجد میں پھر گاتا  
 اس گستاخ ہیں جی انساں کی نصیبت ہوئی  
 جبر حالات کا ہر دم وہی رونا اس کو  
 وہی حرماں وہی حسرت ہی تقدیر اس کا  
 دل کو فرصت ہو تو یو جا کو عجب مند ہو

ذرے ذرے میں یہاں ہی نظر آتا مومن  
 نٹنے روپ میں درشن ہی دکھا آتا مومن

فیضان

## جنگل ۲۲

گرد جنگل نے جنگل میں فضا ہی باغ کی  
 پیر کچھ چھبے تو بریں کچھ بڑے ہیں اس طرف  
 کچھ ہیں تیز سے کچھ ہیں سیدھے کچھ ہیں بلبل طہر  
 تپلی تپلی ان کی شاخیں جنہیں پڑ جنہیں پھیل  
 دیکھ لیں جنگل کو پھر دل کو پہاڑ کی باغ کی  
 کچھ اوپر لٹے ہوئے ہیں کچھ ٹھٹھ میں اس طرف  
 ان کا سایہ ہر طرف دامن میں پھیلے ہوئے  
 وہ ہیں ساکھو وہ ہیں شہم وہ ہیں سادہ بیول

کیا بھی جاتی ہے نہ غلام کے کو جو لوں ملک بہار  
 مختلف شکلوں کے طائر مختلف رنگ کے پر  
 چلتے پھرتے ہیں زمین پر موطا زری کی تھ  
 ابلقہ کچے پچھا ملک کے میں اور کچے پر سپید  
 نغمہ پیر شاخ پر شاہ ماہیں جیسے کہیں  
 غلے سے میناؤں میں مقلد میں پتلا بھی ہیں  
 قمریوں کا رنگ خاک طوق کالے پاؤں لال  
 وجہ آتش شمشیر پہ کو جس کا سر ازید  
 جابجا سبزہ زمیں پر رب بیا خالی زمین  
 جابجا خوش رنگ بوئے جابجا ہیوں کے حال  
 اس طرف دیکھو شیب وریں طرف کچھ ناز  
 غفلت ہے جن کو یہ دلتے گرتی ہے ہوا  
 مال حبش میں شامیں میں شمس ہر طرف  
 دن ہی کو پیڑوں دلتے کو اندھیرا ہی کہیں  
 مل گئی جب صنعتیں قدرت کا لہن ان کی  
 تہر اور تہمت کیا تیس بنے خوش نما  
 لوں میں صحبت کو یکے لے پہاڑی ملک سے

پتیاں سر سبز اوندھ ہیں دروچھو لوں کی بہار  
 کچھ زمین پر چن رہی ہیں کچھ میں ہالٹے شجر  
 بیلے شاخوں پر گاتی ہیں ٹھٹھاتی کی کیلے  
 لال جن کے سمجھ پر میں درخشاں پر سپید  
 طوطی خوش بوجھ شہابے چھلے پر کہیں  
 گھاں کی کڑوں کی خنجر میں ہی کھائی بھی ہیں  
 پھرتی ہیں تانگوں کو چپکے پوتیاں خوش حال  
 سسے پاؤں تک ہی کا لانگ بھاواں بد  
 دھوپ سے زرداوستے سے کہیں کالی زمین  
 بھوایں جس میں کاسنی دھوپے گھلایں زرد لال  
 دوب ایسی بہتر جس کے رنگ پودرات کو ناز  
 اُن کو ٹکرا کر ہم جانجھیں جاتی ہے ہوا  
 ہلتے ہیں پھیلے بسے ہاتھ اور سر کجا ہر طرف  
 بھاریوں نے پھیل کر پیڑوں کو گیارے کہیں  
 تب ہو میں پیدا زمین پر جہیاں میں شان کی  
 پھر پہاڑی پیر تیلوں پہ دگلے خوش نما  
 لاؤ گرنی کو بھی لائے پہاڑی ملک سے

کوہ کی شان آملی سطح زمین کی شان می  
 چار پائے جانور سجھوٹے ہوئے پائے ہوئے  
 چمکے کچے بیٹے ہیں چمکے گزنیں ڈالے ہوئے  
 وہ ادھر چھیل ہیں چھٹے کے کندے دیکھنا  
 خوش نمایاں گمراہ ہیں ان سے ہر قد میں بلند  
 سب سے ہیں حرکات میں خوف کون بھرنا  
 زمرے چند مل کے ملائی ہی کا نلکے تک ہوا  
 کیا میں غل کروں کہ یہ اڑ جائے اس کچھو کچھو  
 منہ سے نغمہ کون چھینے چپ رہو جائے بھی دو  
 اور چڑیاں بھی ہیں گمراہ چپ ہیں اور گنیں

نغمہ زار چڑیاں گنیں شیشم یہ صرف ایک مذاغ  
 اب تو اسی جھگڑے سے چل کر شوق دیکھو میراغ

شوق قدوائی

## ۲۳۔ گنگا

اے دلفریب گنگا اے دختر ہمالہ  
 روفق فضائے ولدی رو کر ہمالہ  
 محبوبہ بیاباں لے دلبر ہمالہ  
 ہندوستان کی زینت تاج ہمالہ

آباد بستیاں ہیں ضیقِ کرمِ مری  
 ہیں بیشمار جامیں والبتہ ہم مری تیرے  
 عکسِ شفق کی بریں پہنچائے تیرے  
 اُف یہ جلالِ زیبا اس پرستِ تیرے  
 موجوں کی گھونٹوں میں خلائِ تیرے  
 دلِ حسین نے غلامِ تیرے احبابِ تیرے  
 قربان اس ادا کے صدقے شکر کی کے  
 کس نے تجھے سکھائے اندازِ ولہ کی کے  
 تو جنگلوں کی دیوی کہ مار کی ہر ہر  
 تمہارا دل فوجی تصویرِ دلبری ہے  
 مانا کہ قیدِ ریمِ الفت سے تو بربد ہے  
 لیکن یہ بے نیازی دولتِ خودِ دلبری  
 بس میں اگر نہ آئے تو خوش کی کی  
 تھا کہ کسی تو گر جا آغوش کی کی  
 کشتوں کو اپنی روئے لے گئی بہا کر  
 جلتی بنی کسی کو یا تھو کہیں رنگا کر  
 پیغامِ مرگِ دنیا تیرے یہاں تھا کہ  
 پھر چو مناسی کو آغوش میں تھا کہ  
 مہر و عطا کبھی ہو جو روحا کبھی ہی  
 رحمت کبھی خدا کی قبرِ خدا کبھی ہی  
 بے خود بنا رہا ہی تھو کو فشاہا  
 تیرے شباب سے ہی نکلیں کناسا  
 کس وجہِ جہم دل ہوتے تباہا  
 سینے سے تو ہر لہتی بن کر قراہا

تو مستی خرابیاں موسیقی تو مل ہے  
 کیوں مختصر نہ کر دوں نام خدا جل ہے  
 تجھ میں کوئی چیز بھی مل ڈالتی ہی غوطے لگا کے ترے پتھر نکالتی ہے  
 ہنس ہنس کے اپنے سر پہ پائی لٹھالتی ہے چھوچکلا دے کھیل بھالتی ہے  
 اُس وقت آ کے دیکھے کوئی غوث تیرا  
 رقص نشا طیر اوجہ سرور تیرا  
 بے اضطراب پیہم گنگا حرام تیرا حیرانی نگاہ بسمل قیام تیرا  
 گوہم عام ہے ہی ہر کلام تیرا ہیں بل دل سمجھتے لیکر پیام تیرا  
 گنگا تری رولنا جذبات آؤں ہی  
 تو سمار محویت ہر ایک شرف و ثناء ہے  
 رکھتی ہی تجھ کو بیکل کیا آرزو کی تیرے دماغ میں بھیستی ہی کوہ کی  
 ہاں تجھے بھی گنگا جی جستجو کسی کی ہے تیری چشم پر غم ویدار جی کسی کی  
 صورا نور و الفت آوارہ وطن ہے  
 جس حال میں مگر ہی دلنا دہکن ہی

جو گن ہے وہ کوئی مت نہ لے لاف  
 ہے نغمہ ریز پیہم جس کا رباب لاف  
 وارفتہ بھمت خانہ خراب لاف  
 پیش نظر ہے جس کے ہر دم کتاب لاف



ہے زندگی کو جس نے سونے بستی بجا  
 اور مسرت جہاں کو صحت بستی بجا  
 خوشی چھپ چکا ہے اور شب بیاں ہی  
 ایشیے خوش ہیں تاکہ بستی بجا  
 تجھے پہلے والے سال کے بکلی ہیں  
 ہر گھنٹے میں تندرناؤ نقل ہیں  
 دامن میں اپنے لیے تجھ کو دہانہ ہونگے  
 ہنگامہ جہاں سے پھر شانہ ہونگے

واقعہ بھاری

## ۲۴۔ دھرتی ماما

یا وہ مجھ کو جب میں چڑھ کر  
 شاخ پاک دھرتی کے بیٹھا  
 کو سوں تک وہ تیرا سبزہ  
 کو سوں تک دھرتی میداں  
 چھلکی چھلکی جھاریاں اس پر  
 تالیاں ، دیریا ، ریتی  
 ایسے تھے سب میری نظر میں  
 جب تک کہ وہ دیکھ داتا تھا  
 ایک پساری کی چوٹی پر  
 کرتا تھا میں تیرا نطفہ  
 دعائی ، ماشی ، کارہی بھورا  
 تھکے صاف چٹیلے میداں  
 قدرت کی گلکاریاں اس پر  
 باغ چمن ، آبادی کھیتی  
 پائیں باغ جو جیسے گھر میں  
 خوش تھوڑا اور یکہوتا تھا

حد نظر کو اور پڑھاؤں      ایسی چوٹی پر جانیوں میں  
 صاف جہاں سے دیکھ سکتا ہوں      شہر اور موہنے گاؤں اور قصبے  
 نکھرے نکھرے چھٹکے چھٹکے      سارا قدرت کا فرنیچر  
 میرے آگے آگے سمت کر      ساری انسانی آبادی  
 یعنی دنیا کی آبادی      میرے آگے کھیل رہی ہو  
 روتی گاتی اور منہستی ہو      اس محویت میں جب میں تھا  
 مجھ کو ہوا معلوم کہ گویا

کوئی مجھ کو کھینچ رہا ہے  
 چونکہ پڑا میں کون ہی کیا ہی

خاندان کا کوری

## ۲۵۔ اکبر آباد

شہر سخن میں اب جو ملا ہے مجھے مکاں      کیوں کرنے اپنے شہر کی خوبی کروں میں  
 دیکھی ہیں ناگرہ ہیں بہت تہنہ خوبیاں      ہر وقت امد سے شاد رہیں جہاں تمناں  
 رکھیو انہی اس کو تو آباد جاو داں  
 ہر مہج اس کی رکنی ہے وہ نور گتری      شہر مندہ جس کو دیکھ کے ہوا عارض پری  
 ہر شام مجھ کو وہ شک لاحت ہے مجھری      میل کی جہد کرنے جس کی ہمہری

### دن روئے مہر طلع مشب زلف ہوشاں

باغات پُربار عسارت پُر نگار      بازار وہ کہ جس پہ چمن دل سے ہونشار  
محبوب دل فریب گل اندام گل غدار      گلشن کہیں ہیں آپ کو گلزار پُربار

کہتے کہیں ہیں اپنے تئیں صحن گلستان

آب دہوا کے لطف کوئی کیا اب کہے      دیکھو جدھر ادھر گل عشرت ہی کھل ہے  
ایہ صحر کو تھپتھپے میں تو ادھر کو چھپے      اشجار باغ و شہر وہ سر سبز لہلہے

سبزوں کو جن کے دیکھ کے حیراں ہو آسماں

ہر فصل میں وہ ہوتے ہیں پاکیزہ سیوہ جات      دیکھے تو پھر نباتات سے بنائے کچھ نباتات  
شہدائے آٹھ پہر لگائے - ہے ہر گھات      قند و شکر بھی دل سے فدا ہیں ان اورات

رہتے ہیں ان کے وصف میں ہر شکر خاں

نہر جن کو دیکھو تو جیسے چمن کی نسیم      لاکھوں بہاریں کھتی ہیں ایک ایک جس کی لہر  
کوئی نہ لے اور کوئی نہ دے شاد مہر      اس پر ہجوم رکھتے ہیں یو سائنٹان شہر

شمشاد و سرو ہوتے ہیں جو نہر و عیاں

گریاں کے پیر نے کاکروں و صف میں قم      تو بحر صغیر بیچ لگے پیر نے قلم  
پیر بس ہیں اس روش کی بائیں ہی ہو ہم      سو سو چمن بھر ہوں شبنم کے دم دم

آجاتے ہیں نظر وہی دریا کے درمیاں

اہل شاد جو کہتے ہیں سو سو طرح شاد      لہر ہی نشا و عیش کی تھتی ہیں دل میں آ

میتا نہیں کنار کچھ عشرت کے بحر کا ساحل پہ خوش خلق سے مٹی نہیں ہو جا

ہو تلے وہ ہجوم بھی ایک بحر بے کراں

یار و عجب طرح کا یہ دلچسپ ہے مقام ہوتے ہیں ایسے کتنے ہی خوبی کے اژدہا م

ہر طور خوش رہی ہے دل اور طبع شاد کام میری نظیو دل سے ہی ہے دعا دہا م

ہنسا ہے یہ شہر بھدا من اور اماں

نظیر

## ۲۶ روضۂ تاج گنج

یار و یہ تاج گنج جو بیاں آشکار ہے مشہور اس کا نام بہت ہر ویا رہے

خوبی میں سب طرح کا اُسے اعتبار ہی روضہ جو اس مکان میں دریا کنار ہے

نقشہ میں اپنے یہ بھی عجب خوش نگار ہے

روئے زمین پہ یوں تو مکان خوب ہیں مل پر اس مکان کی خوبیاں کیا کیا کروں یوں

سنگ سفید سے جو بنا ہے قرنشاں ایسا چمک رہا ہے بجلی سے یہ مکان

جس سے بلور کی بھی چمک شرمسار ہے

گنبد ہے اس کا زور بند ہی سے ہر مند گرد اس کے گلیاں بھی چمکتی ہوئی ہیں چند

اور وہ کس جگہ سے گر گنبد سے سر بلند ایسا ہلال اس پر سنہرا ہے دل پسند

ہر ماہ جس کے خم پہ رہ نوشتا ہے

گنبد کے نیچے اور مکاں ہیں جو اس پاس      وہ بھی بزرگ سیم چلتے ہیں خوش اساس  
 برسوں تک اس میں رہتے تو ہوتے زنجی لوں      اتنی ہے ہر طرف سے گل یاہن کی باس  
 ہوتا ہے شاد اس میں جو کتر تا گزرا ہے

ہیں بیچ میں مکاں کو وہ وہ مقید چیاں      گردن کے جالی اور بھر ہے درفش  
 سنگین گل جو اس میں بنائے ہیں تر شاں      پتے گل سہاگ رنگ بے عیاں

جو نقش اس میں ہے وہ جو اہر نگار ہی      دیواروں پر ہیں سنگ میں نازک عجب نگار  
 آئینے بھی لگے ہیں محسلی و تا بد ار      دروازہ پر کھایا ہے خطاطی و کار  
 ہر گوشہ پر کھڑے ہیں جو نیا اس کے چار

چاروں طرف سے طواف کی خوبی دیا ہے      پہلو میں ایک برج لمبی کہتے ہیں اُسے  
 آتے نظر ہیں اُس سے مکاں دو دفینے      مسجد ہے ایسی جس کی صفت کس سے ہو سکے  
 پھر او بگی مکاں ہیں اوہر اور اوہر کھڑے  
 دروازہ کلاں بھی بلند استوا ہے

جو صحن باغ کا ہے وہ ایسا ہے دلکشا      اتنی ہے جس میں گلشن فردوس کی ہوا  
 ہر سو نسیم چلتی ہے اور ہر طرف ہوا      ہلتی ہیں ڈالیاں سبھی ہر گل ہے خود متا

کیا کیا روش روش پہ بجوم بہا ہے      سر دہی کتبہ میں قرینے سے سنترن  
 کو کو کریں یہاں قمریاں ہو کر شکر شکن      زابل سیونی سے بھرے ہیں چین چین  
 گنار لالہ گل سنترن و سنترن

فوارے چھٹ رہے ہیں رواں جو بار ہو  
وہ تاجدار شاہ بہاں صاحب سر ہو  
بنوایا ہے آنکھوں نے لگا سیم و زر کثیر  
جو دیکھتا ہے اس کے یہ ہوتا ہوا دل پذیر  
تعریف اس مکان کی ہیں کیا کیا کلامِ نیک  
اس کی صفت تو مشیر روزگار ہے

تظہیر

## ۲۷۔ محل سرا

آئی نظر جو مجھ کو وہ نا در محل سرا  
دل میں پری کے باغ کا مجھ کو نقش ہوا  
جب اس مکان کے پاس میں ڈلتا ہو گیا  
دیکھوں تو اس کا ہے در دولت ہر کھلا  
آیا یہ دل میں دیکھئے چل کر کوئی گھڑی  
پہونچا یو نہیں میں اس چمن زرخشاں میں  
عالم سہرے پردوں میں آ رہا سببان میں  
جھکے مکان جو اس کے مری آن آن میں  
کیا دیکھتا ہوں بے میں ہر ایک مکان میں  
سونے کی کھان ہو کہ بھی پھرتی ہی ہڈی  
گلشن کہیں چمن کہیں شیشہ صراحی جام  
قناری نقرئی زمین تو سہرے تمام بام  
فرش طلا بچا کہیں یکسر جڑت کا کام  
طاق و دواق اس کے جھکے ستی لولہ نام  
گو یا کہ اینٹ اینٹ جو اہر کی ہے جڑی  
دیکھی جو میں نے وہاں یہ طلسمات کی ہوا  
عالم جواہرات کا ہر جاچک رہا

اس کی چمک چمک کی بہاریں کہو لیا  
 جی کا جو وہ مکان مری آنکھوں میں لوریا  
 حیرت سے عقل آن کے پکر میں جا پڑی

نظیر

## ۲۸ قلعہ اکبر آباد

یا رب کی شمع کشتہ کا پہاں ہی      یا گلشن بر باد کی فیصل خزاں ہی  
 یا برہمنی بڑھکی ویا دو فغاں ہی      یا قافلہ زنہ کا پس خمیر وں ہی  
 یا نور گزشتہ کی مہابت کا نشان ہی      بانی عمارت کا جلال اس ہی عیاں ہی

اُڑنا تھا یہاں پر چم جسم جاتی اکبر

بجھا تھا یہاں کوں شمشاد ہی اکبر

یا ہر سے نظر قلعہ اس قلعہ پیکر چلے      برپا ہے لب آب جہی صورتی الفند  
 گو پیکر کی لاک سورا مضبوطی مند      یا ہند کا جہوت ہی یا ترک سرفند  
 کیا بارہ نگین کا پناہی قرا گند      رہی کا تر گند پہ بانہ عیاں گمبند

مسدود ہے خندق سے رہ فتنہ و آشوب

ارباب ترقی کے لئے برج میں سرکوب

تیر و قلعہ میں البتہ ہے نوزوں      پُر شوکت و شوئی ان پراس کا خیزوں

گو ہم سرسبیل ہونے ہم پلگروں خراب کی ہستیت ہے چکتا ہے مینوں

پیلان گران سلسلہ باہود جہ زریں

اس ورے گزرنے سے بعد رونق نہیں

اکبر کبھی خزانہ بیریال تھا یا طنطنہ دور جہاں گیریاں تھا

یا شاہ جہاں مرچ تو بیریال تھا یا مجمع ذی رتبہ بیریال تھا

انقصہ کبھی عالم تصویریاں تھا دنیا سے سوا جلوہ نقد بیریال تھا

بتا تھا اسی کا رخ میں دولت کا سمندر

تھے جشن طوکانہ اسی قصر کے اندر

وہ قصر مٹی کہ جہاں علم تھا دربار آئینہ صاف ہے جس کے دریاوار

اور سقف زراعت و زینت چمن ار او فرش ہے مہر کا گر حشیمہ انوار

اب تک قیاس میں جا غور کی لگا سونگ کر بستہ نہ وہ مجمع حفر

کہتا ہے سب کمرز اقبال تھا میں بھی

ہاں قبلہ گہ غفلت و اجلال تھا میں بھی

جب تک کہ مشیت کہ پروتھا منظر نافذ تھا زانہ میں مہر جاہ کا نشور

شاہان معاہدہ عین حیا و ستور کرتے تھے بیغان ذوی القدر و مہر

تائیدی نیات کی کہیں شمع کو پور آوازہ میرشان کا پہنچا تھا بہت دور



کٹاف جہل میں تھرا دینہ طاری  
 تسلیم کو جھکتے تھے یہاں ہفت ہزاری  
 وہ چہرہ دیمک سالک کہاں ہے  
 وہ شاد و سن وہ خٹکان کہاں ہے  
 وہ شہی و تھوڑے دیوان کہاں ہیں  
 فلم لہجہ اندر وہ زبان کہاں ہیں  
 وہ دولت مغلیہ کا رکن کہاں ہے  
 فیضی ابو فضل سے یہاں کہاں ہیں  
 سنانی وہ شاہ فقیر اس صدا حسوس  
 ہوتے تھے جہاں خان و خواہن میں بوس

وہ بارگہ خاص کی پاکیزہ عمارت  
 تا باں تھے جہاں تیر شاہی و زیارت  
 برقی تھی جہاں غلامیاست کعبہ  
 آتی تھی جہاں فتح ملک کی بشارت  
 جہاں شہزادہ مولائی ہر وہ کارت  
 سنائی کرتے ہیں اب اس کی زیارت  
 کتبے سخن خیم سے یوں کتبہ دروں کا  
 خزانہ اسرار یہی تاج دروں کا

اور نکتہ سنگ قائم ہو لب لبام  
 بوسے دیتا تھا بکر بد عظام  
 اشعد میں ثبت ہیں چہا نگہ کا ہیام  
 شاعر کا قلم اس کی بقا کھتا ہیام  
 پر صاف نظر آتا ہے کچا وہ ہی انجم  
 سالم ہر صبح جوتے گی اس کی گوش ایام

فرسودگی نہیں شق اب تو کیا ہے  
 آئینہ کی نسلوں کو بہن خمبہ کیا ہے

ہاں کس لای غاموشی ہوا وقت کجی  
کمر عمیر پر دوش بوجھا سوں پیش  
کلی ہی تیرے وطن پہ کیوں تیر دوش  
جو گہے تیرے تیرے دوشی و تیر کیش  
بولالاکہ زانے دیا نوش کجی نیش  
صیاد مجھے گزری پھلتی تیرا کوش  
عسے کجی مجھ پر گسرہ دےں ہوتے تھے

شاہان معظم کے قدم میں نے چھوئے تھے  
وہ رنگ محل برج منمن کا وہ انداز  
صفت میں ہی ہے شل تو نیست میں منزل  
یاں ماحوش لہو کی گویا آواز  
اب لہو کی تلوار جو کیف آواز  
گنہ ہند کی دھڑکتی سی آواز  
جن تاروں کے پر تو سے تھا یہ برج منور  
زنا کوئی جہ و شہر پر نہ کہے ناز

اب لہو کا مقابر میں نہ خاک ہے بہت  
اگر خدا کا بانی کئی سلمان ہو لباب  
وہ جام بلوریں ہیں وہ گویا لباب  
فنائے شکستہ ہیں تو بہت ہیں لباب  
ہنگامہ جو گنہ ہر سو فائے لباب  
وہ چمن زیتار نہ وہ بستر لباب  
وہ بزم نہ وہ دور نہ وہ جام نہ ساقی  
یہ عرصہ خدا تھا وہ موقف لباب

ہاں طاق و رواق اور در و دام میں بانی  
مستورہ پردہ عصمت ہیں تیرے جو گل  
سودا وہ ترک انہل بزمین تھی  
کچھ خیر و عافیت تھے کچھ لالہ کا بل  
پھر مولیٰ ہند کی انیس گئی دل میں

تغیر کے انداز کو دیکھو بہ تامل      تٹاری و مہندی ہی ہم شان و قبل

سیاح جہان دیدہ کے نزدیک یہ تغیر

اکبر کے خیالات سرب کی ہے تصویر

دوشن کی جھڑکی کی تری قہر ہیں یاد      ہوتی قہر تلال میں یکا یکا دوشن یاد

وہ عدل کی ریخہ مونی تھی ہیں ایجاد      جو سچ شہنشاہ میں پہنچائی تھی فریاد

وہ نور جہاں اور جہانگیر کی اقتاد      اس کلن ہمایوں کو تفصیل ہی سب یاد

ہر چند کہ بے کاری یہ تیسرے پڑی ہے

قدر اس کی توت کی نگاہوں میں بڑی ہے

اب دیکھو وہ مسجد و حمام زمانہ      وہ نہروہ حوض اور وہ پانی کا خزانہ

صفت میں بس ایک چیز ہی کہتے ہو گمانہ      ہی حوز عمارت و عیاں شان شہر بانہ

نیا ہو گئے وہ لوگ کہاں وہ وہ زمانہ      ہر رنگ کے لب پر ہے غم اندوز زمانہ

چھتایہ گلزار کی یہ نفس نذر ہے

مستار محل بہت نہ یہاں نور جہاں ہے

وہ تھیں جہاں چھوڑ دی تھیں بانی      قہر دولت و ثروت فی جہاں محوم بانی

دیکھا اسے جا کرتے بری گت نظر آئی      صحنہ میں جی گھاس تو دیو پر کائی

گو یاد و دیوار یہ دیتے ہیں دہائی      مکن نہیں طغیان حواش و دہائی

جس گھر میں تھے سرین و سمن یا گن و لالہ

اب نسل بابل میں ہے اس کا قبیلہ

وہ سہذیب یا کلاس نبی کی دہن  
خوبی میں یگانہ ہی ہے اس کو یمن  
محراب و بام میں ہے نبی کا مسکن  
موتی سے ہیں دالان تو ہی کا مکان  
کافور کا تودہ ہی کرا لاس کا سودن  
یا فجر کا مطلع ہی کہ خود فردی روشن

بطور کلبے قاعدہ یا نور کا ہے راس

باطل سی ہوئی جاتی بریائی قوت احساس

ہاتھوں نے بہر مند کو اک سحر کیا ہے  
سا پنچ میں عادت کو گنہ گار کیا ہے  
یاتا رنظرمی کہیں تیر کو سیا ہے  
مر مر میں ہر نہر کا سا نور و ضیا ہے  
گوشتیہ ز فالوس نہ ہی نہ ویلے ہے  
ہاں چشمہ خورشید سی آب میں فی سبیلے

چلے جو یہاں سے تو فطر کہتی ہے فی الغور

نظارہ کی دو جھک کو اجانت کوئی دم اور

مسجد نے افشاہ کیا پتھر کی نابی  
اس طلعہ عین شاہ جہاں کی نشانی  
کچھ شوکت سائی کی کہی اس کو گمانی  
کچھ حالت موجہ بایں سحر بانی  
ان چہرہ میں ہے شمع و آغوش بانی  
نوروں کو دل میں ہی ہر اک تہائی

بیج نہ تہلیل نہ تکبیر و اذاں ہے

بس گوشہ تنہائی ہے اور قفل گراں ہے

جھگٹ تھا کبھی لی ذرا لڑا لڑا کا  
مچھ تھا کبھی میں مسلمانوں کا  
چرچا تھا شرب و سریریاں و کھود کا  
ہوتا تھا اور خطبہ سدا حمد و ثنا کا  
ایک قافلہ غیر ابرو تھا غرور و عدا کا  
جو کچھ تھا گندہ چاہے میں چھوڑا تھا ہلکا

ہیں اب تو نمازی سے باقی میں دو تین

یاد صوب ہے یا چاندنی یا سائے مسکین

مہ دور ہی باقی نہ وہ ایام دیباہی  
جو واقعتی تھا سہمے آن خیالی  
ہر کوشک و لیوان ہر یک منزلِ حالی  
عبرت سے ہی لکھنے نوکِ ہر خیالی  
آقا نہ خداوند - اہالی نہ موالی  
جز فاقہ خدا کوئی نہ نورش ہی والی

یہ جملہ عملات جو سنان پڑے ہیں

تھر کا کلیجہ کے سیر ان کھڑے ہیں

اسماعیل

## ۲۹۔ ستارہ

ترکِ خوف کے ہے خطرہ ہر گرجے کو  
آلِ حُسن کی کیا لگی خبر تجھ کو  
متاعِ نور کے ات جانے کا ہونہ کو  
ہی کیا برسِ فنا صورتِ شریعتِ تجھ کو  
زیں سے ہو دیا آسمانِ گھر تجھ کو  
مثالِ ماہِ رانی قبائےِ رنجِ تجھ کو

غضب ہے یہ تری غمی سی جان لگتی ہے  
 تمام رات تری کانپے گزرتی ہے  
 چلنے والے مافرا عجیب سی ہے  
 جواوچ ایک ہی دھڑکے کی پتی ہے  
 اجلی ہو لاکھوں تلوں کی اک فلات میر  
 فنا کی نیند نے زندگی کی مستی ہے  
 دوع غنچہ میں ہے انا فرش گل  
 عدم عدم ہو کر آئینہ دارستی ہے  
 سکوں محال ہے قدرت کے کارخانہ میں  
 ثبات ایک تغیر کو ہے زمانہ میں

اقبال

### ۳۔ صبح کا ستارہ

لطف ہمایا کی شمس و قمر کو چھوڑوں  
 عارضی حسن ہے دشمن ہے مرا نور سحر  
 یہ حق میں تو نہیں تلوں کی بستی اچھی  
 اسی لہندی سی زمین والوں کی بستی اچھی  
 آسمان کیا عدم آباد وطن ہے میرا  
 صبح کا دامن صد چاک کفن ہے میرا  
 میری قسمت میں ہی ہر روز کا مرنا جینا  
 ساقی موت کے ہاتھوں میں صبوحی پینا  
 نہ یہ خدمت نہ یہ رخت نہ یہ عزت اچھی  
 اس گمراہی بھر کے چلنے سے تو غلط اچھی

میری قدرت میں جو ہوتا تو نہ اختر بنتا

قبر دریا میں چلتا ہوا گوہر بنتا

واں بھی موجوں کا کشا کشی ہو چول گھلتا  
ہے چکنے میں مزہ حن کا زیور ہو کر  
ایک تچہ کے جو ٹکڑے کا نصیب جاگا  
اسی چیزوں کا گرد ہر ہی کا غم شکست  
زندگی وہ ہے کہ جو ہونے شناسائے اجل  
ہے یہ انجام اگر زینتِ عالم ہو کر  
کیوں نہ گر جاؤں کسی پھول پہ شبنم ہو کر

کسی پیشانی کے افشوں کی تراؤں میں بھول  
اشک بن کر شرکاء سی ٹپک جاؤں میں  
جس کا شوہر ہر دہائی ہو کندہ میں ستور  
یاس و امید کا نظارہ جو دکھلاتی ہو  
جس کی شوہر کی رضا تابِ فکیر الی نے  
نزدِ رخصت کی گھڑی عاصِ گلگون بوجھائے  
لاکھ وہ ضبک پر پریں ٹپک ہی جاؤں  
ضبر کا خون نکل آیا ہول کر مجھ میں  
کسی مظلوم کی آہوں کے شرروں میں رہو  
کیوں نہ اسی ہیوی کی آنکھوں میں ٹپک جاؤں  
سوئے میدانِ وفاحب وطن سے مجبور  
جس کی خاموشی سے تقریبی شرماتی ہو  
اور نگاہوں کی حیاطاقت گویائی نے  
کشتی حن غم پھرے افروں ہو جلے  
دل سے مانتے تند چپک ہی جاؤں  
ایک طوفان ہوا فکر کا مضر مجھ میں

خاک میں بل کے حیاتِ ابدی پا جاؤں  
عشق کا سوز زلزلے کو دکھاتا جاؤں

۲۱۔

## ۲۱۔ مرجھایا ہوا پھول

ہر حرفِ تقویر کا سہا سہا چھایا ہوا  
پھول جو دیکھو جوتی پر ہی اترایا ہوا  
ان کا غرقِ ہرج گلِ زوڑوں پہ ہے آیا ہوا  
کہتی ہے سار اچھاں ہی میرا مہکایا ہوا  
اب حرف کی شاخ پر اک پھول مرجھایا ہوا  
یہاں ہے دیکھتا ہوں پھر ہی گلزار میں

اس جیسے چھیلے چمن میں یہ گل پژمردہ ہے

یا کوئی حسرت کا پتلا عاشقِ دل مرده ہی

کل اُن گل کا عجب نڈاز تھا طرفِ نکھار  
لیتی تھی اس کی بڑائی گرز پھر پھر کر نیم  
چاندنا سا سکراہٹ ہی تھا اس کی چار سو  
کس کے دل میں چٹکیاں تھیں تھیں اس کی آوا  
سریہ حقیر ہی اس کو تھا کھولے ہوئی ابرو بہار



ناز پرورد و غنا صر تھا بجا کہنا اسے  
دیکھ کر اس کو نہیں پھولی سماقی سخی بہار  
دیکھ پاتا تھا ذرا اس کو جو کوئی گل غدار  
جاہتا تھا جھٹے گھٹا اپنے کرے اس کو بار

نام کوہں کی ہنسی میں تھا نہ غم کا شائبہ  
کیا خبر تھی حل اڑ جانے کوہے رنگ باقا  
تھا رگول میں اس کی دیا موخرن تہیات  
اس کو کیا معلوم تھا چلے کوہے باؤ فنا  
گود میں باد بہاری نے کھلایا ہاٹ  
چوتی تھی اس کا ماتھا پیا سے بادہ با  
کی جو کچھ باد سحر نے اسی میں آکر چھپ چھاڑ  
گد گد نے سے یہ اس کے کھکھلا کر بڑا  
کچھ ہوا ٹھیکہ دلتی اس کا ایسا جھٹکا  
چوتی تھیں اس کا نہ جبکہ جھٹکا نہ انہیں طبار  
چوتی تھیں اس کا نہ جبکہ جھٹکا نہ انہیں طبار

اس کی بو کی باد صحنی صلی کل ہو موج نسیم  
انقلاب آیا ہے لیکن آج یہ کتنا عظیم

جائی تھی گلے جوشخ پنا تاج سر  
جانبے اس کیٹے یہ بار خاطر سے بتر  
دروے اس کی نہیں بھرتی ہر تھن کی سانس  
سرد مہر اسی ہوئی ہے آج تو باد سحر  
ڈھونڈتی تھی گل جانے اس کو رنگ جلنے کے تو  
آج کتے لے لگی ہے اس کو ٹوکولا مقدر  
آج آنکھیں پھیریں گلیں پیریں گریں تو کیا  
زال اس کی کھلتی تھی اُسے گل دیکھ کر  
اپنے حال میں ہیں مست مکان چمن  
کس کو پروا ہے گریے جو اس کی حلقہ نظر  
کل گل تر تھا تو تھا گل گونہ بٹے معن  
حرف تشبیہ غدار ہو شان سیمبر

اب زبان شعریں ہم معنی حسرت ہے یہ

اہل نبیش کو چراغ دیدہ عبرت ہے یہ

اے تماشائی! مرتے میر جن کے لوت کر  
یہ دکھا تا ہے اگر ہوں عقل کی آنکھیں کھلی  
ہوش کے کانوں میں سن لے کہ یہ ہاں و نہاں  
کات و ختم ہیں کس مختصر سستی کو تو  
چار سو پچیس جہاں میں بوتے اخلاق کی  
کل کو چھاپا جلائے ان پر موت کی شرم دگی  
اس گل پڑمردنی جانب ذرا کرنا نظر  
کوئی دکن کو ہیں سب اس کی حسن کی کدو فر  
ان دو ذرہ نہ رہا اگر اس طرح کرتے بسر  
وے خوش سب کے دنوں کو ورنہ پیچھا کھڑے  
دیکھ کر تجھ کو دیوں سے دور ہو غم کا اثر  
التفات نہ دستان کی آج ناواں قدر کر

ہے مری پڑمردنی تیرا بیل رویا ہے حیات

میری ایک ایک پنچوری نہ سیرائیں محبت

۵

## ۳۲۔ حباب

ہر حباب کا نزاکت جوش تھا  
یا کہ حق دیدیا نے پی کیسے عیاں  
یا ہوائے قصہ کیونے خواب کا  
دست سپیں ہوش اس پر کو تو تھا  
کس نے دیکھا اسی سوا بہتا ہوا  
موج کی تھالی کا وہ سر پٹن تھا  
سر پہ شبنم کی فقط سنوئی کلامہ  
تھا وہ بے چوہہ بنایا آب کا  
گنبد گردوں بے حقیق موتا تھا  
آب پر اٹا کٹورا سیم کا

تھی ہوا اس میں وہ کچھ خوبی بھری جس طرح خیشے میں ہوتی ہی پری  
 کیا کہوں اس کی صفائی اور چمک کا منہ پور جاتا تھا دمک  
 اب کہوں خوبی میں اس کی تاجی  
 بندھ ہی تھی دو ریں اس کی ہوا

نظیر

### ۳۲۔ کور برتن

کہے برتن ہیں کیا ری گلشن کی جس سے کھلتی ہی ہر گل تن کی  
 بوند پانی کی ان میں ہر کھنکی کیا وہ پیاری صدا ہی سن کی  
 تازگی جی کی اور تری تن کی  
 واہ کیا بات کو رہے برتن کی

پانی کا آپ ابھی ہے ذرا تہہ قہر ہے جس کا آب حیات  
 کو رہے برتن میں جب لایا ہوا تہہ قہر تو اب حیات بھی ہے مات  
 تازگی جی کی اور تری تن کی  
 واہ کیا بات کو رہے برتن کی

وہ جو پانی کی کوری گولی ہے وہی آئینہ کیوں گولی ہے  
 کیا ہی ٹھنڈا دوا کی گولی ہے کیا کہوں گولی گولی گولی ہے

تازگی جی کی اور تری تن کی

واہ کیا بات کورے برتن کی

چو گوئی کی بوبیاں باندھیں ہم نے پانی کی گویا باندھیں

سونہ سونہ شہنشاہ باندھیں دل نے پھولوں کی جھولیا باندھیں

تازگی جی کی اور تری تن کی

واہ کیا بات کورے برتن کی

کور پٹھاری کا جہے مشکا اس کا جو بن کچھ اور ہی چمکا

لے گیا جان پاؤں کا کھٹکا دل گھٹے کی طرح سے پٹکا

تازگی جی کی اور تری تن کی

واہ کیا بات کورے برتن کی

کوئی تھپا پہ دیکھ کر لوٹا دل لگا ہونے کچھ کھڑا کھوٹا

گرچہ لوٹا وہ تداک ہے چھوٹا جس نے دیکھا اسی کا دل لوٹا

تازگی جی کی اور تری تن کی

واہ کیا بات کورے برتن کی

کورے کوزوں کو دیکھ عالم میں کونے مہری کی جھگٹے غم میں

یوں ہوتے ہیں اب کے غم میں جیسے دوبے ہوتے ہیں نینم میں

تازگی جی کی اور تری برتن کی

واہ کیا بات کو رہے برتن کی

وہ جو کورامفید تھجرتے جس کی جاگیر ملک جھجرتے

بیل بوتے سوائے جھک پر ہی تاش کخواب یا مشجرتے

تازگی جی کی اور تری تن کی

واہ کیا بات کو رہے برتن کی

جس عراجی میں مرد پانی ہی موتی کی آپ پانی پانی ہے

زندگی کی یہ نشانی ہے دوستو یہی بات پانی ہے

تازگی جی کی اور تری تن کی

واہ کیا بات کو رہے برتن کی

جتنے نذر و نیاز کرتے ہیں اوچو پیڑ سے اپنی ڈستے ہیں

جب کہ نہ پھول پان جھرتے ہیں یہ بھی گوری ہی خلیاں گتی ہیں

تازگی جی کی اور تری تن کی

واہ کیا بات کو رہے برتن کی

خاک سے جبے ان گوشتے ہیں بندگی سے یہ اپنی بڑھتے ہیں

کوروں پر پھول ہار چھتے ہیں حوروں غلماں مردوٹھتے ہیں

تازگی جی کی اور تری: تن کی  
 واہ کیا بات کو رے برتن کی  
 کوں پھر نظیر جو بن ہے      جو جے میں کہاں فکھن کھن ہر  
 جس گود پچی پکورا باسن ہے      وہ گود پچی نہیں بے گلشن ہے  
 تازگی جی کی اور تری تن کی  
 واہ کیا بات کو رے برتن کی

نقصیر۔

## ۳۴۔ دال کی فریاد

ایک لڑکی گھاتتی ہے دال      دال کرتی ہی عرض یوں حوال  
 ایک دن تھا بری بھی تھی میں      سارے آفات سے بری تو میں  
 تھا ہر کھیت میرا گھوارہ      وہ وطن تھا مجھے بہت پیارا  
 پانی پی پی کے تھی میں ہراتی      دھوپ لیتی کبھی ہوا کھاتی  
 مہنسہ پرستنا تھا جھونکے آتے تھے      گودیوں میں مجھے کھلاتے تھے

یہی سورج زمیں تھے ماں باوا

مجھ سے کہتے تھے نیک بڑا ماوا

جب کہ مجھ کو پال پودیں مڑا      آہ عالم کسان آن پر

گئی تقدیر یک بیک جو پلٹ  
 خوب تو ادبڑی دڑی کہ کے  
 ہو گئی دم کہم میں بروادی  
 کیا تاؤں کہاں کہاں کہینچا  
 ایک غلام سے ول پٹا پالا  
 ہو تقدیر کا کھسا پورا  
 نہ سخی میری آہ اور زاری  
 چھانا بھلنی میں چھاج میں بٹکا  
 پھر مقدر مجھے یہاں لایا  
 کھالی کہنی الگ کئے پھٹکے  
 تنک اور مرتج پر لٹایا خوب  
 ال پکھیر کے تنوکے ہیں  
 میرے گلے کی لے رہی ہونجر  
 گرم کھی کہ کے مجھ کو داغ دیا  
 ہاتھ ہو کر پڑی ہو مجھے تم

کھیت کا کھیت کر دیا تلپٹ  
 مجھ کو گونوں میں لے گئے بھر کے  
 چھن گئی ہائے میری آزادی  
 دال منڈی میں مجھ کو جا بیجا  
 جس نے گلے میں مجھ کو دل ڈالا  
 دونوں پاؤں کے کر لیا چورا  
 خوب بننے کی خریداری  
 قید خانہ بنا میرا مٹکا  
 تم نے تو اور بھی غصہ بٹھایا  
 زخم کیوں کر ہے نہ ہونل کے  
 رکھ کے چولے پر جی جلایا خوب  
 اور ناخن کے بھی کچھ کے ہیں  
 دانت ہی آپ کا سرے اوپر  
 ہائے تم نے ہی کچھ نہ رحم کیا  
 جان پر آبی حواس ہیں گم

انجی بی بی تمہیں کرو انصاف  
 ظلم ہے یا نہیں قصور معاف

کہا لڑکی نے میری پیاری وال  
 تو اگر کھیت سے نہیں آتی  
 یا کوئی گائے بھینس چر لیتی  
 میں تو تیرا بڑھاتی ہوں  
 نہ سستا نہ بی جلانا تھا  
 اگلی بیتی کا تو نہ کر کچھ غم  
 ہر بانی تمی سب نہ تھا یہ ستم

اسمعیل

## ۲۵۔ جیب گھڑی

بے بڑی اچھی مری چوٹی گھڑی  
 گھومتی رہتی ہیں دولوں مویاں  
 اس کا دھکن کھول کر دیکھو ذرا  
 پھر رہی ہیں پھر کیاں سی سیسیدوں  
 چلتی رہتی ہے یہ کٹ کٹ ہر گھڑی  
 ایک چوٹی ہے تو ایک اس سے بڑی  
 واہ وا اندر تو ہے جھلگ بڑی  
 کس صفائی سے ہر اک گل ہے بڑی  
 اس کے پرزے چلتے رہتے ہیں صدا  
 بس انھی سے نام ہے اس کا گھڑی

وجہات



## ۷۵. عصا

ہوتی ہے دنیا میں جو کچھ تحفہ چیز  
 کو بی و مقام اس کا سب اپنی ہاتھ  
 کس میں یہ تو فیق ہے کی جو خیال  
 اس کے گھرنے کو جو کیجے خیال  
 کوئی تو ہے خاصہ معجز طراز  
 اس کے بڑوں کی ہی بڑائی قدیم  
 گو کہ سخن گو نہیں یہ راست باز  
 جو کوئی سمجھے ہی رموز و نکات  
 گو کہ ہوں اب نالہ گروہ و رگلو  
 سحر ہے یا کسرتی کی تقریر ہے  
 لکڑی کی نسبت سے تو معدوم ہے

سب سے ہی سودا کو یہ لاشیٰ عزیز  
 جب کہیں چلے تو بی بے غدر ساتھ  
 ہاتھ پکڑ کرے تو لیوے سنبھال  
 چھوٹے شے جتنے ہیں سب کی کمال  
 کوئی سنگ مرمر ہے نئے نغمہ ساز  
 داں ہے اعجاز عصا کے کلیم  
 تسبیح و سجاث انشیب و فرائد  
 اس سے سدا کہتی ہی لاشیٰ یہ بات  
 میں بھی تھی سر سبز جہاں میں کعبو  
 جس میں کہ عبرت کن یہ تاخیر ہے  
 آوی ہونا تو بہت دوسرے

سودا

## ۳۷۔ بہشت کے پرند

بلکے شاخا جو کی یک یک نظر ہوش مار گئے پھر گئے دیکھو وہ جانور  
سرخ و کبود و سبز نقش ہر کا سر شکلیں جو مختلف تو غنیمت ظالم کی پر

سربایہ جہاں و محاسن متاع تھے

شہ پر چاہ میں رشک خطوط شعاع تھی

ترکیبے ہر ایک کی عیشاں داری لعلیں کسی کی حشم نگہ جسم افزائی  
بالکل بسن سنگ ستار کوئی بیا یک رنگ کوئی نیت بقوت احراری

ساوہ تھا اک تو رشک و شہا ہوا رتھا

سر سے قدم تک ایک جو اہنگار تھا

زیر کسی کا مترنوں گلی گلی مقیش کے کسی کے پڑیں میں جلا جلی  
سر پر کسی کے نام محمد لکھا جلی سینے پہ بعض کے بختا سبز یا علی

کتنوں کے جسم بھر پہ رقم بختن کے ہم

اکثر کے بازوؤں یہ حسین و حسن کے اسم

پاری ادوہ انکی اک نظر کو بچائے خوش خیلوں پہ ہر شاخ کو تیرا بیانی  
پھوسا لبہ و سر بھی گاہ چھپائے پتے کبھی ادھر کبھی ان دیوں پہ

تی ملی تورہ گئے پر قوتے ہوئے  
پنچلی گلی تو ملے اُٹ بولتے ہوئے

انس

## ۳۸۔ ہشتی پرند

جالور ہاں کے وہ خوش وضع خوش نما حسین  
آنکھیں ہر ایک کی یا تو رخِ زمرہ دے آئیں  
گل شکم پر ہیں کسی کے تو بے پروا  
صورتیں بہتر و خوشتر تو صدائیں رنگیں

زمرے بھی ہیں ترانے بھی ہیں آہنگ بھی ہیں  
ہیں اگر مختلف الملن تو کیرنگ بھی ہیں

ان کی خوش فعلیاں لکڑی کوادائیں پیاری  
ہنیتیں وہ کہ عیدِ شانِ جناب باری  
سرخ کوئی کوئی زرد اور کوئی رنگاری  
تن پہ بعضوں کے عجب حسن کی مینا کاری

عاشقِ آل ہیں شیدا شدہ لولاک کے ہیں

نام سینوں پہ رقمِ پختن پاک کے ہیں

نقوشِ سینکڑوں طائر ہیں بعدِ حسن  
بال و پر صاف چمکتے ہوئے سیلابِ سون  
رنگِ جنسوں کے طوائف کہ خدا ہو کندن  
دیکھ آئیں کہ جہاں ماندر ہی سونچ کی کرن

تو تپ ہے نہ گلی کوئی نہ پر جھڑتا ہے

بانوؤں کو جو کجالتے ہیں تو نہ بھڑتا ہے

سادگی جن میں ملنا یا کچھ ایسے ہی طیور  
 تین بے شغاف پائل میں چمک شل بلو  
 دونوں پر کھول کے بھین جو بھی وقت طر  
 یاد ہوتے ہو عیاں اس کا ادھر سے ہوتا ہوا  
 برج میں قلب و جگر رنگ جو دکھلاتے ہیں  
 ٹکٹے یا قوت کے شیشوں میں نظر آتے ہیں  
 غول سے اڑ کے کوئی جانب درجا بیٹھا  
 سب ہی اونچا کوئی بالائے شجر جا بیٹھا  
 کوئی آیا ادھر اور کوئی اور عمر جا بیٹھا  
 شوق میں کوئی قریب گل تر جا بیٹھا  
 سب نے اڑ کر کبھی چکر کیا گلزاروں پر  
 چھپا آئے کبھی باغ کی دیواروں پر

وجہ

## تتلی ۳۹

خوش نما حُسن ترا او تتلی  
 دلربا تیری ادا او تتلی  
 جسم چھوٹا سلبے نازک بازو  
 تنگ شل گھل رعنا دل جو  
 صرف صورت تیری کیا پار ہی  
 تیرے اٹنے کی ادا پیار ہی ہے  
 جگہ بہر پھول پہ چالاک سے  
 تو لپٹ جاتی ہی ہے باگ سے  
 پیار کرتی ہے اسے جو مہ کے تو  
 لیتی ہے اس کی غذا اجڑم کے تو  
 دی ہی فطرت نے نزاکت تجھ کو  
 کہ کسی پھول پہ تو بار نہ ہو

غنی محض سی ہی تتلی تری جاں  
 لڑ خد شریک نہیں پر جو ہیں حال  
 چھوٹ چھوٹے ہیں سر اسے روشن  
 نمن گھٹن میں ادھر اور ادھر  
 تیری پرواز مجھے بھائی ہے  
 گھومنی بھرتی ہے ڈالی ڈالی  
 باد صحر کا چلے جب جھونکا  
 لوریاں تجھ کو ہونے دی ہیں  
 رُک کچا ترا پیا را ہے مگر  
 دھوپ آنے سے نہ ہوتا یوں  
 بھاگ اڑ بھاگ اڑ بچے آئے  
 بے گم ہیں نہ تجھے چھوڑیں گے  
 تو خدا جانے ہی چپ کہ جاں  
 ان سے چکا تری صورت کا جمال  
 یاروں پر نہیں ستائے روشن  
 پھول اڑتے ہوئے آتے ہیں نظر  
 مگر امنوس کہ ہر بھائی ہے  
 جھومتی بھرتی ہے ڈالی ڈالی  
 تب ہی دشوار ٹہرنا تیرا  
 شوخیاں تجھ سے ملنے کی ہیں  
 گل ترے رنگ سے چلتی ہے نظر  
 جب لگے پیا تو زنجیریں کچھیں  
 ان کے ہاتھوں سے نہ پھری جائے  
 تجھ کو پائیں گے تو پرتوئیں گے

ہے ہی خواہ ترا اسے تتلی  
 مان محوی کا کہا اسے تتلی

محوی مکھنوی

## ۴۔ اٹنے والے پھول

اُس چمن میں ہیں یہ نرلے پھول	آؤ دکھائیں اُٹنے والے پھول
ہلکی کوئی اور کوئی آتی ہے	کوئی سبز اور کوئی گلابی ہے
جس کو دیکھو غصہ بکار نہ لگایا	کوئی نیلا ہے اور کوئی پیلا
آنکھ صفت پہ اُن کی حیران رہی	چتر کی قدرت نے اُن اپنے نشان ہی
صد سے بڑھ کر کیفیات ان کی	پتیاں و وہمیا کائنات ان کی
کیسے دلفریب زیبائش	گھاس پر دیکھو ان کی آرائش
تیکہ جانتے ہیں ہر توجہ دہان کے	نغمہ نازک ہر سحرے تنکے
نہیں ان کو لگانہ دینا باقیہ	بکھینچا تم بڑھانہ دینا ہاتھ
ان کی ہستی کا ہو گا افشا راز	یل سے کر جائیں گے ابھی پرواز
اس چمن کی فضا میں کھلیں گے	شاد ہو کر ہو امیں کھلیں گے
ناز سے شوخیاں کریں گے یہ	خوب اٹھیلیاں کریں گے یہ

پھول "مجھے ہونے تھے ہم جن کو  
لوگ کہتے ہیں "تتلیاں" ان کو

## ۴۱۔ جگنو

جگنو کی روشنی ہے کاشانہ چمن میں  
آیا ہے آسمان سے اتر کر کوئی ستارہ  
یا شب کی سلطنت میں دن کا سفیر ہوا  
تک کہ کوئی گرا ہے ہتھاب کی تباہی کا  
حسن قدیم کی یہ پوشیدہ اک جہلک تھی  
پھول سے چاند میں تھی ظلمت بھی روشنی بھی  
یا شمع جل رہی ہے پھولوں کی انجمن میں  
یا جان پر مچی ہے ہتھاب کی کرل میں  
غربت میں آگے چکا گناہ تھا وطن میں  
فدہ ہے یا ناپاں سورج کے سیر میں  
سے آئی جس کو قدرت خلوت کی انجمن میں  
نکل کھڑی گہن سے آیا کبھی گہن میں

پروانہ اک ترنگ جگنو بھی اک پتنگا

وہ روشنی کا جو یا یہ روشنی سراپا

ہر چیز کو جہاں میں قدرت نے دلیری دی  
رنگیں نوا بنایا مہرِ ان بے ثواب کو  
نظارہ شفق کی خوبی زول میں تھی  
رنگیں کیا سحر کو بانگی رہیں کی صعدت  
سایہ و یا شجر کو پرواز دی ہوا کو  
اک مشتِ گل میں رکھا احساس کا شرارہ  
پروانے کو تپش دی جگنو کو روشنی دی  
گل کو زبان دے کر تعلیمِ خاموشی دی  
چمکائے اس پری کو تھوڑی سی زندگی دی  
پہنائے لال جوڑا شبنم کی آرمی دی  
پانی کو دی روانی نوجوان کو بیکلی دی  
انسان کو اگلی کیا ظلمت کو چاندنی دی

یہ اتنا زلیکن اک بات ہے ہماری  
جگنو کا دن وہی ہے جو رات ہی ہماری

حسن ازل کی پیدائش ہر چیز میں جھلک ہے  
یہ چاند آسمان کا شاعر کا دل ہے گویا  
اندر گوشتگو نے دھمکے دیے ہیں ورنہ  
کثرت میں گنایا ہے وحدت کا راز غنی

انسان میں وہ سخن ہے غنچہ میں چمک ہی  
وہاں چاندنی ہے جو کچھ یاں دھمکی لک ہی  
نغمہ ہے بوئے میں بوجھول کی چمک ہی  
جگنو میں جو چمک ہے وہ پھول میں جھلک ہی

یہ اختلاف پھر کیوں ہنگاموں کا نخل ہو  
ہر شے میں جب کہ پنہاں خاموشی ازل ہی

اقبال

## ۴۲ - بھونرا

طاثر خوش خبر ہے نام مرا  
مری بستی ہے پھول کی خوشبو  
داوی کوہ سیر گاہ مری  
نہیں کس گل سے ہم دلہ مری  
پھول پھولے نہیں مٹاتے ہیں  
جنے یہ کج گاہ غنچے ہیں

الفن حسن ہے پیام مرا  
غنچہ و گل کی دید کام مرا  
باغ مسکن ہے صبح و شام مرا  
باغ مسکن ہی صبح و شام مرا  
سکراتے ہیں سن کے نام مرا  
جھلک کے لیتے ہیں سلام مرا



مانتے ہیں صنوبر و شمشاد      سرو آزاد ہے غلام مرا  
 بادۂ اُنس کا نقشہ ہی مجھے      تے الفت میں رہے جام مرا  
 حُسن کو چھوڑتا ہوں ہر گل میں      فوق دید اس قدر ہی جام مرا  
 جس جوئے گل است ہستی من

ہو شکاری نثارِ سستی من

شاہدِ گل کا حسن جاں پرور      کوئی دیکھے کا مجھ سے کیا برہ کر  
 ابھی اس کے جمالِ رعنائ تک      نہیں پہنچی نگاہِ فوقِ نظر  
 ابھی اس بھینی بھینی خوشبند سے      نہیں ہکا مشامِ بادِ سحر  
 ابھی اس پلے پیاسے چہرہ کو      نہیں دھیا ہوا اس نے آ کر  
 اس کی شہرت کا چار کو پیغام      نہیں لے کر گئی نسیمِ سحر  
 حال پر غندیبِ نالوں کے      نہیں کی اس نے سکرانے نظر  
 اس دلاویرِ حُسنِ زیبائی کی      نہیں گھپیں کو خواب میں بھی خبر  
 میں ہوں اس حال میں بھی یقین      ہیں غایات اس قدر مجھ پر  
 ہم نفس ہوں نہیں و محرم ہوں      میری الفت میں اس قدر ہی اثر

مجلد آرائے خلوتِ من

بزمِ پسیرائے جلوتِ من

دادِ گلستِ دے رہا ہوں میں      محو ہر رنگ و ہر ادھوں میں

پیار کرتا ہوں جاکے گینے کو      منہ بنفشے کا چوستا ہوں میں  
 آنکھ نہ گرسے جاڑتا ہوں      مائل چشمِ فتنہ زرا ہوں میں  
 لگ چلا نہیں کے سیوٹی بکھی      کبھی چنپا سے جاٹا ہوں میں  
 کبھی جو ہی سے چھوڑ کر نہ تھا      دل لگی میں کوئی بلا ہوں میں  
 یاسمن سے پی میری سرکوشی      موتیا سے سخن سرا ہوں میں  
 بے نسیم سحر سے یارا نہ      راز و ایر دل صبا ہوں میں  
 دل دکھاتا نہیں کسی کا بھی      ابروئے جادہ صفا ہوں میں  
 متبرجڈ ماصفا سوگتھا ہوں      علم دمع ماکد رپڑھا ہوں میں  
 دلم از نور مسر معور است  
 رہے گانگی زن دور است

نیرفک

### ۴۳. بھونرے کی بقیاری

نہ وہ کیستکی کی بھین رہی      نہ وہ موتیا کی اداری  
 نہ وہ استرن نہ سمن رہی      نہ وہ گل رہے نہ فضا رہی  
 نہ گوں کے اب ہیں وہ قسے      نہ وہ بیلوں کے ہیں چھپے  
 نہ غزل مرودہ کوئی رہے      نہ وہ قریوں کی صدا رہی

نہ وہ سرو ہے نہ آبِ حو  
 نہ بغشت ہے نہ وہ ناز بو  
 نہ وہ صبح کی ہیں تبلیاں  
 نہ وہ اودی اودی ہیں بدلیاں  
 نہ انگلیں ہیں وہ شباب کی  
 نہ ہو ایں بوہے شراب کی  
 وہ کنول غضب کے تھے دلربا  
 گر اب نہ ان کی ہے وہ ادا  
 لب آب جو تھی فنا غضب  
 مہ کنج میں تھے روز و شب  
 وہ غضب کی کو کردہ زمزمہ  
 مرغِ خام سرو پہ فنا خستہ  
 ہیں کنول کی خشک جو تپید  
 ہیں شب کوئی کی کھچیاں  
 یہاں نعلی جو ہی کی اک کلی  
 مجھے لگی ہیں کی ادا پہلی  
 یہاں گل فلکستہ تھے جا بجا

نہ وہ ہم صغیر ہیں خوش گلو  
 نہ وہ جعفری نہ خنار ہی  
 نہ شفق کی آہ ! وہ جھکیاں  
 نہ وہ بھینی بھینی ہوا رہی  
 نہ وہ پتیاں ہیں گلاب کی  
 مجھے مست تھی جو بنا رہی  
 جہاں لٹتے تھے سر ہم نوا  
 نہ وہ بو رہی نہ سفار ہی  
 وہ بہار کی تھی ہوا عجب  
 مے بیخودی تھی پلا رہی  
 دسری صوبہ بھری صدا  
 مجھے لوریاں تھی سنار ہی  
 مری خواب گہ تھی کہیں یہاں  
 تھی نسیم جو گلو سلا سلا  
 جو ہمارے ہانوں کی گلو پہلی  
 مجھے کنج میں تھی جلا رہی  
 یہاں نعلی زری تھا جس رہا

یہاں مسکراتی تھی موتیا      یہاں چپا ادا تھی دنگا رہی  
 نہ نگلوں میں بونے وٹا رہی      نہ وہ دل فروزا داری رہی  
 نہ چمن رہا نہ فضا رہی      نہ وہ دل رہی نہ ہوا رہی  
 نہ روش ہے اب وہ سپہر کی      نہ نگلوں میں بونے وہ قہر کی  
 کہ ہوا ہے گلشن و ہر کی      مجھے سنبھلائے دکھ ہی  
 سرور جہاں آبادی

### ۴۴ - نغمہ

مرے قلب کو زندگی دے جاؤ      حقیقت کی مٹل سے پردہ اٹھاؤ  
 میں قطرہ ہوں مجھ کو سمندر بناؤ      کچھ اس طرح تاویز نغمہ سناؤ  
 یوں ہی پیاری چیز یو! ابھی اور گاؤ  
 مہکتے ہوئے چول کے پاس جاؤ      لچکتی ہوئی شراخ پر بیٹھ جاؤ  
 ہوا میں کبھی اُنکے بلندہ ہلاؤ      کبھی صاف حلقوں میں غور نہ گاؤ  
 یوں ہی پیاری چیز یو! ابھی اور گاؤ  
 ٹھیک کر لیجئے ادھر دھڑکاؤ      چپک کر ابھرئے ادھر پر ہلاؤ  
 چپک کر کبھی شام پر چھپاؤ      اچھل کر کبھی نرسیر رنگٹاؤ  
 یوں ہی پیاری چیز یو! ابھی اور گاؤ

کبھی ہرگت تازہ کونہ میں دباؤ      کبھی کنی میں بیخہ کر پھر پھر اؤ  
کبھی گھاس پر لوٹا کیل بھاؤ      کبھی جا کے بیلوں کو بھولا بناؤ  
یوں ہی پیاری چڑیا ابھی اور گاؤ

نہیں جاگتی روح میری جگاؤ      میں غفلت میں ہوں دل چپکا لگاؤ  
کوئی سردی ساز کی گت بجاؤ      مجھے اپنے نغموں کے معنے بتاؤ  
یوں ہی پیاری چڑیا ابھی اور گاؤ

میں تیراب ہوں مجھ کو جلوہ دکھاؤ      میں گمراہ ہوں مجھ کو رستہ بتاؤ  
نہ جھکنا نہ سٹونہ کچھ خوف کھاؤ      مرے پاس آؤ مرے پاس آؤ  
یوں ہی پیاری چڑیا ابھی اور گاؤ

شبیر حسین

## ۴۵۔ مرغی اور اس کے بچے

شام ہے اور اندھیرے کا وقت      ہے پرندوں کے بسیرے کا وقت  
اب ہے پانی کی نہ دانہ کی تلاش      جس کو نہ پینے ٹھکانے کی تلاش  
رات پھر جب کہ گزر جائے گی      اور اُجالے کی گھڑی آئے گی  
سینو تم آٹھ کے سویرے سوڑا      یہ جو ہے گھر میں تھراے مرغا  
پھر پھر تاپا ہے پروبال کو کیا      جھانڈتا ہے وہ سستی گویا

اور بھرتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں      چیتا زور سے ہی لگڑوں کھٹ

دن نکلتے ہی ادھر مرغی بھی      فوج بچوں کی لئے نکلے گی  
تاکہ وہ صبح کا کھائیں کھانا      رات بھر کے ہیں بے آب و دانہ  
چونچ سے دیگی وہ منہ میں اُن کی      جو چُپے پائے گی دانے دُکے  
مکڑے روٹی کے ہوں یا ہودانہ      ہے غذا اُن کی یہی روزانہ

مینہ ہستلبے تو بچے سارے      آؤ بکتے ہیں پروں میں مارے  
چین سے اُن میں پچھے رہتے ہیں      ماں کی چھاتی سے لگے رہتے ہیں  
مرغی جس طرح کہ لہ بچوں کی      کرتی ہے شام و سحر رکھوالی  
بس اسی طرح سمجھ لو کہ خدا      ہے ہماری بھی خاالت کرنا

حالی

## ۴۶. تلاشِ محبت

(ایک بٹی کے بچے کو دیکھ کر)

اس قدر یحسین کیوں پھرتی ہے اُنہی کی جان      شور سے سر پٹھا کھا چکیوں تارِ ماکاں  
دودھ پی لے بھوک نے تجھ کو ستالیس اگر      وہ دہرے دودھ چھوٹی سی پیالی پل دھر

دو دھبے پڑتی نہیں تو اخیر لے تیرے لئے  
گروشت کو بھی تو نہیں چھوڑے تو کوئی کیا کرے؟  
آرزوئیں تجھے اپنی بٹھالیتا ہوں میں  
پر یہ ال پر بیٹھ کر تجھ کو کپڑاں آرام ہے  
بیٹھ کر گھٹنے پر سر غر کرنے لگتی ہے کبھی  
پیار کرتا ہوں تو اس پر بھی نہیں تجھ کو قرار  
کس قدر الفت نکلتی ہے نگاہوں تیری  
ہائے لہنا دن اب سمجھا میں تیرا مدعا  
دھونڈتی پھر رہی ہے ہاں وہ گوہر نایاب تو  
گوشت تجھ کو سام گار کھا ہی یہ بازار ہے  
ہاں ہستیا ہے کہیں شری کی شدت لے لے  
آجے روزی کے طے سے پالیت ہوں میں  
تللانے سے ترپنے می یہاں ببا کام ہے  
سر کو میرے پاؤں تو دھرنے لگی ہے کبھی  
ناخکیبائی ہی تیری حرکتوں سے آشکار  
ہلے کیا حسرت نکلتی ہی نگاہوں سے تری  
تو ملائی ہر الفت میں ہے عشق زریا  
جس کی ہی انسان کو مجھ سوں میں ناخو  
نیرنگ

## ۴۷۔ گھوڑا

جولانی سمند سے بجلی تھی شرسار  
تنگی سے دشتِ ظلم کے دل تھا جو بیقرار  
ہر دم تھی جست و خیز طے تھے بار بار  
گھبرا کے چاہتا تھا کہ ہوا آسمان کی پار  
جاتا عدم میں اڑ کے حد کائنات سے  
لیکن نہ زور چلتا تھا قید حیات سے  
گزرے تھیں میں گریہ بک سیرا ہوار  
شبنم کی طرح صحن میں منبر پہ ہونہار

مجھے صبا کہ راز ہے گلشن کا آشکار  
میں کہے کہ از سر نو آگنی بہار  
ہر گل کو ہو یقین کہ جن کی نسیم ہے  
وہو کا نسیم کو ہو کہ گل کی نسیم ہے

اُنس

## ۴۸۔ گھوڑا

زور آور و قوی و توانا و سر بلند (۱) نازک مزاج و خود سر و وطن زخرو پسند  
بانگی کنوئیاں تھیں تھناو تھے جو زبند  
بُٹھا ہوا تھا۔ باد بہاری شمیم تھا  
منزل تمام کرتا تھا یکدم میں راہوار (۲)  
کو دا تو پہنچا قلعہ کی چوٹی پہ ایک بار  
دریا بھی پیچھے رہتا تھا اسی سروانی میں  
کبک دری نثار تھا گھونٹے کی چال پر (۳)  
ریشم کے لپٹے صحتے ہوئے بال بال پر  
سُٹم اس فرس کا تخت سلیمان کا پایہ تھا  
سرعت میں برق و باد کا منہ اس نے مڑا تھا (۴)  
نادر تھا لا جواب تھا نا پایاب گھوڑا تھا  
یکتا تھا پر غزال حقن کا وہ جوڑا تھا



اس کو قدم میں کوئی پرندہ نہ پاتا تھا      سر پہ میں وہ خیال ہی بھی آگے جاتا تھا  
 پھرتا تھا ایک آن میں شہر و دیار وہ (۵)      طائر کی طرح کرتا تھا طے کو ہمارا وہ  
 پانی میں کاتا تھا سمندر کی دھار وہ      ایک ہی زخم میں جاتا تھا ملیکے پار وہ  
 کافے میں گھوم کر ادھر آیا ادھر گیا  
 دوڑا تو پھر نہ آیا نظر وہ کدھر گیا

گورپال جی مہائی

## ۴۹۔ شیرنی اور اس کے بچے

بچوں کے آنے آنے کے جب غل ہوئے کروڑ      وہ شیرنی بھی تکیے لگی اپنے منہ کو موڑ  
 جب لاکے اس کے سامنے بچے دیئے وہ چھوڑ      یوں خوش ہو جائے لگی الفت کی کمر بھجھوڑ  
 انسان جیسے کرتا ہے بچوں کو اپنے پیار  
 بچے بھی دوڑ مائل کے گلے سے پلٹ گئے      یوں جیسے کوئی دور کا بچہ آہواٹے  
 چھاتی پہ لوت لوت کے جا دودھ پی لگے      اس شیرنی کے جیسے کلیے میں دماغ تھے  
 ویسے ہی اس کے منہ پہ خوشی کی ہوئی بہار

نظیر

## ۵۔ ہاتھی کی تعریف

شان و شکوہ تیرے ہاتھی کا کیا کہوں میں  
 ہے سر بلند آنا یہ بھی عجب نہیں ہے  
 مستک پر رنگ اس کے جس طرح جلوہ گر ہے  
 اس قدر وقامت اوپر یہ جس کی اس کی  
 پائی بھول سہا یہ کیا کہوں میں اس کی  
 کب تک ہم مہاو ت چھیرے تیوں چلے ہی  
 ہاتھی میں یہ چلا وہ کب ہی سوائے اس کے  
 جس وقت تھان پر ہے کھولے اسے ہستو  
 دیو یں گے بخش مجھ کو ناحق کہیں سلی میں  
 یارب حضور جاؤں تو طل نہ بیج خوں ہو

سورنا

## ۵۱۔ یادِ طفلی

کدہر گیا آہ میرا بچپن۔ نجات تھی جب غم جہیل سے  
 نہ دل تھا حسرت کش تھا نہ تھی نہ بل نہ شہناخت

کہاں گئی وہ بہار۔ کدھر گئے وہ نشاط کے دن  
غلاب سا آہ! میرا چہرہ نہ رہا تھا جب غم خیز تھا

کبھی تھا کوئل کا ہم نوا میں کبھی تھامیں ہم سرو و قمری  
چمن میں کرتا تھا چھتر پیر دل میں جا کے مرغانِ نغمہ خیزی

میں دل میں خوش تھا کہ گا رہی ہے مری محبت کا یہ ترانہ  
کھلانا تھا رازِ عشق گل کا جو مجھ کو بلبل کی داستان سے

بہت دنوں مجھ پر تیرا رہا ہوں بچپن کی صحبتوں میں

بزارِ نغمہ سنا کیا ہوں میں اور پیسے تری زباں سے

ہیں نہیں کاغذ کی میں نے ناویں بہت لب جو بنا بلکے

برس گئی کوئی غنڈی غنڈی جھڑی جو ساون کی آسمان ہو

کبھی شگوفوں کو چوستا تھا کبھی تھا کھیلوں کو پیار کرتا

نثار میں ہی تھا آہ! بلبل اٹھنے لگی پر بزارِ جال سے

کبھی تنہا کچا ند کوں گھرا پنے لاؤں بنا کے ہماں

کبھی یہ حسرت کہ تو رلاؤں میں جا کے مائل کو آسمان سے

وہ شوق افزا عجب تھیں راتیں میں جب اچکتا تھا توڑنے کو

اگرچہ اونچے بہت تارے تھے دمنی و بانجے ناگواں کو

کبھی جو آئینہ میں یکایک نظروں کی مجھ کو اپنی صورت  
 رہا ہوں پہروں میں تجویرت کہ پیدائی کل اتنی یہ کہاں سی  
 بھول پہچپن کی کیا نہ آئے گی اب وہ معصوم مسکراہٹ  
 اوہو رے الفاظ نے جوانی! وہ کیا نہ کلینے اب باں سی  
 نسیم دینے کو مجھ کو لوری نہ شامِ گرفت میں آئے گی کیا  
 جگر کے ٹکڑے اتھینگے کب تک ہو ایسے آتشِ فشاں سی  
 تہوں کی تیرِ نظر کا بس نہ تھا (خوشا روزگارِ طفل)  
 نہ لاگ شہرِ گ کو نیشہ سے نہ چھیر پہلو کو تھمی ناں سے  
 نول کو فکرِ معاش کا غم نہ گرجا احباب کا تھا ماتم  
 ہو کے آنسو نہ آہ راتوں کو تھے رواں چشمِ خفاں سے  
 نہ تھی گراں بار تہی مشاغل نہ تھی یہ پاسبندیِ عنایت  
 اسیرِ زنجیرِ غم نہ تھا میں بجا تہی شور و شہاں سے  
 مرا بندہ ولا تھا عرشِ اعظم مرے کھلونے تھے چاندِ صورت  
 اتار لاتا تھا جا کے تاسے زمیں پہ راتوں کو آسمان سے  
 مرا گھر و نہ تھا گھر کا آئین اس میں ہماں تھا میرا پچپن  
 تجھے بلایا تھا کس نے ظالمِ شباب تو آگیا کہاں سے

رہے جو تو اے شباب بھلا بایں غم و رخ ویاں مہر  
 نہیں ہے یہی مجھے توقع طلسمِ نیکِ سنگِ آسمان سے  
 اب ہے میرا فشاں بقیہ۔ ابھی بڑھا پاپے آنے والا  
 نعلک کو لینا ابھی ہے بدلے بہت سی اک حرفِ قاتلوں سے  
 ہزار جگہ ہے یہی زندگی کے ہزار دنیا کے ہیں بکھیرے  
 سترہ صدے میں تھیں تو کیوں کر تھیں گشتِ آخروں کی  
 سرورِ جہان آبادی

## ۵۲۔ شوخِ خنیل

نظر آیا مجھے اک شوخ ایسا نازیں خنیل  
 ادا بھی جلیلی اور آن میں بھی کچھ عجیب جلیل  
 کہ جس کی دیکھ کر سچ دم لہلہ ہو گیا گل  
 کبھی نظریں لٹائے اور کبھی کھڑکی پر اپنیل  
 فسون کا کھڑکیں ظالم کی اور جس پر لگا کاہل  
 پر اور کان میں جھلکے گلیں سچ رہی سیکل  
 نگاہے گلخوارے نو چاہے ناز پیرا  
 دلا رہے پری تھکے تے شوخے دلائے  
 نظمیں

## ۵۳۔ پیاری بچی

سیدہ کی پیاری بچی ہے  
 ذرا دیکھو تو اس کی صورت کو  
 ہے ابلیس کی خیر سے جاں  
 ماں نے جو کچھ اُسے سکھایا ہے  
 وہ سبق سارے اہل کو ہیں ازبر  
 ہے ادب سے بڑوں کا لیتی نام  
 پھر ادب سے وہیں سلام کے ساتھ  
 جھوٹ موت اُس کو گزرتے ہیں  
 یکے پن سے یقین نہیں کرتی  
 وہ کسی بات پر محبتی نہیں  
 ایک پیاری سے تو ہے لاچار  
 ایسی کم عمر، بے سمجھ ہو کر  
 بے پئے دودھ جب نہیں مرتی  
 کبھی کہتی ہے پیار سے "اماں"  
 کھٹ کھٹ اس میں پھر بکری عینت  
 صورت اچھی۔ سمجھ لو اچھی ہے  
 بچی مینہ کی جیسی مدت ہو  
 پر سب اچھے مجھے کی ہے بچیاں  
 جواب قاعدہ بتایا ہے  
 نقش ایک ایک بات ہو دل پر  
 سب کو کرتا ہے ہاتھ اٹھا کر سلام  
 پوچھتی ہے مزاج جوڑ کے ہاتھ  
 بات ڈر کی کوئی سناتے ہیں  
 دیر تک تنہا نہیں نہیں کرتی  
 اپنی عادت کبھی بدلتی نہیں  
 ورنہ روتی نہیں کبھی نہ نہار  
 دودھ بھی مانگتی نہیں رو کر  
 ہے وہ ماں کی خوشامدیں کرتی  
 اور کبھی قاتل ہے گل بتیاں  
 اُس کو کوئی گھر گھر دیکھ لیاقت

ماں نے جھوٹوں کبھی جو گھوڑ دیا  
 اس نے سچے وہی سوڑ دیا  
 ماں کی ٹنگی سے بہت فدا  
 اُس کے تیرے پوتی رہتی  
 جب ذرا کھیتی ہی چپاں کو  
 بار بار اُس کو کہتی ہے بول بول  
 ماں یہ سن کر اگر ذرا ہنس دی  
 پھر کوئی دیکھے اُس کی آنکھوں میں  
 ہنستی ہے اور کھکھلاتی ہے  
 چاہنے والے اُس کے میں جو جو  
 پچھ پچھو سے تو ہی لگاؤ بہت  
 پے چچاؤں کے نام کی عاشق  
 غور سے اُن کا ترنا سنتی ہی  
 ختم ہو چکے ہیں جہاں کی بول  
 آرزو تو بہت ہے بولنے کی  
 یوں تو تعجب ہی پائی کی زبان  
 پھر تو آتا ہی اُس پہ اور بھی پیار  
 نہیں منہ سے نکلتے پورے بول  
 لوٹ جلتے ہیں ہنستے ہنستے سب  
 نئے آتے ہیں گھومیں جب ہماں  
 پائے مٹیا اور ہر اوہر سب کو  
 اس نے سچے وہی سوڑ دیا  
 اُس کے تیرے پوتی رہتی  
 بار بار اُس کو کہتی ہے بول بول  
 پھر کوئی دیکھے اُس کی آنکھوں میں  
 ہنستی ہے اور کھکھلاتی ہے  
 چاہنے والے اُس کے میں جو جو  
 پچھ پچھو سے تو ہی لگاؤ بہت  
 پے چچاؤں کے نام کی عاشق  
 غور سے اُن کا ترنا سنتی ہی  
 ختم ہو چکے ہیں جہاں کی بول  
 آرزو تو بہت ہے بولنے کی  
 یوں تو تعجب ہی پائی کی زبان  
 پھر تو آتا ہی اُس پہ اور بھی پیار  
 نہیں منہ سے نکلتے پورے بول  
 لوٹ جلتے ہیں ہنستے ہنستے سب  
 نئے آتے ہیں گھومیں جب ہماں  
 پائے مٹیا اور ہر اوہر سب کو

اوپری شکل سے ہے گھبرا تی      ہے مگر حبلہ سب سے ہل جاتی  
 ہیں جہاں جائے بھائی اور بہن      یوں تو ہے سب کی مسکے طہیں لگیں  
 پر خدا بھائی سے ہر لاگ اس کو      کیوں کہ اوپر تلے کے ہیں دونوں  
 پس جہاں بھائی ماں کو پاس آیا      اور وہیں اُس نے ہاتھ پھیلا یا  
 جا پٹتی ہے دوڑ کے ماں سے      بھائی سے کہتی ہے "بھویاں سے"  
 عمر اُس کی خدا دراز کرے      علم سے اس کو سرفراز کرے

چڑھیں ماں باپ کی سلامتی ہیں

سارے پروان - بھائی اور بہنیں

حالی

## ۵۴۔ پد منی

عند لیبوں کوئی آہ و بکا کی تعلیم      اور پروانوں کو دلی سوز و فغا کی تعلیم  
 جب ہر ایک چیز کو قدرت نے عطا کی تعلیم      آئی جتنے میں ترے ذوق فنا کی تعلیم  
 نرم و نازک بچے اعفادے چلنے کے لئے      دل دیا آگ کے شعبدوں پہ گھٹنے کے لئے

رنگ تصویر کے پردہ میں جو چمکا تیرا      خود بخود لوت گیا جلوہ رعنا تیرا  
 ڈھال کر کا لبہ نوز میں پستلا تیرا      یہ قدرت نے بنایا جو سراپا تیرا



بھڑپا کو تے کے سوزِ غم شوہر دل میں  
 رکھ دیا چپکے ایک شعلہ مضطرب دل میں  
 تو وہی شمع کہ پروانہ بنایا تجھ کو      تو وہی سیلی تھی کہ دیوانہ بنایا تجھ کو  
 رونقِ خلوت شاہانہ بنایا تجھ کو      نازشِ ہمت مروانہ بنایا تجھ کو  
 ناز آیا ترے حصّے میں۔ ادا بھی آئی

جاں فروشی بھی بہت ہی وفا بھی آئی  
 آئی دنیا میں جو تو حُسن میں کیتا بن کر      چمن دہریں پھولی گلی رُغنا بن کر  
 رہی ماں باپ کی آنکھوں کا جوتا بن کر      دلِ شوہر میں رہی خالِ سویدا بن کر  
 حُسنِ خدمت سے شگفتہ دلِ شوہر رکھا  
 کہ قدمِ جاوہِ طاعت سے نہ باہر رکھا

تیری فطرت میں حقّت بھی غمِ خواری بھی      تیری صومٹ میں ادا بھی تھی طرداری بھی  
 جلوہٴ حُسن میں شامل تھی نہ کو کاری بھی      درو آیا ترے حصّے میں تو خود داری بھی

اُگ پر بھی نہ تجھے آہ ! چلتے دیکھا  
 تپشِ حُسن کو پس لو نہ بہنے دیکھا

تو وہ عصمت کی تھی او آئینہ سیما تصویر      حُسنِ میرت سے تھی تیری تجلّا تصویر  
 لاکھ تصویروں سے تھی الگ تیری ایا تصویر      تجھ کو قدرت نے بنایا تھا سراپا تصویر

لوزی نور ترے جلوہ مستور میں تھا

انجم ناز کا بھڑکتا رخ پر نور میں تھا

لب میں اعجازِ بیجا چشمِ فصولِ لاریں تھی کہ قیامت کی اوائی ہے ہلنداریں تھی

شکلِ پھرتی جو تری دیدہ غازیں تھی برقِ تیاب تری جلوہ گہ نازیں تھی

یہ وہ بجلی تھی قیامت کی تڑپ تھی جس میں

شعلہ نازِ عقوبت کی تڑپ تھی جس میں

یہ وہ بجلی تھی جو تیغِ شرِ افشاں ہو کر کوندِ اٹھی قلعہِ چوڑ میں جولاں ہو کر

یہ وہ بجلی تھی جو سوزِ غمِ حرماں ہو کر خاک سے لوٹ گئی تیری پشیاں ہو کر

یہ وہ بجلی تھی تجھے جس کے اشنے بھونکا

رفتہ رفتہ تپشِ سوزِ جگر نے بھونکا

آہ! او عشوہ و اندازِ واد کی دیوی آہ! او ہند کے ناموس و فاکِ دیوی

آہ! او پرتوِ الوارِ صفا کی دیوی اور زیارتِ کدہ شرم و جیا کی دیوی

تیری تقدیس کا قائل ہے زمانہ اب تک

تیری عفت کا زبالا ہے زمانہ اب تک

آفریں ہے تری جاں بانگِ بہت کیلئے آفریں ہے تری عفت تری عصمت کیلئے

کیا مثلے کا زمانہ تری شہرت کیلئے کہ چلی آتی ہے اک خلقِ زیارت کیلئے

نقش اب تک تری عظمت کی بیجا دل میں  
تو وہ دیوی ہے ترا گتے میل دل میں

سرحد جہاں آبادی

## ۵۵۔ خوشی کی پری

خبر ہوتے جو گئی آج مری آنکھ جھپک  
پوچھا میں کون ہی بولی کہ وہ میں ہوں غافل  
پے پری نام مرا میں ہوں عزیز دہا  
کھول آغوش دل اور لے مجھے جلدی دلاں  
آنکھیں مل کر کے جو دیکھوں تو یہی کانٹا لپٹوں  
یہیں ہیں بھری ہوئی چہرے پائنتگتیں دل  
حسن سے کان کے آدینے میں یہ طیف کر جویا  
مسی آلودہ لب۔ اٹھکرتے تہ خاکستر  
سدا گویا ہر نصفہ دام لی ان دانستوں ہی

قاسم ایسے کہ ہنگام حرام اس کے اگر  
آگے آجائے قیامت تو یہ بولے کہ سرک

ناگرا اس شمع نے مجھ سے یہ کہا ہے سودا  
ابنہ شیشہ نے اندوہ کا پتھر سے پنک

یہ کوئی طوطا ہے جسے کاتے زیر فلک  
نہ ترسے وہ پہنی آگے کچا وج کی ملک  
کہیں ہوتی ہے جگت اور کہیں پہلک  
وہ میں جی ہے مرنے حرم میں دھولک  
خیر ہے بات نگہ کر تو کہ اتنا نہ ہلک  
کس طرح وقتی غم کروں دل سے منفک  
مع میں تیرے یہ غزوہ نہیں پہونچا اب تک  
آج اس شخص کی ہے سالگرہ کی شادی  
کہ بصورت ہے وہ انسان بسیرت ہی ملک

سودا

## ۵۶۔ مرہ لقا

دیکھی پھر اسی اک ستم ایو مرہ لقا  
صورت وہ قمر چاند کا نکڑا سا ہے بہا  
اور پر نظر گئی جو مری سہے تابیا  
اور حسن کا بیان تو جاتا نہیں کہا  
نقشہ وہ جس کے پاؤں پہ لٹے پری پری  
خونریزا بد جان کی قاتل ہر لک نگاہ  
مشرکوں وہ برہمیوں کو لے تل ہی سپاہ  
آنکھوں میں کھنجر رہا تھا وہ کاہل غضبناک  
ہندی سے آنکھوں نے کئے خون بیگناہ

پڑ جائے جس سے دل میں فرشتوں کے ہنری  
 زنجیریں وہ مشک نابہی حیرہ وہ چاندنا  
 جگمگ رہا گلے میں ستارہ سا جگمگا  
 گئے کھوصف یا کہ بدن کی کہول صفا  
 جاتا تھا سرخ جوتے میں تن یوں جھک کھا  
 گویا شفق میں آن کے بجلی چمک پڑی  
 کیا کیا کہول میں شمع کے عالم بناؤ کا  
 تصور بن رہی تھی ناسرے تا بہ بیا  
 اس دم بندی تھی اس کی غضب آن کوٹا  
 کافر کھڑی ہوئی تھی محبت جب مرنے بنا  
 اک ہاتھ میں لے آئینہ اک ہاتھ میں چھری

نظمیں

## ۵۷۔ موتی

رہے ہیں اب تو پاس اُس شمع کے شام و سحر موتی  
 جہیں پر موتی اور بیسریں موتی مانگ پر موتی  
 ادھر جگمگو ادھر کچھ بالیوں میں جلوہ گر موتی  
 بھرے ہیں اس پری میں یار و اب تو سر بسر موتی  
 گلے میں کان میں نتھ میں جہدھر دیکھو ادھر موتی  
 کوئی اس چاند سے ماتھے کے ٹیکے میں اچھلتا ہے  
 کوئی بندولی سے ل کر کان کی نرموں میں تپا ہے

پٹ کر حاکمی میں کوئی سینہ پر چلتا ہے

کوئی جھکوں میں جھلے ہو کوئی بالی میں ہلتا ہے

یہ کچھ لذت ہے جب اپنا چھداتے ہیں جگر موتی

کبھی وہ ناز میں نہیں کر جو کچھ باتیں بناتی ہے

تو اک اک بات میں موتی کو پانی میں بہاتی ہے

اداؤ ناز میں چھپیں عجب عالم دکھاتی ہے

وہ سمن موتیوں کی انگلیں بے تاب بھرتی ہے

تو صدقے اس کے ہوتے ہیں پڑے ہر پیر پر موتی

غلا ہے اس لب زنجیں کو برگ گل سے کیا نسبت

کہ جن کی ہے عقیق اور پنے اور یا قوت کو حسرت

اُداسٹ کچھ مسمیٰ کی اور کچھ اس پر پان کی رنگت

وہ ہنستی ہے تو کھلتا ہے جو اہر خانہ قدرت

ادھر لعل اور ادھر نیلم اور ہر جہاں ادھر موتی

کبھی جو بال بال اپنے میں وہ موتی پروتی ہے

نزدالت سے عرق کی بوند بھی گھرے کو دہوتی ہے

بدن بھی موتی سفر ناپاؤں سے پہنے بھی موتی ہے

سراپا موتیوں کا پھر تو اک گچھا وہ ہوتی ہے

کہ کچھ وہ خشک موتی کچھ پسینے کے وہ تر موتی  
 نگے میں اسی کے جس دم موتیوں کے ہار ہوتے ہیں  
 چین کے گل سب اس کے وصف میں موتی پڑتے ہیں  
 نہ تمارا شک سے قطراتِ شبنم دل میں روتے ہیں  
 غلک پر دیکھ کر تارے بھی اپنا ہوش کھوتے ہیں  
 پس کہ جس گھڑی بیٹھے ہے وہ رشتک فخر موتی  
 وہ زیور موتیوں کا واہ اور کچھ تن وہ موتی سا  
 پھر اس پر موتیا کے ہار بازو بند اور گجرا  
 سراپا زیب و زینت میں وہ عالم دیکھ کر اس کا  
 جو کتنا ہوں لرے غلام تک اپنا نام تو بتلا  
 تو بنس کر مجھ سے یوں کہتی ہے وہ جادو نظر موتی  
 کٹھن پازیب تو نہ جس گھڑی آپس میں لاتے ہیں  
 تو بھینکا میں کس کس طرح باہم جگرتے ہیں  
 کسی دل سے جگرتے ہیں کسی کے ہی پہ اڑتے ہیں  
 کڑے سونے کے کیا موتی بھی اس کے پاؤں پڑتے ہیں  
 اگر پاؤں نہیں دیکھو جس اس کی کنفش پر موتی

خفا ہوا ان دلوں کچھ روئے متجہ ہے جو ہم سے دُور  
 تو اس کے غم میں جو ہم پر گزرتا ہے سومت پوچھو  
 چلے آتے ہیں آنسو دل پڑا ہے، بحر میں غمش جو  
 وہ دریا موتیوں کا ہم سے روتھا ہو تو پھر پار د  
 بھلا کیوں کر نہ برساوے ہماری چشمِ ترموتی  
 شفق میں اتفاقاً جیسے سونچ ڈوب کر نکلے  
 ویا ابر نگلابی میں کہیں جیسی چمک جائے  
 بیاں ہو کس طرح سے آہ اس عالم کو کیا کہنے  
 تبسم کی جھلک میں یوں جھمک جاتے ہیں دانت اُس کے  
 کسی کے یک بیک جس طور جاتے ہیں کھر موتی  
 ہمیں کیوں کر پریزا دلوں سے بوسوں کے نہ بولہا نے  
 جڑاؤ موتیوں کے اس غزل پر وارے گئے  
 سخن کی کچھ جو اس کے دل میں ہے الفت لگی رہنے  
 نظیر اس ریختہ کو سُن وہ منہس کریوں لگی کہنے  
 اگر ہوتے تو میں دیتی تھاک تھاں بھر موتی



## ۵۸۔ ادھر آ تو پھول والے

یہ صدا کسی کی سن کر کہ یہ ہاریجہ ڈالے  
وہ زمانہ کم سنی کا وہ بناؤ سادگی کا  
وہ رنگ ارغوانی وہ اتھان پر جوانی  
وہ ادا اداسی وہ حیا حیا میں شوخی  
وہ متانت اور تمکین وہ لب لباب کے تیرے  
وہ شہ کے تیراغت جہنگا ہیں اک قیامت  
مجھے کرنے دیں پریشاں کس کج بکھر جوتی  
یہی رند وار دل ہیں یہی پرودہ دار دل ہیں  
نہ تو شوق دل ربانی نہ تو ذوق خود نمائی  
کوئی شیخ بتلا ہے کوئی برہمن فدا ہے  
تری شوخیوں کے صدفے تری ہل دلوں کہاں

وہ کھٹ پکاتے ہیں لوہر آ تو پھول والے  
کہ ترے ہیں کالوں میں بھی سلوے سلوے والے  
وہ شریر چتوڑ ہیں کہ ہمیں ہیں جی کے لالے  
وہ نظر، نظر میں جادو جو چاہی سو جگ لے  
مردوں بال آتے جوں ابروؤں میں ڈالے  
جو لوبے وہ نئی ہی چٹن ہیں وہ نر لے  
مے دل کے ہوں نہ گاہک مے دل بھانے والے  
جنہیں چلنوں سے پکا ابھی ہم نے سرنکلے  
کشش ایسی جن کی ہی کچھ ہیں گھنچے والے  
کوئی جینپٹا ہی میں کوئی گرہا ہے نالے  
کہ تڑپ تڑپ گئے ہیں جیسے سن کے سننے والے

مے دل کو میہ حسرت کہ وہ مستی ناز لعل

پھر اسی اداسے کہ دے ادھر آ تو پھول والے

صفدر۔ مرزا پوری

## ۵۹۔ شریف بیبیاں

اے مافا بہنو! بیٹیو۔ دنیا کی زینت تم سے ہی  
 تم گھر کی ہونہر لڑکیاں۔ بیٹوں کی ہوتا دیاں  
 تم ہونہر غریب کی وطن تم بنے ویرانہ چین  
 نیکی کی تم تصویر ہو۔ غفلت کی تم تدبیر ہو  
 فطرت تمہاری ہی حیا۔ طہنیت ہی ہی ہر وفا  
 مردوں میں ست والے تھے جو سب پنا کجا کھو  
 مونس ہوا فونڈس کی تم غمخوار فرزندوں کی تم  
 تم اس ہو بیبار کی۔ دہارس ہو تم بیکار کی

آئی ہو اکثرب طلب۔ دنیا میں جب آئی ہو تم  
 پر مونی سی اپنے یہاں گھر بھر پہنچا جاتی ہو تم

حالی

## ۶۔ غریب ماں

یہ کھلتے ہو جو تم ہر روز روٹی  
 اگر آٹے کی پکتی ہے تو آٹا  
 بتاؤ کیونکہ ہے تیار روٹی؟  
 بتاؤ ہے کہاں سے روز آتا

انداز اُس کا یہی مول لاتا  
 وہ اُن کو چن پھنگ کر اور بنا کر  
 لگا رکھی ہر اُس نے گھر میں چکی  
 چڑھے پر وہاں ہوتے جس کو کھاکھا  
 کہ جب تم بے خبر ہوئے ہو سوتے  
 عجب ہندی خدا کی معنی ہے  
 اور اُس سے گلہ میم ڈالے جاتی  
 بدل لیتی ہر تب وہ ہاتھ بلیاں  
 خدا کا نام وہ لگتی ہے جینے  
 تسلی دیتی ہے وہ گیت گھا کر  
 بھمتی ہی ترا گھر میں نے جیتا  
 اُسے بھرتی ہی شے میں اٹھا کر  
 سبھا لا اُس نے نہٹ آئے کا کوڑا  
 اور اس میں مارنے کی شاشب  
 کہ گویا لڑی ہی اس سے کشتی  
 تو اوتی ہے رکھ چلے کے اوپر  
 کہ ہوں طرح سی جلدی زینے

تہا ہا باب ہے جو کچھ کھاتا  
 تمہاری مل کو دیدیتا ہے لا کر  
 خود اپنے ہاتھ سے ہے پس لیتی  
 اُسی چکی کا پیسا تھا وہ آتا  
 وہ بیجاری ہمیشہ صبح ہوتے  
 جھٹا تاپنے جا بیٹھتی ہے  
 وہ ہے اس ہاتھ سے چکی چلاتی  
 جب اس کا ہاتھ تھک جاتا ہاں  
 کبھی گھر کے دل ہی دل میں اپنے  
 کبھی دل کو خدا سے لو لگا کر  
 جب آتا پس چکتی ہے تو گویا  
 پھر آتا چھان کر بھوسی جدا کر  
 پکانے کا جو نہیں وقت اس کی آیا  
 لگی پھر گوند نے آتا جھپا جھپ  
 وہ یوں آئے کوڑے سے پختی  
 جب آتا گوند چکتی ہی تو لے کر  
 بناتی ہے گندے آنے کے نہیں

مضرب جب پر چلتی ہی روتی  
 خدا کو کھو تو کوئی اُس کی ہرتی  
 پکا کر دیندہ کر کھا کر کھٹا کر  
 لیا کچھ اور گھر کا کام دھندا  
 وہ کرتی رہتی ہی تم سب کی خدمت  
 یہی رہتا ہی دلالت اُس کو دونا  
 زندہ ہی رہتی ہی تم چوڑی دن رات  
 نہ ہنگام کچھ کاس کو اور برے کا  
 کہیں پڑ رہنا فانی جب کہ ہونا  
 دھلا دی اور چرھا کھانے کا فکر  
 سویرے کو وہ نکلا نکلا گھر سے  
 تو اُس کو دیکھے ہی آپ کو آپ  
 قدم رکھے گا جی نہیں گھر کے اندر  
 اور اند چوڑ کر پھر سوئی تا گا  
 وہ ستانے نہیں پتا کر لاکے  
 گھڑی تم کو گھڑی کر رہے پنکھا  
 دینے جاتی ہی تم سب کو سہاں

چپائی خواہ بلی خواہ سوئی  
 تو بے پردہ میں ڈالی اور اتنی  
 ہوئے جھوٹے جو بائیں ہو ہلا کر  
 یہ ہے اُس کا مع و شام دھندا  
 نہیں ملتی اُسے مرنے کی خدمت  
 پکانا۔ رہندھنا۔ سینا پر دونا  
 کرے ہی تو کسی کی کیا بات  
 نہ ہڈ زاپتنے اور اور مرنے کا  
 کوئی سونے میں داخل ہے یہ سونا ہے  
 تمام باب کو گھر آنے کا فکر  
 پھر بگا شام کو جب کام پر ہے  
 بنے اور چھپے ہو جائیگے چھپ  
 سنبھل بیٹھو گے تم سب اس کو فکر  
 لگے گی لینے اُس کا آگاتا گا  
 بچا دیتی ہے دسترخوان آگے  
 گھڑی پانی پلائی ہے وہلا  
 ہے اپنے لئے گو کچھ نہ لا دیں

جو ننگا رہتی ہے پیچھے نہ رہا بونق  
 اُسے تم کو کھلانے سے ہی مطلب  
 اگر کھانے میں آتی تو کو لذت  
 نہ پکا گرمزب کا تو بگورسی  
 جھٹا مال کے سوا کس میں آئے؟  
 تبیں یہاں جھگڑوں کا بجائی  
 پہلے سے یہ پکوانے سے مطلب  
 ذرا ہنسی دبر کھانے میں اگر ہو  
 ذالعت باپ کی تم جانتے ہو؟  
 نہ ان کی محنتوں کی ہی خبر کچھ؟  
 نہیں کر سکتے تھے ان کا ادا تم  
 دل و جاں سے کرو تم کی فطرت  
 سچے لوہی سی ماں کی قدر و عظمت  
 لگا کر اُس سے کھالتی ہی رونی  
 نہیں کچھ اپنے کھانے سے ہی مطلب  
 تو جھوٹ گئی نیلگ اُس کی محنت  
 ہوئی جاتی ہوں میں تیری تھوڑی  
 نہ کھلے آپ اور تم کو کھلانے  
 کہتی ہے تمہیں پکی پکا فی  
 اگر ہی تم کو کھانے سے مطلب  
 تو تم رو رو کے گھر سر پر اٹھالو  
 نہ ماں کی ماتا پہناتے ہو؟  
 نہ ان کی جانفشانی پر نظر کچھ؟  
 کہ دُاں پر سے گرجاں بھی خدا تم  
 جبالا ولہ سے انکی خدمت  
 کہ اُس کے پاؤں کے نیچے جنت  
 حالی

## ۶۔ جوگی کا بھیس

یہ کہتا تھا میں۔ جی میں عشق نے یہ بات لا ڈالی  
 منگا تھوڑا سا گہرو اور وہیں کفنی رنگا ڈالی  
 اُنھا مُنہ دے گئے کینچ سے لی بر ملا ڈالی  
 لگا مُنہ سے جھبوت اور شکل جوگی کی بنا ڈالی  
 ہوا سر پاؤں سے اودھوت جوگی جوگ کا گیبانی  
 بنا بالوں کا اندھا کھول بال اور ہو کے متوللا  
 چھپا آنکھ اور دھتورا کر دیا آنکھوں کا گل لالا  
 اُٹھا تو بنی کو اور کاندھے کے اوپر رکھ مرگ چھلا  
 پھر ہاتھوں میں سمن اور گلے میں ڈال کر مالا  
 چلا پڑھتا ہوا گڑ کا سبڈ اور ناتھ کی بانی

نظیر

## ۴۲۔ موچی

چڑا مول منگاتا ہوں      دھوکے اُسے سکھاتا ہوں  
 مل کر نرم بناتا ہوں      یوں چرتے کوکھاتا ہوں  
 میں موچی کسلاتا ہوں

پتے ونے کات کتا      کتا ہوں خوب ان کو صفا  
 پھر لے پٹنا اور تلا      سیتا ہوں دونوں کو ملا  
 یوں کام اپنا بناتا ہوں

پھر جوتی قالب پر چڑھاتا ہوں      تھونک ٹھکا اور کوٹ کتا  
 راپنی سے برشا کے تلا      سیتا ہوں دونوں کو ملا  
 پھر کام اور لگاتا ہوں

چاہئے گر اندھا گھوڑا      میری دکان سے لوجوڑا  
 پھر درکار نہیں کوڑا      جتنا چلا وہے تھوڑا  
 مضبوط ایسا بناتا ہوں

اوروں کی ہی ملیں نہیں بوت      جانیو میری بات نہ جھوت  
 سال کے اندر میرا بوت      میں ضمان جو جائے ثبوت  
 اس کی شرط لگاتا ہوں

بالو ہو یا ہو لا لا گورا ہو یا ہو کا لا  
 بوڑھا ہو یا - ہو یا لا ادنی ہو یا ہو اعلیٰ  
 سب کا حکم بجاتا ہوں

حالی

## ۶۳۔ چھٹی رساں

(منقول از "اطوار بازیچہ")

لو وہ دیکھو آ رہا ہے ڈاکیا	منظر تھا جس کا ہر چھوٹا بڑا
ہے اسی جانب کسیدام کا رخ	خطمبارا ہو گیا شاید مرا
پوچھتا ہی اس سے ہر ایک بے لکھا	نام بتلاتا ہے اور اپنا پتا
دیکھتا ہے وہ لفافے غور سے	دیتا ہی بڑھ چڑھ کے ہی لکھا پترا
یہ تو بتلاؤ خطوں کا اتنا ڈھیر	اس کو کیوں کر اور کہاں لے ل گیا
دیکھتے ہو روز کیفیت یہ تم	پر نہیں رکھتے خبر اس کی ذرا
رات کو سوتے تم جب ہم ایک شخص	جا رہا تھا اس طرف سو دوتا
تھے کمرے اس کے گھنگر و بندے	تاکہ سب جانیں کہ یہ ڈاکیا
ہر قدم پر دوڑتا تھا جبکہ وہ	گھنگر وں کی اس کے اتنی تھی صدا
کہتے ہیں ہر کار جس کو تھا وہی	تہے بھی یہ نام شاید ہو نا



وہ چلا اٹھ لے ڈاک میں شہر سے  
 تحصیل میں ایک تحصیل میں کئی  
 تحصیلوں میں بھی پکیت تمام  
 تھا غرض جو بوجھ اس کا پاس سب  
 شام تک اب اس کو خوش آتی تو آئے  
 اور اسی وقت تحصیل میں چٹ سنبھال  
 کھول کر سب کمرے پکیت ہلک  
 بانٹنے کو ڈاک پھر دیدی تمام  
 ڈاک میں آیا ہے اک بیر بھی خط  
 پڑھ کے خط تو ہوگی جو ہوگی خوشی  
 دوست کی پاس آئے نام دوست کا

آکے ہم یان ڈاک خالے میں لیا  
 جن سے تھا وہ ڈاک کا تحصیل بھرا  
 تھا کوئی دھولا تو کوئی زرب تھا  
 ڈاک غشی کے حوالے کر دیا  
 وہ تو ایسا ہو کے بیدم جا پڑا  
 ڈاک غشی نے سنو اب کیا کیا  
 اور خط بھی رکھ لے کر کے جدا  
 ڈاک حشی کچھ انوں کو بڑا  
 اوہو یہ تو خط ہے بہے دوسرے  
 پہلے آنکھوں سے تو لوں میں کونگا  
 اس خوشی سے ہی زیادہ اور کیا

اب پڑھوں گا جاکے المیناں سے  
 گھر میں اپنے بیٹھ کر سب ہی جدا

حالی

## ۴۵ و ۴۶۔ آدمی آدمی

دنیا میں بلو شاہ ہی سو ہی وہ بھی آدمی      اور غلے و گلبے سو ہے وہ بھی آدمی  
 زردار مینو اپنے سو ہے وہ بھی آدمی      نعمت جو کھارہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی  
 نکڑے جو مانگتا ہے سو ہے وہ بھی آدمی  
 ابدال و قطب غوث ولی آدمی ہوئے      منکر بھی آدمی ہوئے اور کفر کے بھرے  
 کیا کیا کرشمے کشف و کرامات کے کئے      حتیٰ کہ اپنے زہد و ریاضت کے زور سے  
 خالق سے جا ملے سو ہے وہ بھی آدمی  
 فرعون لے کیا تھا جو دعویٰ خدائی کا      شداد بھی بشت بنا کر ہوا خدا  
 نمرود بھی خدا ہی کہتا تھا بر ملا      یہ بات ہے سمجھنے کی آگے کہوں میں کیا  
 یاں تک جو ہو چکا ہے سو ہے وہ بھی آدمی  
 یاں آدمی ہے نادر ہے اور آدمی ہی نور      یاں آدمی ہی پاس ہی اور آدمی ہی دور  
 کل آدمی کا حسن و قبح میں ہی یں ظہور      شیطان بھی آدمی ہی جو کرتا ہے کھوڑور  
 اور ہادی رہنما ہے سو ہے وہ بھی آدمی  
 مسجد بھی آدمی نے بنائی ہے یں میاں      بنے ہیں آدمی ہی امام اور خطبہ خواں  
 پڑھتے ہیں آدمی ہی قرآن اور نازیاں      اور آدمی ہی ان کی چراتے ہیں جیتیاں  
 جو ان کو تار تار ہے سو ہی وہ بھی آدمی

پاں آدمی پہچان کو وار ہے آدمی اور آدمی کو تیغ سے مارے ہے آدمی  
 پگڑی بھی آدمی کی اتار ہے آدمی چلا کے آدمی کو پکڑے ہے آدمی  
 اور سن کے دوڑتا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

چلتا ہے آدمی ہی سا فرمولے کے مال اور آدمی ہی مارے ہی پھانسی گلیں ڈال  
 یاں آدمی ہی صید ہے اور آدمی ہی جال سچا بھی آدمی ہی نکلتا ہے میرے لال  
 اور جھوٹ کا بھرا ہے سب وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی شاوی ہے اور آدمی بیاہ قاضی کیں آدمی اور آدمی گواہ  
 تلشے بجاتے ہوئی چلتے ہیں خواہ مخواہ دورے ہیں آدمی ہی شعائیں جلا کے دلاہ  
 اور بیاہنے چڑھا ہے سب وہ بھی آدمی

یاں آدمی نقیب ہو بولے ہاں بار بار اور آدمی ہی پیادے ہیں اور آدمی ہمار  
 حق مرائی جو تیاں دوڑیں بغل میں مار کاندھے پر رکھے پاکی ہیں توڑتے کھد  
 اور اس پر جو چڑھا ہے سب وہ بھی آدمی

بیٹے ہیں آدمی ہی وکانیں لگا لگا اور آدمی ہی پھرتے ہیں رکھ کر یہ خوچا  
 کتاب ہے کوئی کو کوئی کتاب لاسے لا کس کس طرح سے بیچے ہیں چیزیں بنا بنا  
 اور بول لے رہا ہے سب وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی قمرے لٹتے ہیں گھر گھر اور آدمی ہی دیکھ نہیں بھاگتے ہیں حد

چاکر غلام آدمی اور آدمی مزدور      یاں تک کہ آدمی ہی اٹھاتے ہیں باہر ضرور

اور جس نے وہ چہرے سو ہی وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی صل و جواہر ہیں بے بہا      اور آدمی ہی خاک سے بدتر ہی ہو گیا

کلا بھی آدمی ہے کہ انا ہے جو تو ا      گور بھی آدمی ہے کہ نکڑا سا چاند کا

بد شکل و بدنما ہے سو ہے وہ بھی آدمی

اک آدمی ہیں جن کی کچھ زندگی برقی ہیں      روپے کے اُن کے پاؤں ہیں نے کو قہ ہیں

جھلکے تمام خوب سے لے تا پر شرق میں      کنو اب تاش شمال و شالوں میں غرق ہیں

اور چیتھڑوں لگا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

ہنے یں آدمی ہی کفن کرتے ہیں تیار      نہلا دھلا اٹھاتے ہیں کا نچے پر کمر سوار

کلمہ بھی پڑھتے جلتے ہیں روتے ہیں راز راز      سب آدمی کرتے ہیں مرنے کا کاروبار

اور دو جو مر گیا ہے سو ہی وہ بھی آدمی

اشرف اور کلینڈ سے لے شاہ تا وزیر      میں آدمی ہی صاحبِ عزت بھی اور فقیر

یاں آدمی مرید ہیں اور آدمی ہی پیر      اچھا بھی آدمی ہی کھاتا ہی لے نظیر

اور سب ہی جو بُرا ہے سو ہی وہ بھی آدمی

نظیر

## ۶۶۔ بہرام پہلووان

خود سر کا سر ہے آٹھ پر سکں غور      نارِ حمد سے سینہ دکھتا ہوا تنور  
 کبر کے ذہن میں ہر کج عقل میں فتور      پہلو میں دل پر فائز بعض وعناد و زور  
 نجات میں ہر کلام بھی بھیجا بعین کا ہے  
 سینے میں سنگ لایا کلہا بعین کا ہے

جو کچھ ہے فنِ سپاہگری کے ہر سب ہی یاد      لاکھوں کو نیزہ بازی میں ہر اس پر اعتقاد  
 تیرا فکری میں ثانی ارجن ہے بد نہاد      حاصل کمال تیغ زنی حد سے ہے زیاد  
 ہمراہ گزند بھی ہر سناں بھی تبر بھی ہے  
 روی کماں بھی تیغ دو دم بھی سپر بھی ہے

اس درجہ جیہیم رست و سخت جاں      ہر خیال جس کے سامنے اک مور ناتواں  
 سر پر ہے خود سنگِ مہ بھاری کہ الاماں      فولاد کی زرہ میں تیرا عین ہے عیاں  
 پنہاں جہلم میں چہرہ بدعت پسند ہے  
 پھینس جائے جس میں دلو وہ محکم کمند ہے

## ۶۷۔ پیٹ کا بندہ

ہے عجیب و غریب زیرِ سِما  
 آدھ سیر آٹے کا خلبے کفیل  
 گھر میں اب جس کے دیکھ کر  
 گور سے پھر جو رستم آٹھ کر گئے  
 خوردنی کی بوجہ نہیں پر پاس  
 بیٹھ کھی کی طرح پے در پے  
 ہر کسی بننے کی دوکان پر جا  
 کام ہو جو اپنا کر لیوے  
 نان باقی محلّہ یوں فسر یاد  
 چائے سے چوری سے زبیدی کو  
 جو اسے میاں بلاوے ہے  
 کھانا آوے تو اس طرح ٹوٹ  
 مارے لقمے تو اس طرح ہڈ آ  
 ایک تھا اس کا آشنا دل سوز  
 ظاہر اس کے گھر قری کچھ شادی  
 ایک یاں صوت آشنا اپنا  
 پیٹ اس کا ہے عرو کی زنبیل  
 زر پر اس کے یہ بیٹھے یوں لڑکے  
 میسٹاں کی اٹھائے یا نہ اٹھائے  
 جمع واں کر کے پنہ ہونے چاس  
 دونو ہاتھوں سے سر کو پیٹے ہے  
 اپنی باتوں میں اس کو لے لگا  
 کلمہ بندر کی طرح بھر لیوے  
 کرے ہے یارو دیکھو یہ میداد  
 مارڈالوں گا اس نریدے کو  
 آفت اپنے وہ گھر پہ بلا ہے  
 جیسے کوئی کسی کا گھر لوٹے  
 جیسے جھاٹے کوئی پٹا کے ہاتھ  
 وارد اس کے یہ گھر ہواک روز  
 سر مجلس بلا سے جا دی

نہ تھی اس کو کسی سے بات اہمیت  
 بھوک سے اس کی نگہ ہی تھی میت  
 گاہ اونگے تھا گاہ چونکے تھا  
 گاہ مٹخ کی باس سوئی گئے تھا  
 جاوے بازار کو اگر وہ تقسیم  
 خلق سمجھے کہ اپنی فوج غنیم  
 بھوک میں حیرت و حیرت آتا ہے  
 لوگوں کو کاٹ کاٹ کھاتا ہے

چار کے کاندھے جب چار بیگا  
 توشہ کی روٹی کو بھی کھا دیجھا

سودا

## ۶۸۔ حافظ اکول

اک حافظ ہم سے آشنا ہے  
 کھائے کاجی سے مبتلا ہے  
 ہر خطبے اس کو پیٹ کا فکر  
 کچھ کھائے ہی پائی کھانے کا ذکر  
 موقوف طعام پر مدارات  
 کچھ اس کی نہیں ہو گھاس یا پا  
 جو آگے تم اس کے دھرو کھا جا  
 بکری کی طرح سے منہ چلا جا  
 حتیٰ کہ جو وقت کھانے کے آئے  
 از بسکہ پیٹ کل ہے بند  
 ممکن نہیں ہیں جبا ہیں آئے  
 فاقوں سے زلیں بچے مضطر  
 کھانا نہ ملے تو مار ہی کھائے  
 کھانے ہی کا منت اسے ہر عند  
 گو پھول کے پیٹ دم کل جا  
 موت اپنی وہ مانگتا ہے اکثر

پر شرط کرے ہے یہ خدا سے  
 حشر سے غرض کہ بھر کے ماہ  
 خوش زلیست بفرہ گئے ہیں  
 دیکھے ہا اگر کہیں بھری مشک  
 کہتا ہی خوشا نصیبان کے  
 کاش اپنے گلے پہ بھی چھری ہو  
 جاتا ہی جوان پرنے کے یہ گھر  
 کھاتا ہے اگرچہ وہاں یہ بدفعا  
 پر چھوٹے ہی روئی کی کب دھن  
 ہوا آتش معیہ دھونی برپائے  
 ہوتا ہے کھوجو کچھ میسر  
 چاہے ہر کو وہیں سب نکل جائے  
 قدم سے بھی غرض کچھ دو بالا  
 دیکھا اس کا سلوک ہانڈی کسرات  
 مرئیے بھی تو درد ابتلا سے  
 پڑھتا ہے یہ شعر گاہ بے گاہ  
 ہیضہ سے جو لوگ مر گئے ہیں  
 کھاتا ہی یہ بکریوں چاں مشک  
 مر کر بھی بھرے ہیں پیٹ جن کے  
 پریوں ہی شکم کی تو پرسی ہو  
 وہاں بیٹھے ہی جوں تنور گر کر  
 آئے کی طرح سے مکی اور لات  
 گونکے ہے ماسے ملتیں  
 جوں آگ جتنی لکڑی کھائے  
 جوں ہوئے ہی اس کو کھائے مضر  
 گوشت دہاں کچھ ہی جل جائے  
 جوں چوڑی اٹھائے ہی لوالا  
 نت زیر رخ ہی ڈوئی کا ہاتھ

مجھ کو کیا تھا ان نے تحصیل  
 سو بھوک میں ہو گیا وہ تحلیل

قاسم



## ۶۹۔ کوتوال بدخصال

شہر میں کیا رہے تھا امن داماں  
 تھانہ رشوت سے کوتوال کو کام  
 اب جہاں دیکھو واں جھمکا ہے  
 دھڑی کے سودے کو جو واں جاوے  
 کس طرح شہر کا نہ ہو یہ حال  
 ان سے رشوت لیے بی بیٹھا ہے  
 کتنے نوکر ہیں اس کے خدمت گار  
 شہر کے بچ کیا کہوں میں اب  
 بزم میں شب ہر ایک پر وجواں  
 شام سے صبح تک یہی ہے شور  
 رات جو اپنے گھر میں کنکارے  
 بھنگی کب تک بچا خسرواری  
 خلق جب دیکھ کر کے یہ بیداو  
 بولے ہے وہ کہ میں بھی ناچار  
 کیسی کرتی تھی خلق خوش گزراں  
 شہر میں تھا نہ چوٹے کا نام  
 چور ہے ٹوگ ہے اور اچکا ہے  
 پکڑی کو سر کو پیٹتا آوے  
 شیدی فولاد اب جو ہے کوتوال  
 اس کے دل میں یہ چور بیٹھا ہے  
 فن دزدی میں سب ہیں بانی کار  
 روز محشر کی دھم ہے ہر شب  
 بیٹھے ہیں کر کے رزم کا ساماں  
 دوڑیو گٹھری لے چلا ہے چور  
 چور دوازدہ پر یہ نیکارے  
 چور جاتے رہے کہ اندھیاری  
 کرتی ہے کوتوال سے فریاد  
 گرم ہے چوٹوں کا اب بازار

کرتے ہیں مجھ سے اب بجا کر ڈھول  
میری پکڑی کا میرے سر پر مول

سودا

## خسبہ مکھی چوس

ہے خدا کا یہ ایک شمعہ نور  
کرتے اس لگے نہ ڈرہ دیر  
کیا اس نے بصرہ اک آن  
وہ کروڑوں نعم کو لذت دے  
کس زبان سے ہو اس کا شکر ادا  
میوے پر باغ میں نہانے کے  
جس سے روشن ہو آسمان کا ستور  
مہر وہ کو شکل نان و پنیر  
نقل اختر سے پر سپر کا خوان  
ذائقہ میں زبان انسان کے  
نعمتیں کیا کیا ان نے کیں پیدا  
واسطے کھانے اور کھلانے کے

فضل سے اس کے کچھ نہیں ہو گی

لیک وہ کیا کرے جو ہم ہوں

سینو یا روکڑوں میں اک نقل  
اتفاقاً اک ہر شنا میرے  
جمل ہی وارہ ہوئے دیان کا  
ان کے ہوتے جوا بگرہ آیا  
جس کو باؤ کے نہ ہرگز عقل  
گئے تھے اک عمدہ کے ڈیرے  
اتھا چاروں طرف سے ابرسیاہ  
صاحب خانہ سخت گھبرا یا

نہ خبر لوجھی ان کی نے احوال  
 کچھ ہوا پر بھی ہے تمہاری بھلا  
 بولے یہ بیخود تھا مجھے معلوم  
 جب نہ بھجا وہ اتنے رمز کتیں  
 جوں لگی ہوئے قطرہ افشانی  
 پھر لگا کہنے یہ بھی اپنا نصیب  
 اور نینچا آسمان برسا وے  
 یہ تو ساوے غریب کیا جانے  
 بولایہ ساوگی سے کیا ہی ضرور  
 رکھے خالق سلامت آپ کی دلت  
 یہ سخن جوں ہی پہنچا اس کے کان  
 سننے ہی اس کے یوں ہوا مضطر  
 جس کے منہ کی طرف کہے تھا بھلا  
 کیوں میاں ابراس قد چھایا  
 مضطرب برق سے نہ ہو یوں حال  
 کبھی کہتا تھا یا روتیل جب لاؤ  
 گاہ بولے تھا دیکھو او پر

بیٹھے ہی کیا یابی سے سوال  
 گھونگری پٹو کچھ بھی ہے ہمراہ  
 ورنہ لا تا میں ساتھ لے غنیم  
 سو جی یہ بات اس کے تین ہیں  
 لا رکھی اس کے آگے بارانی  
 آوے دلت کے بعد چنا صیب  
 بھیگتا اپنے گھر کو وہ جاوے  
 اس ضرور کو کیوں کہ پہلے  
 بھیگتا جاؤں گا میں اتنی دور  
 نہ کھلے گا تو میں ہوں گارات  
 لگی اس کی وہیں نکلے جان  
 اپنے بھیگنے کی بہی نہ خبر  
 یہی کہتا تھا اس سے بھر کر آہ  
 حرف بہنے کا درمیاں آیا  
 بادلوں سے جو اس کا تھا احوال  
 کبھی کہتا تھا شمع ڈھنڈو بناؤ  
 آوے ہی آسمان کہیں سے نظر

گاہ بولے تھا مہر ہو جو بید  
 ناگہاں بولا ایک میں فی الغود  
 کہا اس نے سچ ہی بڑی جاں  
 لیک پرناے جب لگے بنے  
 کیا برستا ہی ہوں برس کم بخت  
 نھ ہے غرب نے سہا ب شرق  
 لے کے ماہی سے اوتا امتا  
 غرض اپنی سی وہ تو کر گزرا  
 آخر الامر کر کے دل کو کرفت  
 کر چکا اپنے جب ہوا فروع  
 پر نہ تھا یہ کچھ اور ذکر و سخن  
 وقت آیا جب اس کے کھلے نکا  
 لگا کہنے کہ کوئی ہے حاضر  
 کہا اس سے کہ بھوکے افتابہ  
 غرض اُنہ کے چلا عیب اس سے  
 چاہو جو کچھ کہ اب تناول کو  
 انہوں نے اس کے موجد بناو

کیسی ہو جاوے اپنے گھر میں عید  
 کچھ نظر آئے ہے جب کبے خور  
 لے میں تیری زبان کے قریا  
 تب تو جھنجلا کے یوں لگا کہنے  
 گوہ سے ڈوب جائیں گے خست  
 چاہیے ہو تمام عالم غسرق  
 کاش ہو جائے ایک قطرہ آب  
 ہو گئی رات اور دینہ نہ کھلا  
 لگا کہنے کہ سنگ آئد و سخت  
 کیا ہماں سے اختلاف شروع  
 واں بغیر از حدیث رزقیا  
 مرکب ہو کے اس بہانے کا  
 بولا اس وقت ڈیوٹھی کا ناظر  
 محل کے باضوری میں رکھوا  
 کس گیا کان میں یہ محاسن سے  
 کہ وہ بولا کے تم بکا اول کو  
 کی بکا اول کے تین ہیں خراو

آیا بعد از سہامت بسیار  
 بولا تیار تو نہیں ہے کچھ  
 تو تو لاؤں ہوں آپ کی خاطر  
 بولے کیچھ اگر نہیں تیار  
 اس سے تم جا کے جنس سنگد او  
 لگا کہنے وہ کوئی مانع ہے  
 جب کہ اس کا حساب ہوتا ہے  
 اور قصاب بھی جو آوے ہی  
 کیا کہوں تجھ سے میں غرض اے یار  
 بس کہ مطبخ میں سردی رہتی ہے  
 ان کے مطبخ سے دو دھڑے لگر  
 ان غرض میں غرض اس گھر آنے کا  
 انہوں نے پوچھا کچھ یوں تیار  
 جاؤں ڈھونڈوں اگر نہیں کیچھ  
 وہ نہ کھاؤ مجھے میں ہوں حاضر  
 دیکھو ہجے گلا مودی سرکار  
 واسطے نیرے کچھ تو کھاؤ  
 آپ ہی بھڑوا خاک چھانے ہی  
 جان کو وہ بروں کی رقت ہے  
 چھری بغدا مجھے بتا دے ہی  
 دے کے خدمت کیا دیکھو بخوار  
 ناک پاؤ چپوں کی ہستی ہے  
 ستے لے دوڑتے ہیں شکیں بھر  
 اشک ہی آب دار خانے کا

جس سے طوفان نے کیا تھا طوف  
 ان کی نانی کے گھر کا تھا وہ نور

مسودا

## ۱۔ جھوٹا میسر

آہ کیا ہو گئے وہ لیسل و شمار  
 یا اب اک وقت یہ انوٹھا ہے  
 سیتا اس گروہ کا سردار  
 جھوٹ سے بس کہ ہے مزہ پاتا  
 ہے یہ وہ جھوٹ بولنے والا  
 اک مصاحب سے اس کے دوشینہ  
 کچھ میں سمجھانہ اس سخن کو ہنوز  
 مجھے اس نکتے میں جو اقرار  
 لیک ہے یہ زبان کا کچھتا  
 بولا گستا ہے بات تو کس کی  
 باب اس کا جو تھا بڑا نواب  
 کل ہی زیندہ جو اس کا ٹوٹا تھا  
 روپے کے جو عصارے تھے ہیں غلام  
 کفش زردوزی پہرے ہے یا اگر  
 کہ کہ ویرہ کو جھوٹ سے تھا عار  
 جو ہے اس وقت میں سو جھوٹا ہے  
 جس کی مائخ فیہ ہے تکرار  
 جھوٹے باسن نہیں یہ چھلوتا  
 جھوٹوں کا سب جہان کے ہر سال  
 پوچھ میں کاے عجب دیر نیہ  
 جھوٹ کیوں بولتا ہے شب روز  
 سینکڑوں ہی ہیں کیجئے خوش شمار  
 ایک دیکھانہ اس سے میں سچا  
 بولنا جھوٹ ارٹا ہے اس کی  
 معاہدہ نسل سلیم کذاب  
 خوب دیکھا تو سب وہ جھوٹا تھا  
 خول کا ان پر سب ہے جھوٹا کام  
 ہے وہ جھوٹا کلاتوں یکسر

ایسے جھوٹے کی باتوں پر تو نہ جا  
ہو جو رخصت ہی یہاں سے تو ہی کیا

قائم

## ۷۲۔ مسرف مقروض

پھر رہے ہیں اب تو بخلیں مہانگے  
بات بھی کوئی نہیں اب بوچھنا  
دوستوں کو روز دیتے تھے دوز  
جھگڑے باخوں میں تھے اجاڑ کے  
تھاپ طبلے پر پڑا کرتی تھی روز  
ہارونیم، ارغنون، فوٹو گراف  
تھی بیروں کی کہیں پانی جھی  
روناڑا تھے کبوتر شام کو  
بچپن سے تھا جو کنکڑے کا ذوق  
گھر کی دولت اور اثاثہ پھونک کر  
تھانہ لینے کے سوا دینے کا نام  
شاپ والوں نے بھی دعوے کر دیئے

دل ہے سینہ میں نہایت بیقرار  
چند دن پہلے جھے رہتے تھے یار  
وعدے ہوتے تھے پتے بیروں کا  
ناج گانے میں کٹے لیل و نہار  
قصر میں ہر روز بجتا تھا ستار  
دل کے ہلانے کے تھے سامان زہر  
جنگ جو مرغوں کی تھی اک سو قطار  
تھے کبوتر باز نوکر بے شمار  
بے بدے میدان نہاتا تھا قرار  
رہ گیا تھا قرض ہی پر بس سدا  
اک خزانہ غیب کا سمجھے ادھار  
قرعیاں آنے لگیں انجسام کار

تقی جو مرہونہ کی وہ جاسداد      پھر قرضہ رہ گیا ہے بے شمار  
 کون ہی ڈھارس جو ہے اس وقت میں      قرض خواہوں کا ہر ذرہ بے شمار  
 روزِ بد آخر دکھایا قرض نے  
 قسرت میں گرایا قرض نے

یا اور

## ۳۷۔ نیم نیم حکیم

صد کے بازار میں ہر اک دنگ      عار اطباء و طبابت کا تنگ  
 مملکت ہند میں اب گھر بگھر      ہر ملک الموت سے مشہور تر  
 ننگ و ہن اس کلبے بدبو گیر      جیسے کہ جلاب کا دستِ اخیر  
 صاحبِ بخش کو بتایا کنول      واسطے بنیضہ کے لکھا اپنول  
 لکھ دیا مجسنوں کو شیرِ شتر      کہہ دیا مستقی کو جا خصدگر  
 پہنچا جوان نے تو غذا کیا کی      ساتھ کلہاقتی کے کہا کھا دی

یہ کہا اس کو جسے تھی آتشک  
 موضعِ مخصوص پہنچ کر کوٹک

سودا



## ۴۔ ہنگ نوش

تھے اک بیگی لیکن نو آموز سے  
کھانڈا اُنھوں کی ہر روز سے  
کہیں جس جگہ پر یہ بیٹھے تھے وہاں  
تجائف کا ہر صنف کے تھا بیاں  
جو کھیلوں کا آیا بنارس کے ذکر  
لگے کہنے یہ کر کے دل پہنچ فکر  
کہ کھیلے یہ کس شکل سے کھاتے  
مگر کوٹے بننے اور اڑ جائے  
چلے یاں سے اٹتے یہ اس لہریں  
گئے بار کوٹے ہو اس شہر میں  
اتر کر انہوں نے زروئے ہوا  
لیا وہاں جو ہیں منہ میں کھلا اٹھا  
کی حلوائی نے ان پہ جیسے کر چوٹ  
یہ قیں دینے کر ہو گئے لوٹ پوٹ  
زبس نار و مجروح یا یا انہیں  
اجلے تل کر اٹھایا انہیں  
یہ گودی میں تھے دوستوں کی نڈھال  
کہے تھا ہر اک ان سے تفتیش حال  
یہ ثابت ہوا بعد چندیں درنگ  
کہ آج آپ نے پی تھی تھوڑی سی نگ

جو رکھتا ہے کچھ جی تو عقل و جو اس  
تومت ہو گدھا کھلے ہر ایک گھاس

قائم

## ۵۔ حجام نافہ حجام

اب جو حجام اپنے ساتھ یہ ہیں  
 سر تراشی کو جس کسی کی یہ آئے  
 درد کے مارے ہووے یہ احوال  
 غرض اک دن قحی میری کج فحقی  
 ساتھیوں سے کہا میں اپنے تمام  
 جوں ہی کوئی اسے بلا لایا  
 جب گلو بند اس نے باندھ دیا  
 روکے دم بولتا تھا ہجر ہوں  
 اک گلے پر تھا ایک سر پہ ہاتھ  
 ہوئی اُستاد شرط ہم تم میں  
 گو مرے یا جیسے کوئی کچھ ہو  
 آٹے ہاتھوں جو ان نے سر کو لیا  
 زخموں کی زیادتی جو تن پہ ہوئی  
 بس کہ تن پر ہواروئی کا وفور  
 قصد جانے کا جب لگا کرنے

سو یہ بھڑوا پلشت گندہ وہاں  
 استرا سر پہ اس طرح سے چلائے  
 پکے پھوڑے سے جیسے نوچنے بال  
 جائے کیدھر نصیب کی سختی  
 لائیں مسلح کو میرے حجام  
 لوگ بولے کہ ہائے وہ آیا  
 پھر تو گویا گلے میں پھانسی دیا  
 جیسے ڈمری کے لڑکے کی چون چوں  
 ہو کے مضطر کہ تھا اس کے میں ساتھ  
 بس کہ اس اگلے اب جمیں  
 کام سے اپنے کام تھا اس کو  
 نہ نوشت ازل کو میٹ دیا  
 ہر جگہ چسپکی ان نے روئی  
 ہوئی کا تھا یہ روسیاہ سنگور  
 حق خدمت طلب لگا کرنے

میں نگر سے کہا جو ہے معتاد      دے وہی چار پیسے کم نہ زیاد  
 بولا بس یہ بھی سخری ہی ہوئی      اس سے دمنے کی تو لگی ہی رولی  
 خوب اک شخص سے لیا نہ لیا      مفت ہی ایک سر میں مونڈ دیا  
 میں جو دیکھا بھار کا اسلوب      جی میں سوچا کہ ہے مصالحہ خوب  
 جوں توں راضی کیا میں اس کے تئیں  
 کہ ملے سر سے یہ بلا تو کہیں

قاسم

## ۷۔ مفلسی کے احوال

جب آدمی کے حال پہ آتی ہو مفلسی      کس کس طرح سے اس کو ستاتی ہو مفلسی  
 پیاسا تمام روز بٹھاتی ہے مفلسی      بھوکا تمام رات سلاتی ہے مفلسی  
 یہ دکھ وہ جانے جس پہ کہ آتی ہو مفلسی  
 کہتے تو اب حکیم کی سب سے بڑی ہوشیار      تعظیم جس کی کرتے ہیں نواب و خان  
 مفلس ہونے تو حضرت لقمان کیا ہیں یا      عیسیٰ بھی ہو تو کوئی نہیں پوچھتا میاں  
 حکمت حکیم کی بھی ڈباتی ہے مفلسی  
 جوابل فضل عالمہ فضل کہاتے ہیں      مفلس ہونے تو کمرہ تلک بھول جاتے ہیں

پوچھے کوئی الف تو اسے بتاتے ہیں وہ جو غریب غریب کے لڑکے پہلے تھے ہیں

ان کی تو عمر بھر نہیں جاتی ہے مفلسی

مفلس گمے جو ان کے مجلس کے بیچ حال سب جانیں روٹیوں کا یہ ڈالا ہی اس نے مال  
گر گر پڑے تو کوئی تالیف سے اسے سنبھال مفلس ہیں جو ہیں ملا کر اگر فضل اور کمال

سب خاک بیچ آکے ملائی ہے مفلسی

جب روٹیوں کے بیٹے کا اگر پچے شمار مفلس کو دیویں ایک تو نکر کو چار چار

گرا اور مانگے وہ تو اسے جھڑکیں بار بار اس مفلس کا آہ بیاں کیا کروں میں یار

مفلس کو اس جگہ بھی جب آتی ہے مفلسی

مفلس کی کچھ نظر نہیں رہتی ہے آنکھ دیتا ہے اپنی جان وہ ایک ایک نان پور

ہر آن ٹوٹ پڑتا ہے روٹی کے خزان پر جس طرح کتے لڑتے ہیں اک استخوان پر

ویسا ہی مفلسوں کو لڑائی ہے مفلسی

کرتا نہیں جیسا ہے جو کوئی وہ کام آہ مفلس کو ہے اس کے تین انظر آہ

سمجھے نہ کچھ حلال نہ جانے حرام آہ کہتے ہیں جس کو شرم و حیانت گناہ نام

وہ سب جیسا و شرم اٹھاتی ہے مفلسی

یہ مفلسی وہ ہے جو کہ جس گھر میں بگرتی پھر جتنے گھر میں ست تھی اسی گھر کی گرتی

نن بچے روتے ہیں گویا تالی گزرتی ہمسائے پوچھتے ہیں کیا ادوی مرگتی

بن مر دے گھر میں شور مچاتی ہے مفلسی

لازم ہے گرغنی میں کوئی شخص غل مچا      مفلس بغیر غم کے ہی کرتا ہی پائے ہائے  
فرجائے مگر کوئی تو کہاں سے اسے لٹا      اس مفلس کی خواریاں کیا کیا کھوں میں کا  
مروے کو بن کفن کے گزاتی ہے مفلسی

کیا کیا میں مفلسی کی کموں خوار ہی چکریاں      جھاڑ بغیر گھر میں بکھرتی ہیں جھکڑیاں  
کونوں میں جاے پٹے ہیں چھپ چھپ کر لپٹا      پیدا نہ ہوویں جن کے جلائے گو لکڑیاں  
دریا میں ان کے سروے بہاتی ہے مفلسی

بی بی کی تھنہ بڑھکھن کے ہاتھوں گڑھے رہے      کپڑے میاں کے بننے کے گھر ٹپے رہے  
جب کڑیاں بک گئیں تو کھنڈ میں اٹھے رہے      زنجیر نے کوڑا نہ پتھر گڑھے رہے  
آخر کو اینٹ اینٹ کھداتی ہے مفلسی

جب مفلسی سے ہووے کلاؤت کا دل ادا اس      پھر تپے طعنوں کو ہر گھر کے آس پاس  
اک پاؤ میر آئے کی دل میں نگلے آس      گوری کا وقت ہووے تو گاتا ہو وہ بیاس  
یاں تک حواس اس کے اٹاتی ہے مفلسی

مفلس جو بیاہ بیٹی کا کرتا ہی بول بول      پیسا کہاں آج جا کے وہ لائے جہیز مول  
جودہ کا وہ گلا ہی کہ پھوٹا ہو جیسے ڈھول      گھر کی حلال خوری تک کہ قتی ٹھٹھول

ہیبت تمام اس کی اٹھاتی ہے مفلسی  
جیسے کا بیاہ ہو تو نہ بھاتی نہ ساتھی ہے      نے روشنی نہ باجے گی آواز آتی تھے

ماں پیچھے ایک سیلہ لٹوئے جاتی ہے      بیٹا بنا ہے دو لٹا تو باوا برلتا ہے

مغلس کی یہ برات چڑھاتی ہے مغلس

چوٹے تو از پانی کے تنگے میں آتی ہے      پیئے کو کچھ نہ کھائے کو اور نہ رالپی نہ

مغلس کے ساتھ سب کے تنیں بے جاتی ہے      مغلس کی جو پیچ ہو کہ ہاں ہر کیے برابر

عزت سب اس کے دل کی گزرتی ہے مغلس

کیسا ہی آدمی بہرہ افلاس کے فضل      کوئی گدھا کہے اُسے ٹھیرا ہے کوئی سیل

کہنے پختے تمام بڑھے بال پس پھیل      منہ خشک دانت زبردن پر جا ہے میل

سب فتنہ قیدیوں کی بناتی ہے مغلس

جب مغلس ہوئی تو شرافت کہاں رہی      وہ قدرت ذات کی وہ نجات کہاں رہی

کہنے پختے تو لوگوں میں عزت کہاں ہی      تعظیم اور تواضع بابت کہاں رہی

مغلس کی جوتیوں پہ بھاتی ہے مغلس

کہتی نہیں کسی کی یہ غیرت کی آن کو      سب خاک میں ملاتی چہرمت کی شان کو

سوتلوں میں اُس کی کھپاتی ہے جان کو      چوری پہ آکے دے ہے ٹپس کے گدھاں کو

آخر نڈاں بھیک منگاتی ہے مغلس

دنیا میں لے کے شاہی طریقہ فقیر      خالق نے مغلس میں کسی کو کسے اسیر

اشراف کو بناتی ہی اک آن میں خیر      کیا کیا بن مغلس کی خرابی کسوں نے خیر

وہ جاتے جس کے دل کو جلاتی ہے مغلس

نظمی

## ۷۷. جاہل ماں

غروسی کی محمد میرزا نے  
 محمد میرزا جو صاحب جاہ  
 بڑا معروف تھا ان کا گھر انا  
 امارت ان کی بھی مشہور عالم  
 سب اچھا تھا گریوی بھی جاہل  
 ہوئی ورنہ ہونے کی وہ شادی  
 ادھر تھا مبارک باوکاشل  
 جگر تھکا ہوا محفل ہوئی گرم  
 تھلے توڑوں کے مزدور ماخوشی سے  
 کئی دن تک رہا شادی کا عالم  
 یکایک اور مکی دولت وہاں کی  
 غنی سے ہو گئے، محتاج مرزا  
 اکیلے رہ گئی وہ نامبارک  
 کبھی کا جلی بھی تیل پورا نہ بٹنا  
 نہ سمجھا فائدہ نقصان اپنا

دیا اک چاند سا بیٹا خدا نے  
 بڑھایا تھا جہیں بخت رسا نے  
 بہت کم ہوتے ہیں ایسے گھرانے  
 تجارت کے تھے کارخانے  
 وہ کیا جانے کسی کے گھر بنانے  
 بے گھر میں کئی دن تباہی لے  
 ادھر نہ طرب لگے کھانے پانے  
 کھنے تہنہ قنات اور شامیانے  
 لگے خوش ہو کے سب دولت تھانے  
 مگر کچھ دن میں سنے بہنا ہولانے  
 دکھائی ذات اپنی بے وفائی  
 گئے باہر کہیں کھانے کمانے  
 لگی اپنے عین سے گھر چلانے  
 لگی بچے کو آئے دن لگانے  
 لگی ہر چیز بچے کو کھلانے

بڑھی بچے کی جب بے اعتدالی  
 کھلائیں اس کو چیزیں یا موافق  
 پڑا ہمارے بچے ماکے ہاتھوں  
 دو اپر ہیز سے بچتا وہ بچا  
 جہالت کا برا ہو وہ محبت  
 دو اور سن کو لوگوں کی کما جب  
 نیا نام حسین نے ڈاکٹر کا  
 لگی کتنی کوئی اور شے ہے  
 مراٹھا کہیں نظر و گیلے  
 پرو سن ہی کو اتنی اکڑے عقل  
 پلائی گھنٹیاں نے سمجھ بوجھے  
 مزدوروں پر لونگی مل کے نکھیں  
 گئی۔ ستال۔ نالائی نجومی  
 شکائے مولوی تھاکے سے جنت  
 کبھی جہاں جی سید میں آئے  
 کئی تعویذ سید سے شکائے  
 خدا کا نام تھا انول ان میں

خلل بھی پھر لگا صحت میں آنے  
 نکل آئے بدن میں اُس کو دلانے  
 بخار اس کو نگاشتت ہو آنے  
 نگر مارا آئے اس نام نہانے  
 عداوت تھی محبت کے بہانے  
 لگی ناول نال اور بھول چڑھانے  
 جلی وہ گلیاں اس کو سٹانے  
 نگور ڈاکٹر کیا اس کو جانے  
 اسے صحت ہی دی ایسی خدائے  
 نزلان ہاں میں ہاں خوب سن دوانے  
 لگیں پھر منتیں دونوں نہانے  
 چلوں گی قبر پر چادر چڑھانے  
 سب کے قسمتیں اپنی نترانے  
 بلائے دس کے مال سلانے  
 چلی خود چھونک بچے پر دلانے  
 وہ سید جس نے کچھ تھے زمانے  
 جنہیں وہ جیتے تھے آنے آنے



کسی سے کوئی حکمت بن نہ آئی  
 ہوا آرام بیت کو نہ زہبہ ر  
 کوئی اس بات کی تہ کو نہ پہنچا  
 شکم کا عارضہ تھا بے زباں کو  
 دوا کا نام جو دیتا تھا کوئی  
 جہالت کی پکا کر ڈھائی چاول  
 زمانہ لاکھ سمجھاتا تھا اس کو  
 "میرا بچا مر جاتا ہے" خوگو  
 کھڑا رہنے نہ وہ لگی ڈاکٹر کو  
 خبر گیری نہ اس کی ہو سکی جب  
 وہ بچا پہل بسا لڑائیوں سے  
 تنہا یہ حال جب تو فرط غم سے  
 جو چاہو خیر لڑکوں کی تو پہلے  
 غلی ہی نیند کچھ فصل خدا سے  
 ہوئے بالوس سب اپنے بگمانے  
 گلی محنت نہ اماں کی تھکانے  
 یہ کیا اسرار تھے اللہ جانے  
 مگر ماں نے دیا اس کو نہ جانے  
 اسی کو دوڑتی تھی کاٹ کھانے  
 لگی ناٹن وال اپنی گھلانے  
 مگر اس کی چہالت کس کو ملنے  
 جلے براور تہ آئے جہلاسنے  
 یہی جیسی تھی اپنے دل میں تھانے  
 خبر لی آگے بچے کی قضائے  
 گلی ماں سینے اوڑھناں اٹانے  
 کہا اچلا کے اک مر و خدا نے  
 بٹھا لڑکیاں اپنی پڑھانے  
 کچھ اب بدلی ہی کروت اندیانے

غضب تھا یہ جہالت کا نتیجہ  
 ستم ہے جان لی بچے کی ماں نے

طالب بنارسوی

## ۷۸۔ عید گاہ اکبر آباد

ہے دھوم آج مدرسہ و خانقاہ میں      تلنتے ہنسے ہیں سجدہ جامع کی راہ میں  
گلشن کے محل رہی ہیں ہر کج نگاہ میں      مروجین جھکتے ہیں اک اک نگاہ میں  
کیا کیا منے ہیں عید کے آج عید گاہ میں

جھکے ہر طرف کو جو آباد لازری      پوشاک میں جھکتے ہیں سب تن ذری  
گلروٹکتے پھرتے ہیں جوں ماہ و مشتری      ہی سب کے عید عید کی طابخ شجری  
کیا کیا منے ہیں عید کے آج عید گاہ میں

آتے ہیں گرے اپنے جو ہی ہیں کج نگاہ      صحن چمن ہی جتنا ہے سب صحن عید گاہ  
چھاتی سے لپٹے جاتے ہیں ہنس ہنس کھٹکھٹ      دل بانگ سب کے ہوتے ہیں فرحت و ذراہ  
کیا کیا منے ہیں عید کے آج عید گاہ میں

کچھ بھڑکی ہے بھڑکے عید کے شمار      خلقت کے ٹھنڈے ٹھنڈے ہیں صحن ہر طرف بار  
ہاتھی گھنٹے بیل و تھوڑا و انت کی تار      غل شور بلے بھولے لکھو لکھو کی بے پکار  
کیا کیا منے ہیں عید کے آج عید گاہ میں

پہنے چھبے ہیں شمع کنے اور ہنسیاں      پھولوں کی گڑبڑیں ہیں شاخیں اڑس لہیاں  
کریں سجدوں نے نلکے کی خانہ ہیں کسلیاں      ملے ہیں یوں کچھانی کی کڑکے ہیں پسلیاں  
کیا کیا منے ہیں عید کے آج عید گاہ میں

آتے ہیں ملتے ملتے جو عاجز پری رغاں دیتے ہیں ملنے والوں کو گھر کے گالیاں  
 کبھی لپٹے جاتے ہیں جوں گھر پر کھیاں وہ ان کے کمرے لٹے ہیں جتنی ہیں چوبیاں  
 کیا کیا منہ ہیں عید کے آج عید گاہ میں

ہیں ملتے ملتے تن جو پسینوں میں تر تر ملنے کے ڈسے پھرتے ہیں چھپتے ادھر ادھر  
 چھپتے چھپتے ہیں لوگ بھی جاتے ہیں وہ جہر تنہا ہنسی و مسیر تماشے جدھر جدھر  
 کیا کیا منہ ہیں عید کے آج عید گاہ میں

ہیں کرتے وصل شہر کے سب خور و اور کیم ادنیٰ غریب امیر سے لے شاہ تا وزیر  
 ہر دم گلے پست کے مرے یار دل پذیر ہنس ہنس کے تجھی کہتا ہی لوں کیوں مل نیکر  
 کیا کیا منہ ہیں عید کے آج عید گاہ میں

نظیر

## ۷۹۔ عید الفطر

جے عابدوں کو خاعت و بخرید کی خوشی اور زاہدوں کو زہد کی تمہید کی خوشی  
 رند عاشقوں کو ہر کئی اُمید کی خوشی کچھ دلبروں کے وصل کی کچھ دید کی خوشی

ایسی نہ شب برات نہ بقرید کی خوشی  
 جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی  
 رونے کی خشکیوں میں جو ہیں زندہ و گال خوش ہونگے وہ دیکھتے ہی عید کا مال

نوشا کیس میں زرد سسئی سفید لال دل کیا کہ ہنس ہا ہی پڑا تن کا بال بال

ایسی نہ شب برات نہ بقرید کی خوشی

جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی

پچھلے پہلے اٹھ کے نہانے کی دھوم ہے شیر و شکر سیو یاں پکانے کی دھوم ہے

پیر و جواں کو نصیحت کھانے کی دھوم ہے لڑکوں کو عید گاہ کے جلنے کی دھوم ہے

ایسی نہ شب برات نہ بقرید کی خوشی

جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی

محبوب دلوں سے ہے جن کی لگی لگن ان کے گلے سے آن لگھتے جو گلبدن

سوسو طرح کے چاؤ سے مل لڑا تن ہوتی کہتے ہیں تم کو عید مبارک ہو جان سن

ایسی نہ شب برات نہ بقرید کی خوشی

جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی

کیا ہی معافی کی محی ہے امت پلٹ ملے ہیں دوڑ دوڑ کے باہم جھپٹ جھپٹ

پھرتے ہیں دلوں کو گلیوں میں شائے عین عاشق مرنے آتے ہیں ہر دم پلٹ پلٹ

ایسی نہ شب برات نہ بقرید کی خوشی

جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی

رونے کی محنتوں میں نہ ہوتی اگر اسیر تو ایسی عید کی نہ خوشی ہوتی دل پذیر

سب شادی گدا سے لگا شاہ تا وزیر دیکھا جو ہم نے خنجر سے ہے میا فیضیر

ایسی نہ مشبہ برات نہ بقریہ کی خوشی  
جیسی ہر ایک حد میں ہو اس عید کی خوشی

نظیر

## ۸۰. عید الفطر میں گزرتا

اب کے رویت میں آگیا بھل  
یعنی اگلیس تین اٹھا میں  
آج کل کس نے : فطاری  
دن کسی نے شہادت کا ل  
نوبے دن کے بج گیا دھولہ  
خشکی روزہ شدت گرمی  
آہ برپا ہے عالم جوش و غروش  
چاڑھو دیو بند میں ہر سے  
ایک دن تک وہی رہا ناچار  
تیس ہفتہ کہیں لڑائی ہے  
کوئی سمجھا رہا ہے ملا جی  
گناہ میں چپ گیا فتویٰ

رمضان ایک اور عید قبل  
کیا تواریخ میں پڑا ہے بل  
کوئی روزہ کی کوئی ہے بھل  
کوئی سمجھا ہے کہ ہے یہ زل  
روزہ داروں میں پڑی بھل  
گرمی ہے دماغ کو مختل  
ہوئی آپس یہ خوب سوچ بدل  
چاند کا بھی گیا تھا پاؤں بھل  
سب کی آنکھوں کی ہو گیا اوچل  
ایک کو غصہ ایک کو جھوٹ بھل  
کس نے کر ہے ہو جنگ و جہل  
علم کا نہیں ہے اس پہ عمل

بست و بستم کو چاندویکھ لیا      خود غلطی حق شہادت اول  
 دیکھ کر اختلاف دُنیا کا      یاد آئی مجھ کو ایک مثل  
 مگوئی ہے مجھے بتا تو سہی      اونٹ رے اونٹ تیری بیگم گل  
 چاند کے اختلاف نے اب کے  
 میسری عید کو کر دیا مہمن

اسمعیل

## ۸۱۔ شبِ برات کا حلوا

ملا جو دینے فائدہ مگر مگر میں جاتے ہیں      حلوا کہیں کہیں وہ چپاتی اڑاتے ہیں  
 مفلس کوئی بلاوے تو منہ کو پھیلاتے ہیں      شکر کا حلوا سنتے ہیں بس دوڑے جاتے ہیں  
 کہتے ہوئے یہ دل میں ابا ہاری شبِ برات  
 دنیا کی دولتوں میں جو زردا بنی بیٹھے      قندوں کی حلوائے رعنی نانیں لئے کھڑے  
 پہنچاتے خزان پھرتے ہیں لوگر کی پڑے      زندے بھی راتہ کہتے ہیں مرے بھی میں کھڑے  
 ان جو بیوں کی رکتی ہے پیاری شبِ برات  
 ٹھلیا چپاتی حلوائے کی تو سب بچال ہے      ادنیٰ غریب کے تئیں یہ بھی عاں ہے  
 کالے سے گزری لٹھی کڑھی کی مثال ہے      پانی کی ہانڈی گھیوں کی روٹی بھی لالہ  
 کرتی ہے اسی دکھیا پسندہاری شبِ برات      نظیر

## ۸۲۔ شبِ برات کی آفتاب زاری

چھوڑی لٹو تو بڑی ہر دم بنا کے جو      حاکم کا پیادہ کتہا یوں ان سے تلخ ہو  
کپڑے بدن بیا کے جو چاہو سو چھوڑ دو      چھپرہ جلاؤ گے نو دلا دے گی صبح کو

تم سے بیوترے میں گنگاری شبِ برات

لخنچکرا پی دم میں کہیں چرخ کھاتے ہیں      ٹوٹے ہوئی سنگ کہیں قبعتا تے ہیں  
زینٹ زینٹ پتلے کہیں غل پلاتے ہیں      لڑکوں کے غول باز کہیں لڑنے جاتے ہیں

کرتی ہے پھر تو اسی دھواندھاری شبِ برات

آکر کسی کے سر پہ چھپو نذر لگی کرتی      اوپر سے اور ہوائی کی آکر پڑی چھڑی  
ہو گی گلے کا بار پٹانے کی ہر رڑی      پاؤں سے پتی شور مچا کر قسم نرڑی

کرتی ہے پھر تو اسی ستمگاری شبِ برات

چہرہ کسی کا جل گیا آنکھیں مجلس گئیں      جھاتی کسی کی جل گئی مائیں مجلس گئیں  
ناہنگیں ہیں کسی کی تو رائیں مجلس گئیں      مونچھیں کسی کی چوک گئیں پٹکیں مجلس گئیں

دیکھ کسی کی داری پہ چنگاری شبِ برات

کوئی دوستوں کو دل میں سمجھتا ہے اپنے غیر      کوئی دشمنوں سے دل کا نکالے ہی اپنا پیر  
کہتا ہے واں نظیر مجھ آتش کی دیکھ سیر      یارب تو سب کی کعبہ برسا برسا کی خیر

بے طرح کر رہی ہے نموداری شبِ برات      نظیر

## ۸۳۔ برسات کی شب برات

بگڑی ہو کیا انار پٹاخوں کی اب کے بات  
 بارود ہے خراب پٹلنے میں پھسے  
 نہ تاب میں لڑا ہے کچھ بھلجری میں لطف  
 پیسے گئے فضول تو خیر اس کا غم نہیں  
 پاتا ہی اس جہان میں کچھ گھو کے آدمی  
 بس چھوڑ گھیں کو دیکھ لو ہے گرم گرم  
 شیریں خوش توام ہے چٹا کیئے اسے  
 بدعت کہو گناہ کہو یا چپو رہیں  
 بچوں کے واسطے ہی خورد و نوش میں کوز  
 ساون میں اتفاق سے آئی شب برات  
 کمزور میں انار چھو نہ ہے وہیات  
 پیسے ہمارے مفت گئے یونہی آٹھ سات  
 ہی سال بھر کے کمیل کی گویا ہی زکواہ  
 آئندہ ایسے کھیل پر ماریں گے ہم بھی للٹ  
 شال ہی جس میں ذالہ مرتد اور نبات  
 حلوہ کی پاشنی سے ہی مہری بھی آج مات  
 اچھا نہیں سمجھتا اسے زمرہ ثقات  
 اصحاب اتفاق کے لئے صوم اور صلوٰۃ

جاگیں گے آج اہل عبادت تمام رات  
 درگاہ کبریا سے کریں گے طلب نجات

اسماعیل



## ۸۴۔ حضرت سلیم چشتی کا عرس

ہے یہ مجمعِ نیکو رشتی کا      ذکر کیا یاں گزہ کی رشتی کا  
بحر ہے عارضوں کی گشتی کا      فخر ہے حرفِ سرِ رشتی کا  
رشتک ہے گلشنِ بہشتی کا

عرسِ حضرت سلیم چشتی کا

باغِ جنت ہے آج یہ صفا      بھول بھولے میں فیض کے دلوں کا  
دیکھو رضوانِ بہاریاں کی واہ      دل میں کتنا ہی دمِ دم مولانا  
رشتک ہے گلشنِ بہشتی کا

عرسِ حضرت سلیم چشتی کا

یہ محفلِ نہ سیم و زر ہے      ابرِ رحمت کا نور ہے  
حور و غماں کی روحِ تنے ہی      اور اشارہ ہی نظر ہے  
رشتک ہے گلشنِ بہشتی کا

عرسِ حضرت سلیم چشتی کا

محسنِ درگاہ ہے باغِ لولہ تباں      اور ہی زوارِ بگل و دیباں  
جی میں سب بچل بچل ہوتا دل      یہی کہتے ہیں ہر گھڑی ہر آل

رشک ہے گلشن بہشتی کا  
 عرس حضرت سلیم چشتی کا  
 بسکہ خلقت بھری ہولالوں لال  
 گھر مکاں پر گلوں کی مال مال  
 حسنِ راگ اور مشائخوں کی جال  
 بھیر غل شور اور قیل و قیل مقل  
 رشک ہے گلشن بہشتی کا  
 عرس حضرت سلیم چشتی کا  
 کھل رہا ہے چین جو فیض بھرا  
 جھرنّا گویا ہے حوضی کوثر کا  
 قدسیاں دیکھو بہشت سرا  
 سب پکاریں ہیں یوں آہا ہا  
 رشک ہے گلشن بہشتی کا  
 عرس حضرت سلیم چشتی کا  
 کتنے دگمہ میں فیض اٹھاتے ہیں  
 کتنے جھرنے میں جا نہاتے ہیں  
 کتنے نظر و نیاز لاتے ہیں  
 کتنے خوش ہو یہی سناتے ہیں  
 رشک ہے گلشن بہشتی کا  
 عرس حضرت سلیم چشتی کا

ہے ہم دور دور کا عالم  
 سبز سرخ و سفید زرد ہم  
 سب جوٹی ہوئے جوں گل شبنم  
 دیکھ میری یہ کہتے ہیں ہر دم

رشک ہے گلشن بہشتی کا  
 عرس حضرت سلیم حبتی کا  
 بھڑا بنوہ خلیق کی تکثیر  
 بادشاہ و گدا و میرو وزیر  
 فضل و پیرو جواں غریب فقیر  
 پر سبھوں کی زباں پر یہ تقریر  
 رشک ہے گلشن بہشتی کا  
 عرس حضرت سلیم حبتی کا

نظیر

## جہ کمرشن جی کی بالنسری

جب مڑی دھرنے مڑی کو اپنی اُدھر دوسری  
 کیا کیا پریم میت بھری اس میں دھن بھری  
 لے اس میں راوے راوے کی ہر دم بھری کھری  
 لہرائی دھن جواس کی راوے اور راوے دھری  
 سب سننے والے کہ اُٹھے جے جے ہری ہری  
 ایسی بکائی کشن کنیا نے بالنسری  
 جس آن کا نھ جی کو وہ منی محباؤنی  
 جس کان میں وہ آؤنی واں شدہ بھلاؤنی

ہرمن کی ہو کے ہوئی اور چہت لبساؤنی  
نکلی جہاں دھن اس کی وہ میٹھی سہاؤنی

سب سننے والے کہہ اٹھے جے جے ہری ہری  
ایسی بجاتی کٹن کنہیا نے بالاسری

گواہوں میں سند لال بجاتے وہ جس گھڑی  
گوئیں دھن اس کی سننے کو رہا تہی سب گھڑی

گلیوں میں جب بجاتے تو وہ اس کی دھن بڑی  
لے لے کے اپنی لہر جہاں کالامیں پڑی

سب سننے والے کہہ اٹھے جے جے ہری ہری  
ایسی بجاتی کٹن کنہیا نے بالاسری

منہی کو مڑی دھرجا بجائے گئے جدھر  
یہی دھن اس کی زور ہر اک دلی کراثر

سننے ہی اس کی دھن کی حلاوت ادھر ادھر  
منہ چنگ اور نے کی دھنیں دل سے بھول کر

سب سننے والے کہہ اٹھے جے جے ہری ہری  
ایسی بجاتی کٹن کنہیا نے بالاسری

بن میں اگر بجاتے تو وہاں بھی یہ اُسی کی چاہ  
 کرتی دھن اُسی کی نیچی بیٹھوی کے دل میں راہ  
 بستی میں جو بجاتے تو کیا شام کیا پگاہ  
 پڑتے ہی دھن وہ کان میں ہماری ہو کدہ  
 سب سننے والے کہہ اٹھے جے جے ہری ہری  
 ایسی بجائی کش گنہیا نے بالہری  
 کتنے تو اسی کی دھن کے لئے رہتے بے قرار  
 کتنے لگائے کان ادھر رکھتے بار بار  
 کتنے کھڑے ہو راہ میں کر رہتے انتظار  
 آئے جدھر بجاتے ہوئے شیام جی مرار  
 سب سننے والے کہہ اُٹھے جے جے ہری ہری  
 ایسی بجائی کش گنہیا نے بالہری  
 نظیر

---

## ۸۶۔ آنند بدھاوا

تھی کوئے کوئے خوش وقتی اور طبلے تان کھینکتے تھے  
 کوئی نلج ہی کوئی کوئی کوئی ہنس ہنس کے کچھ روپیچھے  
 ہر جا پر طرف آنندیں تھیں واں گھر میں نند جسودا کے  
 کچھ آننگن پیچ برابر تھیں کوئی بیٹھی کوٹھے اور چھتے  
 سو خوبی اور خوش حالی سے دکھلاتی تھیں سامان کھری  
 سچ بات ہے بالک ہونے کی ہی دنیا میں آنند بڑی  
 پھر اور خوشی کی بات ہوئی جب ریت ہوئی دوکانوں کی  
 رکھوائی دودھ کی مشک کی بھر اور ڈالی ہلدی بتسیری  
 یہ اس پچھینکے بھر بھر کر وہ اس پر ڈالے کھری گھڑی  
 کوئی پونچھے شکہ اور باہن کو کوئی سگری بھیگی اور تھری  
 اس دودھ کی بھی رنگ رلیوں میں روپا ہو ہوا ہزارا  
 اور تن کے ابرن یوں بھیگے جو رنگ ہو کس کیاری کا  
 شکہ منڈل میں یہ دھوم مچی اور باہر نیلگی جوگی بھی  
 کچھ ناچیں بھانڈ بھگیتے بھی کچھ میٹھے پاویں میل پڑی

آئندہ ہاؤس بلج نہ ہے نہ سٹگے برنا اور تڑنی  
 رنگین سنہرے پالنے بھی لے ہاتھ کھڑے کتے برقی  
 ہر آن اٹھاتے تھے مائیک کیا گنتی سوئے روپے کی  
 نہ اور جسودا نے ایسی کی شادی بالک ہونے کی  
 جو بیگی جوگی تھے ان کو اس آن پیٹ خوش حال کیا  
 پھر آئے بانگے ریشم کے اور زر بھی بخشا بہتیرا  
 اور جینے ناچنے والے تھے اسباب انہیں بھی خوب دیا  
 مہمان جو گھر میں آئے تھے سب ان کا بھی ارمان رکھا  
 دن رات چھٹی کے ہونے تک من خوش کیا لوگ لگائی کا  
 بھر کھال روپے اور تھری دیں جب نیگ چکایا دالی کا  
 نہ اور جسودا بالک کو واں ہاتھوں چھاؤں میں تھے رکھتے  
 نہت پیار کریں من واریں ستھریا ہرن گھنے ہنسکے  
 جن بہلاتے من پر پاتے اور خوب کھلونے منگواتے  
 ہر آن جھلاتے پلنے میں ایدھر اور اودھر جھلاتے  
 کر یا دن ظہیر اب ہر ساعت اس پالنے اور اس جھولے کی  
 آئندہ سے بیٹھو جین کر وجے بولو کوکان جھنڈولے کی  
 نظیر

## ۸۷ ہولی

آجھکے عیش و طرب کیا کیا جب حُسن دکھایا ہوئی نے  
 ہر آن خوشی کی دھوم ہوئی یوں لطف بتایا ہوئی نے  
 ہر خاطر کو خر سہند کیا ہر دل کو لٹھکایا ہوئی نے  
 دف رنگیں نقش سُہری کا جس وقت بجایا ہوئی نے  
 بازار گلی اور کوچوں میں غل شور مچایا ہوئی نے  
 یاسوانگ کموں یا رنگ کموں یا حُسن بتاؤں ہوئی کا  
 سب ابرن تن پر جھک رہا اور کیسہ کا ماتھے ٹیک  
 ہنس دینا ہر دم ناز بھرا دکھ لانا سچ دھج شوخی کا  
 ہر گناہی مصری قند بھری ہر ایک قدم اکھیلی کا  
 دل شاد کیا اور سوہ لیا یہ جو بن پایا ہوئی نے  
 کچھ طبلے کھٹکے تال بچے کچھ ڈھولک اور منگ بجی  
 کچھ ضربیں بین بابوں کی کچھ سارنگی اور چنگ بجی  
 کچھ تار غنبدوں کے جھنک کچھ محمدی اور مین چنگ بجی  
 کچھ گنگر و گھٹلے حجم جسم کچھ گت گت پڑا ہنگ بجی  
 ہے ہر دم ناچنے کا یہ تار بندھلایا ہوئی نے



ہر جاگہ تعالٰی گلاؤں سے خوش رنڈت کی پکار ہے  
 اور ڈھیر پیروں کے لگے سوسٹرت کی تپاری ہے  
 ہیں راگ بہاریں دکھلائے اورنگ بھری پکاری ہے  
 منہ ہرخی سے گلزار ہونے کی کسری کی سی کپاری ہے  
 یہ روپ جھکتا دکھلایا یہ رنگ دکھایا ہولی نے  
 پوشا کیں چھتری رنگوں کی اور ہر دم رنگ فشانی ہے  
 ہر وقت خوشی کی جھبکیں ہیں پکاری کی خوشانی ہے  
 کہیں ہولی ہے دھینگامشی کیں ٹھہری کھینچانی ہے  
 کہیں لٹیاں جھبکیں رنگ بھری کہیں جتنا کچڑ پانی ہے  
 ہر چار طرف خوش حالی کا یہ جوش بڑھایا ہولی نے  
 ہر آن خوشی سے آپس میں بہ بہنس ہنس رنگ چڑکتے ہیں  
 ہنس رنگوں سے گللوں کی ٹیوں سے رنگ پٹنے پیا  
 کچھ آگ اور رنگ جھکتے ہیں کچھ۔۔۔ کے جام جھلکتے ہیں  
 کچھ کودیں ہیں کچھ اچھلیں ہیں کچھ ہنستے ہیں کچھ بکتے ہیں  
 یہ طور یہ نقشہ عشرت کا ہر آن بنایا ہولی نے  
 مسبب پری رو پیاروں کی ہر جانب نوکا جھونکی ہے  
 کچھ آن ٹپکی جلتی ہے کچھ بان اڑھ سے روکی ہے

کچھ سینیں ترچی سحر بھری کچھ گھٹ لگا دت خوکی ہے  
کچھ شور ہا ہا ہا ہا کا کچھ دھوم اُہو ہو ہو کی ہے

یہ عیش یہ جہا یہ کام یہ دُحسب ہر آن جتایا ہوئی نے

مجھ نوں سے رنگ لال ہوئے کہیں چلتی مے کی پیالی ہی

کہیں ساز طرب کے بجتے ہیں دل شاداں مُنہ پر لالی ہی

سو کثرت عیش و مسرت کی خوش وقتی اور خوش حالی ہے

کچھ بول بھولی پیار بھری کچھ گالی بے کچھ پالی ہے

اِن چہر چوں کا اِن چہلوں کا یہ تار لگایا ہوئی نے

ہیں کیا کیا ہر میں رنگ بھرے او سو انگ بے کیا کیا آتے ہیں

کہ باتیں ہر زم جہل بھری خوش ہنستے اور ہنساتے ہیں

کچھ جوگی پیلے جیسے ہیں کچھ کا مینوں کے گاتے ہیں

کچھ اور طرح کے سوانگ بنیں کچھ ناچتے اور کچھ گاتے ہیں

ہر آن نظیر اس فرحت کا سامان دکھایا ہوئی نے

نظیر

## ۸۸۔ ہولی کی ہمار

جب پھاگن رنگ جھلکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی  
 اور دف کے شور مچاتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی  
 پریوں کے رنگ دکھاتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی  
 تم نشیستہ جام چھلگتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی  
 محبوبت میں چھلکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی  
 میزاج ریسی پریوں کا بیٹھے ہوں گل و زنگ بھرے  
 کچھ بیسی تائیں ہولی کی کچھ ناز واداکے ڈھنگ بھرے  
 دل بھولے دیکھ بہاروں کو اور کانوں میں آہنگ بھرے  
 کچھ طبلے کھڑکیں رنگ بھرے کچھ عیش کے دہمنہ چنگ بھرے  
 کچھ گھنگر و ناں جھنکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی  
 سامان جہاں تک ہوتا ہے اس عشرت کے مطلوبوں کا  
 وہ سب سامان مہیتا ہوا اور بل غمکھلا ہو خوبوں کا  
 ہر آن شرابیں ڈھلتی ہوں اور ٹھٹھ ہونگ کے ڈوبوں کا  
 اس عیش و فرے کے عالم میں اک غول کھرا مہو بوں کا  
 کپڑوں پہنک چڑکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی

اس رنگ رنگیلی مجلس میں وہ رندی ناپنے والی ہو  
 منہ جس کا چساند کا لکڑا ہوا اور آنکھ بھی مے کی پیالی ہو  
 بدست بڑی متوالی ہو ہر آن بکاتی تالی ہو  
 مے نوشی ہو بے ہوشی ہو، بھڑوے کے منہ میں گالی ہو  
 بھڑوے بھی بھڑا بکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ٹولی کی  
 اور ایک طرف دل لینے کو محبوب بھولوں کے لڑکے  
 ہر آن گھڑی گت بھرتے ہوں کچھ گھٹ گھٹ کے کچھ بڑ بڑ کے  
 کچھ ناز جتاویں لڑ لڑکے کچھ ہولی گاویں اڑاڑ کے  
 کچھ لچکے شوخ مکرپنی، کچھ ہاتھ چلے کچھ تن پھٹ کے  
 کچھ کافرین مٹکتے ہوں تب دیکھ بے سارس ہولی کی  
 یہ دھوم مچی ہو ہولی کی اور عیش فرے کا جھکڑ ہو  
 اس کھینچا کھینچ کھسیٹی میں بھڑوا رندی کا پھسکڑ ہو  
 معجون شرابیں ناز مرزا اور ٹکیا سلفا لکڑ ہو  
 لڑ بھڑ کے نظیر بھی نکلا ہو کچھ پڑ میں لتھڑ پتھر ہو  
 جب ایسے عیش مہکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ٹولی کی  
 نظیر

## ۸۹۔ دوائی کے جواری

ہر اک مکان میں جلا پھر دیا دوائی کا      ہر اک طرف کو اچالا ہوا دوائی کا  
سبھی کے دل میں سماں بھاگیا دوائی کا      کسی کے دل کو مزہ خوش نگاہ دوائی کا

عجب ہمارا کا ہے دن بنا دوائی کا  
صرف حرام کی کوڑی کا جن کا ہی ہو پیار      انہوں نے کھایا یا اس کے واسطے ہی اُدھا  
کے ہیں نہیں کے قرض خرابوں سے ہر اک گیار      دوائی آئی ہر سب سے جلائیں گے اے یار  
خدا کے فضل سے ہے آسرا دوائی کا

مکان لیب کے ٹھلیا جو کوری کھوئی      جلا چراغ کو کوڑی دہ جسدِ جنکائی  
اصل جواری تھے ان میں توجاں سی آئی      خوشی سے کود اچھل کر پکارے اوجھائی

شگون پہلے کرو تم ذرا دوائی کا  
شگون کی بازی لگی پہلے بار گنڈے کی      پھر اس سے بڑھ کے لگی تین جا گنڈے کی  
پھری جیسی طرح بار بار گنڈے کی      تو آگے گئے لگی پھر نزار گنڈے کی

کمال نہ لگا پھر تو دوائی کا  
کسی نے گھر کی حویلی گرو رکھا باری      جو کچھ تھی جنسِ میسر بنا بنا باری  
کسی نے چیز کسی کی چڑا چمکا باری      کسی نے گھڑی پڑوسن کی اپنی لا باری  
یہ ہار جیت کا چہ چا پڑا دوائی کا

کسی کو داؤ پہ لائکتی موٹھ نے مارا      کسی کے گھریہ دھر اسوختہ نے انگارا  
کسی کو نرد نے چو پڑ کے کرو یا زارا      لنگوٹی باندھ کے بیٹھا انا تک ہارا  
یہ شور آ کے مچا جا بجسا دوالی کا

کسی کی جو رو کے نہ بچا رہے بھڑے      بہو کی نو گرہی بیٹھے ہاتھ کے کھڑے  
جو گھر میں آئے تو سب مل کے پیس گھڑے      نکل تو یاں سے ترا کام یاں میں بھڑے  
خدا نے تھ کو شہد اکیا دوالی کا

وہ اس کے جھونٹے پکڑ کر کہے ہواؤں گا      ترا جو گناہ ہے سب تازنا تاروں کا  
جیلی اپنی تو اک داؤ پر میں باروں گا      یہ سب تو ہمارا ہوں خندی تجھے بھی ہاؤں گا  
چڑھا ہے مجھ کو بھی اتونٹا دوالی کا

تجھے خبر نہیں خندی یہ لت وہ پیاری ہے      کسی زمانہ میں آگے ہوا جو جوا رہی ہے  
تو اس نے چور کی تھا اور انا ناٹاری ہے      انا کر کیا ہے کہ جو رو تلک بھی ہاری ہے  
سمایہ تو نے نہیں ماجر دوالی کا

یہ باتیں سچ ہیں نہ جھوٹا، کو جانو یاؤ      نصیحتیں ہیں انہیں دل میں ٹھانیو یاؤ  
جہاں کو جاؤ یہ قصہ کہنا نیو یاؤ      جو جوا رہی ہو نہ برا اس کا مینو یاؤ  
نظیر آپ بھی ہے جوا رہا دوالی کا

نظیر

## ۹. سلونوں کی راکھی

چلی آتی ہے اب تو ہر کسی بازار کی راکھی  
سنہری سبز ریشم زرد اور گلنار کی راکھی  
بنی ہے گو کہ نادر خوب ہر سردار کی راکھی  
سلونوں میں عجب رنگیں ہے اس دل دار کی راکھی  
نہ پہنچے ایک گل، لو پار جس گلزار کی راکھی  
عیاں ہے اب تو راکھی بھی چن بھی گل بھی شبنم بھی  
جھک جاتا چوٹی اور جھلک جاتا ہے ریشم بھی  
تماشا ہے ابا ہا ہا غنیمت ہے یہ عالم بھی  
اٹھانا ہاتھ پیارے واہ وائے کچھ لیں ہم بھی  
مٹھاری موتیوں کی اور زری کے تار کی راکھی  
مچی ہے ہر طرف کیا کیا سلونوں کی ہمارا اب تو  
ہر اک گل رو پھرے ہی راکھی باندھے ہاتھ میں خوش ہو  
ہوس جو دل میں گزرے ہی کہوں کیا آہ میں تم کو  
یہی آتا ہے جی میں بن کے باہمن آج تو یا رو  
میں اپنے ہاتھ سے پیارے کے باندھوں پیار کی راکھی

ہوئی ہے زیب و زینت اور خوباں کو تو راکھی سے  
 ولیکن تم سے اے جاں اور کچھ راکھی کے گل پھولے  
 دوانی بگبلیں ہوں دیکھ گل چنے لگیں تنکے  
 ہمارے ہاتھ نے منہدی نے انگشتوں نے ناخن نے  
 گلستاں کی چمن کی باغ کی گلزار کی راکھی  
 ادا سے ہاتھ اٹھنے میں گل راکھی جو ملتے ہیں  
 کلیجے دیکھنے والوں کے کیا لیا آہ جھپٹتے ہیں  
 کہاں نازک یہ پہنچے اور کہاں یہ رنگ ملتے ہیں  
 چمن میں شاخ پر کب اس طرح کے پھول کھلتے ہیں  
 جو کچھ خوبی میں ہے اس شوخ گل نخسار کی راکھی  
 پھریں ہیں راکھیاں باندھے جو ہر دم حسن کے تارے  
 تو اس کی راکھیوں کو دیکھ اے جاں چاؤ کے مارے  
 بہن زناں اور قشقہ رنگا ماتھے اُپر بارے  
 نظیر آیا ہے بامعن بن کے راکھی ناندھنے پیارے  
 بندھا لو اس سے تم ہنس کر اب اس تیوہار کی راکھی  
 منطی



## ۹۱۔ طرز جنگ

خوف غالب تھا مگر شرم سے خوشوار بڑھا      ڈھال بھگے ہوئے تو بے سہمے تلوار بڑھا  
 فن پھیکتی کا دکھاتا ہوا مٹا بڑھا      ہٹ گیا موڑ گیا دوبار تو اک بار بڑھا  
 ڈر کبھی تھا کبھی جرات تھی دل بد خو میں  
 سدا منے تھا کبھی نامرد کبھی پہلو میں  
 تن کے بڑھتا تھا کبھی جب تکے دکھتا تھا کبھی      ہٹ کے پیچھے بغضب شیر کو تکتا تھا کبھی  
 نیچہ دیکھ کے بڑھنے میں جھکتا تھا کبھی      مہر کو شعلے کی طرح دھن کے پکتا تھا کبھی  
 یہاں سے نعرہ تھا کہ افسوں نہ یہ بیکار دکھا  
 پھرتیاں دیکھ چکے وار بھی دو چار دکھا

وحید

## ۹۲۔ ارق پہلوان اور حضرت قاسم کا مقابلہ

صدایہ دلبر شہر نے دی کہ او بیدیں      زمیں سے چاروں کے مڑے اٹھا بیگم کہ نہیں  
 اب آدلیہ سے لڑنے کو اوشقی و لعیں      جہاں سپر ہیں تھے بھیج دیں تجھے بھی نہیں  
 یہ دیر تشنہ دہانوں پہ شاق ہی اب تو  
 وفا کا تجھ سے ہیں اشتیاق ہی اب تو

چلے حسام زباں کے جولدھرو و چار۔ خفیف اور مواعیل میں ازرق غدار۔  
چرٹھا فرس پہ جفا جو بے رحم، بتیار۔ چلا وہیں سے سرکش علم کئے تلوار۔

مثال گرنگ مسین ویسا رکتا تھا

نظر سے تہ تو آنکھوں سے خون ٹپکتا تھا

سیاہ قلب فساد، عین دہرہ گرم۔ چپانہ آنکھیں فتنہ نہ مطلقاً ازرم۔  
شقی شمر چٹا کیش سنگدل بے شرم۔ وہ استخفاں کہ ہو فولا وہ جس کے سامنے نرم۔

کسی کو روم میں اور شام میں نہ ماتا تھا

وہ اپنے رستم میں رستم کو زال جانتا تھا

وہ غمزدہ کہ در جس کا سایہ کچھ کے بوم۔ وہ تیرہ رنگ کہ جس سے سوا دشام ہو بوم۔  
گریز دیو بھی جس سے کرے وہ جہنم۔ سیہ کلائی تھی یا پہل مسرت کی خرطوم۔

گڑھے زین پہ بھرتا جا یہ بے ادب جاتے

وہ قدم کا بار کہ جس سے پہاڑ بھٹکتے

وہ عضو عضو کی سختی وہ فریبی تن کی۔ نہ جس کے سامنے کچھ حاصل تھی تن کی۔  
وہ چار آئینہ کڑیاں کڑی دھوئن کی۔ وہ دوش نچو بچس پر سپہ کیتی تن کی۔

وہ تیغ جس کا نہ نگر ہزار سے اُٹھے

وہ نیزہ جو کہ نہ اسفندیار سے اُٹھے

تنی ہوئی مقبلہ رگبر اس طرح سے گور کی۔ بیاں تھاری کہ سامنے کتہ زور کی۔

درہ تھا کوہ کا چوٹاں صدر دشمن کی      فرس نے جست جو کی ہل تہی میں کی

عقب میں اس کے جوہن جمع تھے گرجے لگے

ادھر سپاہ میں طنبور و طبل بجنے لگے

مقابلہ کو بڑے طغنے سے آپہنچا      اگر کے سامنے غازی کے یہ جہا پہنچا

اٹھائی تیغ دودم دشمن خدا پہنچا      ملا کے آنکھ قریں یہ اسد بھی جا پہنچا

فلک پہ اٹھ کے سیم اسپ سے غبار چلا

جدل سے پہلے حسام منظر کا وا چلا

رجز کے بعد شعی مثل فیل جنگھارا      اوٹھا کے سر بھی ترچھا ہوا کبھی اڑا

زین سے نیزہ اٹھاڑا کبھی گاڑا      غبار راہ کو پکچھا کبھی کبھی جھاڑا

کبھی بڑا تو کبھی پاؤں تھرھرائے لگا

فرس پہ جھوم کے نوشا مسکرائے لگا

ڈریں یہ جس ہرتج بادل کی طرح پھر گرجا      کہا کہ ذور کا میرے ہے غلغلہ ہرجا

پہاڑ کو جو ہر ساؤں رہے نہ وہ برجھا      مارے ناہوروں میں بڑھا ہوا درجھا

مقابلہ مرا جس نے کیا وہ ہارا ہے

اسد کی اصل ہے کیا اڑووں کو مارا ہے

پگھلا راول بر شبر کہ تو عبث گرجا      ہماری تیغ کی بجلی کا شور ہے ہرجا

ہیں گے ہوش نہ ڈرے مرے تو بے برجھا      یہ تیغ تیز کرے گی ترا بڑا درجھا

کھلے ہوئے تھے فاطمہ عدم کے رستے ہیں

زیادہ جویں گرجتے وہ کم برستے ہیں

کماشتی نے دیں جن جو میری تیغ چلے پکڑوں شیر کی گردن اگر تو سانس نہ لے

جسے میں غیظ سے دیکھوں نہ موت سے لے جری وہ ہیں کہ کاٹے ہیں سیکڑوں کے گلے

وہا یہ مجھ سے کوئی پیل زور نہیں نہ سکا

کسی سے اک مرے نیرہ کا بن گھل نہ سکا

پکارا بڑھ کے جگر بند سید والا زباں کو بند کرا باہا تھیں اٹھا بھالا

وہ میں ہوں ضعیف ز سب سے زور میں بالا علی کے شیروں نے آغوش میں حبسے پالا

لو ہلکے تجھے اب جہاں سے کھوتا ہوا

حسین کا ہوں بھتیجا علی کا پوتا ہوں

کسی سے شیخدا کے پس نہیں ڈرتے شیر لاکھ کریں شور و ٹہر نہیں ڈرتے

تعلیوں سے تری پر جگر نہیں ڈرتے سگوں کے بھونکنے سے شیر نہیں ڈرتے

ہماری ضرب سے جہاں فوج والے ہوئے

سکے کیس کے پڑے ہیں زباں نکلے ہوئے

بتا کہ زپر کیا ہم نے فوج کو کیا نہ دیکھا ایک کو مضبوط تھا سنا جیسا

وہ چاروں جیسے تھے نام تو بھی ہی دلیسا رہے گا شور ہم اس پس میں لٹے ایسا

اسد کو زور میں کم وقت جنگ جانتے ہیں  
 ہم ایسے بدووں سے لڑنے کو ننگ جانتے ہیں  
 دغا کے جوش میں لودو طرف گھنٹی تلوار      سنبھل کے لیں سپریں ہاتھ اٹھے بڑھے رہوار  
 ادھر سے سب سمت آئے پیادہ و سوار      چار سمت ہے اک غل بگیہ و بدار  
 مگر یہ ڈر بھی کہ ایسا نہ ہو کہ پسپا ہو  
 لڑی ہوئی ہیں نکاہیں کہ دیکھئے کیا ہو  
 کبھی یہ خود پہ تیغ اور سیر یہ کبھی      ملی ہوئی ہر محلے سے کبھی کھر یہ کبھی  
 کبھی کلانی یہ پی دوش فتنہ گر یہ کبھی      کبھی لعل کی طرف صدر اہل شر یہ کبھی  
 مجال و تاب نہیں آنکھ چار کرنے کی  
 شقی کو بار نہیں ملتی وار کرنے کی  
 چمک کے تیغ و دم سے کبھی جھپکتا ہی      کبھی زباں کبھی دست قوی بہکتا ہی  
 کبھی ادھر تو کبھی اُس طرف جھپکتا ہی      جھپکا کے سر کبھی پچھلے قدم سرکتا ہی  
 امید فتح نہیں زندگی کی آس نہیں  
 تھکانے ہوش نہیں ہیں بجا اس نہیں  
 بڑھا سنبھل کے ادھر شیر قی ظلم پسند      قریب آگیا شب دیر تیز بہر ز غند  
 وہ زباں نہیں طرف دوست ظلم کر کے بلند      یہ آئے وہی طرف شیر سے اڑ کے مند

انہیں جو جیساں تھا اس حد پہ گیا ظالم  
 قدم فرس کے رکے زد پہ آگیا ظالم  
 لگائی تیغ و دودم کہہ کے یا علی ولی  
 اڑا لعین کا سر نجس پھر نہ موت ملی  
 گلے سے کھنچ کے دوبارہ چکر چلی  
 دوبارہ ہو کے گمراہ دشمن خدا و علی  
 غرور شہ نے بدست کا بھال دیا  
 زیں یہ فیل کو چوڑنگ کر کے ڈال دیا

نقیس

## ۹۳ چوسر کھیل

عجب طرح کی وزنگین چوڑ غرض بچھائی ہے اب خدا نے  
 کوئی بچھل کسی کا جگ ہی پھر ہیں نہ وہی بھی خانے خانے  
 جو پاسا پھینکے بنا بنا کر وہ داؤں کتنے ہی دل میں ٹھانے  
 جو چاہتا ہوا ٹھارہ آویں تو اس کو پڑتے ہیں تین جانے  
 پڑے ہسکتے ہیں لاکھ دانہ کروڑوں ہنٹ ہزار سیانے  
 جو خوب دیکھا تو یا مآثر خدا کی باتیں خدا ہی جانے  
 نظیر

## ۹۴ ریچھ کا تماشہ

کل راہ میں جاتے جو ملار ریچھ کا بچہ لے آئے وہیں ہم بھی اٹھار ریچھ کا بچہ  
سو بختیں کھا کھا کے پلار ریچھ کا بچہ جس وقت بڑھا ریچھ ہوا ریچھ کا بچہ  
جب ہم چلے ساتھ چلا ریچھ کا بچہ

نھا باتھ میں اک اپنے سواں کا جو سوٹا لہے کی کڑی اس پہ کھڑکتی تھی سراپا  
کاندھے پر چڑھا جھوننا ادا تھا تہیں ساہلا بازار میں لے آئے دکھانے کو تماشہ  
آگے تو ہم اور پیچھے وہ تھار ریچھ کا بچہ

تھار ریچھ کے بچہ پہ وہ گنا جو سر اسر ہاتھوں میں کٹے سونے کے بچے تھے جھک کے  
کانوں میں اور منگروٹے پاؤں کے اندر وہ ڈوب بھی نشیم کی بنائی تھی جو پر رز  
جس ڈور سے یارو نہا بندھا ریچھ کا بچہ

جھکے وہ جھکتے تھے پڑے جن پر کرن بھول سقیش کی لڑیوں کی پری مٹھا پو بھول  
اور ان کے سوا کتنے تھانے تھے جو گن بھول یوں لگ گئے پڑتے تھے سراپوں کی سسٹھل

گویا وہ پری تھا کہ نہ تھار ریچھ کا بچہ  
اک طرف کو تھیں سیکڑوں کوں کی پکاریں اک طرف کو تھیں سیرو جانوں کی قطاریں  
کچھ باتھوں کی قیق اور اونٹوں کی دکان غل شور مریے باغیر ٹٹھہ انہو بہاریا  
جب ہم نے کیا لاکے کھڑا ریچھ کا بچہ

کستا تھا کوئی ہم سے میاں آؤ قلندر وہ کیا ہوئے اچھے جو تھیں رتھے وہ بند  
ہم ان سے کہتے تھے یہ پیشہ و قلندر ہاں چھوٹا بابا انھیں جس کے اندر

جس دن سے خدا نے یہ دیار بچہ کا بچہ

نت میں اب اس بچہ کو ہم نے ہر سدا لڑنے کے سوانح جی اس کو ہر سکھایا  
یہ کہہ کے جو پھلی کے تئیں گت پہ بچایا اس ٹھہرے اسے چوکے جھگڑا یہ بچایا

جو سب کی نگاہوں میں کھیا بچہ کا بچہ

پھر ناچ کے وہ راگ بھی گایا تو وہاں واہ بھر کر وانا چا تو ہر اک بدنی زبان واہ  
ہر چار طرف سنے کہیں پیرو جاں واہ سب منس کے یہ کہتے تھے میاں واہ میاں واہ

کیا تم نے دیا خوب پیار بچہ کا بچہ

اس بچہ کے بچہ ہیں تھا اس ناچ کا ایجاد کرتا تھا کوئی قدرت خالق کے تئیں یاد  
ہر کوئی یہ کہتا تھا خدائے کو کھے شاد اور کوئی یہ کہتا تھا اے واہ رے ستا

تو بھی جیے اور تیرا سدا بچہ کا بچہ

جب ہم نے اٹھا ہاتھ کر ڈوں کو جو بلایا ہر خم ٹھونک پیلوں کی طرح سامنے آبا  
اپنا نور کشتی کا ہر آن دکھایا جو چھوٹے بچے تھے اسی کو چھایا

ہم بھی نہ تھے اور نہ تھکا بچہ کا بچہ

جب کشتی کی ٹھری میں سر جو بلایا لگاں تھی اس نے ہر آن ملاتا



گدہم نے بچھاڑا اسے گھٹن پر پھانسا      اک ڈیڑھ پہر ہو گیا کشتی کا اکھڑا  
 گوہم بھی نہ ہارے نہ ہاریچھ کا بچہ  
 یہ داؤں میں بچوں میں جکشتی میں آئی      یوہ سے پیسے کماندی میں گیا بیر  
 سب نقد جوتے آئے سولہ لاکھ پچھ ڈھیر      جو کتا تھا ہر ایک اس طرح سے نہ پھیر  
 یارو تو لٹا دیکھو زار بچھ کا بچہ  
 کتا تھا کھڑا کوئی جو کمر آہ ابا ہا      اس کے تم ہی استاد ہو روا لہا ہا  
 یہ کمر تم نے تو ناگاہ ابا ہا      کیا کہنے غرض آفرش لے جا لہا ہا  
 ایسا نو نہ دیکھا نہ سنا ریکھ کا بچہ  
 جس دن سے نظا اپنے تودل شاوی ہی      جاتے ہیں بعد ہر کو ادھر شاوی ہی ہیں  
 سب کہتے ہیں وہ صاحب ایجاوی ہی      کیا دیکھتے ہو تم کھڑے استاد ہی ہیں  
 کل چوک میں تھا جی کا لڑا ریکھ کا بچہ  
 نظیر

## ۹۵۔ اگرہ کی تیرا کی

جب بیرنے کی رست میرا لہا پر تے ہیں      عاشق ہی ساتھ آج کے غمخو اپر تے ہیں  
 بھولے سیاستدان نہ شیا پر تے ہیں      پوچھان وار کے عیاد پر تے ہیں

لوئی غریب مفلس زندہ اوپر تے ہیں  
 اس آگرہ میں کیا کیا لے یا پر تے ہیں  
 جھونے سے لے کے بارو تاجا تا پایا  
 چھتری سے کچھ خونی دارا کا خنتر کیا  
 متاب باغ، سید تیلی، قلعہ روہنہ  
 غل شور کی ہار میں ابوہ سیر چرچا

ہر اک مکان میں ہو کر ہشیار پر تے ہیں  
 اس آگرہ میں کیا کیا لے یا پر تے ہیں  
 باغ حکیم اور جوشیو اس کا چین ہے  
 ان میں جگہ جگہ پر مجلس ہے انجن ہے  
 میو، مٹھائی کھانے اور نچوڑ لگن ہے  
 کچھ پیرنے کی دھو میں کچھ عیس کا چلن ہے  
 ہر اک مکان میں ہو کر ہشیار پر تے ہیں  
 اس آگرہ میں کیا کیا لے یا پر تے ہیں

برسات میں جو اگر چڑھتا ہی خوب دیا  
 ہر جا کھری و چادر بند اور ناند چکوا  
 مینٹا بھورا چالان جگر سمیٹ مالا  
 مینڈ گھیر تختہ کتے پھاڑ کترا

دان بھی ہنسے اپنے ہشیار پر تے ہیں

اس آگرہ میں کیا کیا لے یا پر تے ہیں

توہنی میں اہلا ہوتی ہیں کیا برائی  
 خلقت کے ٹٹ خرو ویرا کی قہار  
 پیریں نیاویں مجلس کو دیں اڑیں کاپیں  
 لیتے دھنیت نکلے کا کھانے کا کھانا

کیا کیا تماشے کر کر اظہار پیرتے ہیں  
اس آگرہ میں کیا کیا لے یا پیرتے ہیں

جنا کا باٹ گویا محن چمن ہی بارے      پیر اک اس میں پیریں جیسے کہ چاند تارے  
منہ چاند کے سے ٹکڑے تگڑے سپاہیے پیارے      پریوں سے بھرے ہیں منجھدار لو کہ تارے

کچھ وار پیرتے ہیں کچھ پار پیرتے ہیں  
اس آگرہ میں کیا کیا لے یا پیرتے ہیں

کتے کھڑے ہیں پیریں اپنا دکھائے سینہ      سینہ جگ سا ہی میرے کا جوں نگینہ  
آدھے بدل یہ پانی آدھے پہ ہی لپینہ      سروں کا بہ چلا ہی گویا کہ اک قمرینہ

دامن کمر یہ بانہ دستار پیرتے ہیں  
اس آگرہ میں کیا کیا لے یا پیرتے ہیں

جاتے ہیں ان میں کتنے پانی پہ صاف ہوتے      کتنوں کے ہاتھ تجربے کتنوں کے سر پہ چوٹے  
کتنے پتنگ لاتے کتنے سوئی پروتے      حقوں کا دم لگاتے نہیں منہس کے شاہ ہوتے

سو سو طرح کے کر کر بستا پیرتے ہیں

اس آگرہ میں کیا کیا لے یا پیرتے ہیں

کچھ نالچ کی بھاریں پانی کے کچھ تارے      دریا میں جی ہے ہر اندر کے سوا کھارے  
پیر نکل خد سے دھڑکھڑکے      بھرے فواو جیوٹوٹکی بنے نوارے

ان جھگڑوں سے ہو کر سرشار پیرتے ہیں

اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں

ناقص میں وہ جو گلہ فاجوں میں چھپکے ہو یا جھڑے بدن میں رنگیں گئے چھنکے ہو ہیں

تائیں سہا میں لاتی طیلے کھڑک رہے ہیں عیش و طرب کی دھو میں پانی چھپکے ہو ہیں

سوساٹھ کے بنا کر اطوار پیرتے ہیں

اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں

ہر آن بولتے ہیں سید کبیر کی جے پھل اس کے بعد اپنے استاد پیر کی جے

سور و مکھ کنھیا چمنائے تیر کی جے پھر غول کے سب اپنے خرم و کبیر کی جے

ہر دم بہ کر خوشی کی گفتار پیرتے ہیں

اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں

کیا کیا نظیریاں کے ہیں پیرنے کے بانی ہر جن کے پیرنے کی ٹکوں ہیں آن مانی

استاد اور خلیفہ شاگرد یا ر جانی سب خوش رہے ہیں جب تک جتنا کہ سچ پانی

کیا کیا ہنسی خوشی سے ہر بار پیرتے ہیں

اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں

نظیر



کبھو دے پروہ لاکھ زور وں سے جام  
 کبھو سیہ نختی ہے آہنگ کی  
 کبھی ناچتا ہے وہ مہوش حضور  
 ہے جنبش میں جس کی یہ سب تاؤ بھاؤ  
 وہ نکلی یہ سب زیبِ زیور میں غرق  
 کروں کیا میں صورت کا اس کی بیا  
 تھی خلقت سے اس آبِ گل کی بری  
 وہ گھنساگر و کجی کی جھک یہ بلائے  
 ہوئی ان کی جب پاؤں میں اس کجا  
 ز بس عود سوزوں روشن تھا عود  
 کہ کہتی تھی گھبرا کے ہر دم نسیم  
 نئے غسل مانندِ فوں جام  
 ہر اک سمت تھا اس کا مجلس میں دور  
 یہ نہیں تھا کوئی لفظ بنائے و نوش  
 تھے عیش و طرب ہمدرد گرم جوش

قائم

## ۹۸ شادی کی دھوم

وہ جینے وہ سر پہنچ جو ہر نگار  
 نہ الماس کے تکرے کا ہے ظہور  
 وہ بازو پہ کیا نور تن جلوہ گر  
 کمر بند میں تکرے لعل ناب  
 دلوں میں ہیں کس کی شادی کے چاؤ  
 رکھ آئینہ آب کو رو برو  
 ہر اک سوچب ہیں خوش اندائیاں  
 ہر اک برج پردوشنی کا عروج  
 فلک پر مٹی دو چہراں کو راہ  
 مچا شادیوں کا غسل تا فلک  
 یہ ہر ایک شہنا سے آئی صدا  
 کرتے فیض کا تجھ سے وہ اکتساب  
 رہے ساز تا دست ناہید میں

عدو کو یہ اختہ رہے دنیا ہمار  
 گرہ ہو رہا ہے تجلی کا نور  
 کتنی رنگ کے پھول اک شاخ پر  
 شفق رنگ نصف النہار آفتاب  
 کہ ہے شاہانِ چمن کا بناؤ  
 سنو رہا ہے سر و لب آب جو  
 طے سائیاں حسلہ پردازیاں  
 زمیں آسماں وار ذات البروج  
 لگا لینے کا جل سکورے پر ماہ  
 گئے بھول تسبیح خوانی ملک  
 کہ تجھ کو مبارک یہ شادی شہا  
 کہ نو شر ہے مد اور تو آفتاب  
 شبابت تا جام رخورشید میں

تری نرم میں جام پور روز شب

نئے عیش اور نئے ہائے طرب

ممنون

## ۹۹۔ مفلس کے گھر شاوی

مفلس جو بیاہ بیٹی کا کرتا ہی بول بول پسیا کہاں ہو جو جا کے وہ لڑوے جہیز مل  
جو رو کا وہ گلا ہی کہ ہو جیسے پھوٹا ڈھول گھوکی حلال خوری تلک کرتی ہو ٹھٹھول  
ہریت تمام اس کی اٹھاتی ہے مفلسی

بیٹے کا بیاہ ہووے تو بھائی نہ ساتھی ہو نے روشنی نہ بالیہ کی آواز آتی ہے  
ماں پیچھے ایک میلی چپداڑھ جاتی ہی بیٹا بنا ہی دولہ تو باوا براتی ہے  
مفلس کی یہ برات چڑھاتی ہے مفلسی

گر بیاہ کر چلا ہے سحر کو تو یہ بلا شہد از نا نا ہی چڑا او بھاٹ منڈ چڑا  
گھیرے ہوئے اسے چلے جاتے ہیں جا بجا وہ آگے آگے روتا ہوا جاتا ہے چلا  
اور پیچھے پیچھے بچوں کو بجاتی ہے مفلسی

دعا زہ پر زلف نے بجاتے ہیں تالیاں اور گھر میں بیٹھی ڈھنی دیتی ہیں گالیاں  
مالن گلے کا ہار ہو دوڑے لے ڈالیاں سقہ کھڑا سنا تا ہی باتیں رواتیاں  
یہ خواری یہ خرابی دکھاتی ہے مفلسی

منظری



# ۱۰۰۔ شہر آشوب

کہائیں آج یہ سہو داسے کیوں توڑا نوٹا ڈول  
 پھر ہے، جا کہیں نوکر بھولے کے گھوڑا ہول  
 لگا وہ کہنے یہ اس کے جواب میں دو بول  
 جو میں کہوں گا تو سمجھے گا تو کہ ہے یہ ٹھٹھول  
 بتا کہ نوکر ہی بکیتی ہے ڈھیر یوں یا تول  
 سپاہی رکھتے تھے نوکر ایسے دولت مند  
 سو آمدان کی توجہ گیر سے ہوئی ہے بند  
 کیا ہے ملک کو مدت سے سرکشوں نے پسند  
 جو ایک شخص ہے بائیس صوبے کا خاوند  
 رہی نہ اس کے تصرف میں فوجداری کولی  
 رہی فقط عربی بابے پرائیوں کی مشاں  
 جچا ہیں اس کو نہ بچوا دیں یہ تو کیا امکان  
 بران کا فسر ہے تخفیف خرچ پر ہر آن  
 رہے گا حال اگر ملک کا یہی تو نہ ان  
 گلے میں تاشا کہاروں کے پاکی میں قہول

امیر لب جو ہیں دانا انہوں کی ہے یہ چسال  
 ہوئے ہیں خانہ نشین دیکھ کر زمانہ کا حال  
 بچی ہے سوزنی خواجہ کھڑا جھلے ہے رومال  
 حضور بیٹھے ہیں اک دوندیم اہل کمال  
 دھری گرو برواک پیک دانا اک تسبول  
 پڑے جو کام انہیں تب نکل کے کھائی ہے  
 رکھیں وہ فوج جو موئی پھرے لڑائی سے  
 پیادے ہیں سوڈرین ہرنڈلے نائی سے  
 سوار گر پڑیں سوتے میں چار پائی سے  
 کرے جو خواب میں گھوڑ کسی کے نیچے اول  
 کہے جو مودی سے جا کر دواب کے حالات  
 جواب دے ہے کہ ہے اونٹ توفشتے کی ذات  
 ہوا چھٹی ہے بیلوں کی اور ٹھیس پہ برات  
 جو چھری ہیں انہوں نے پیاہے آب حیات  
 ہنسارے کھائے کو دانا کو تو دیکھے تول  
 اور ابجے رسم میں آقا کے فیل خانہ ہے  
 جو ہستی اندھی ہے اس میں تو ہاتھی کا نا ہے

نہ مٹھور چارے کا راتب کاٹے ٹھکانا ہے  
 ہر ایک بھوک سے سوئے عدم روانا ہے  
 اب اس کو خواہ وہ پائل سمجھ لیں خواہ مخول  
 کرے ہے بھوک سے شاگردِ پیشاب یراش  
 کہیں پلاؤ تو باورچی والی پکا دے آتش  
 کہیں قناتوں میں دربان بیٹھے پردہ فاش  
 تلے سے کھینچ لے مسند کو آن کر فراش  
 اگر کہیں کہ مٹا اٹھ کے چاندنی کا جھول  
 سودا

## ۱۰۱۔ شہر آشوب

ہواب تو کچھ سخن کا مرے اختیار بند  
 رتنی و طبع سوچ میں لیسل نہار بند  
 دریا سخن کی فکر کا ہو صبح و آربند  
 ہو کس طرح نہ شبنم میں زبان بار بار بند  
 جب اگرہ کی خلق کا ہو روزگار بند  
 بے روزگاری نے یہ دکھائی ہو غلسی  
 کوٹھے کی چیمت نہیں ہے جہانی ہو غلسی  
 دیوار و در کے بیچ سمائی ہو غلسی  
 ہر گھر میں اس طرح سے بھرائی ہو غلسی  
 پانی کا ٹوٹ جلشے ہو جوں ایک بار بند

کریاں سال کی ختمیں کیوں تو اگلے سال  
 لہجہ قرض و وام سے چھپرے ہیں ڈال  
 بھروسہ دھنڑے اس پرچوں کے گھبرائے  
 اس کھربے بھوسے ہی یہ ان چھپرے کا حال  
 گویا کہ ان کے بھول گئے ہیں پکار بند

کپڑا نہ گھڑی بیچ نہ تھیلی میں در رہا  
 خطرہ نہ چور کا نہ اچکے کا در رہا  
 رہنے کو بن کو اڑ کا پھوٹا کھنڈر رہا  
 کھنکھار جا گئے کا نہ مطلق اثر رہا  
 آنے سے بھی جو ہو گئے چور و چکار بند

اب اگر وہ میں جتنے ہیں سب لوگ ہی تباہ  
 آتا نظر کسی کا نہیں ایک دم پناہ  
 مانگو خرنیزہ والیسے برے وقت سے پناہ  
 وہ لوگ ایک کوڑی کے محتاج اب ہیں  
 کسب و ہنر کے یاد ہیں جن کو ہزار بند

صراف بنے جو ہری اور سیٹھ سا ہو کار  
 دیتے تھے سب کے نقد سوکھاتے ہیں اب اچھا  
 بازار میں اُسے ہر بڑی خاک بے شمار  
 بیٹھے ہیں دکانوں پہ اپنی دکاندار  
 جیسے کہ چوبیسٹھے ہوں قیدی قطار بند

سمیٹا کر دل کو سود نہ ہو پار کی کو فلاح  
 بزاز کو ہے نفع نہ پنیساری کو فلاح  
 دلال کو ہی یافت نہ باران کو فلاح  
 دکھیا کو فائدہ نہ سپنہاری کو فلاح  
 یاں تک ہوا ہوائ کے لوگوں کا کار بند

ماریں ہیں ماتہ ماتہ یہ سب ایک دستکار  
 اور جیتے جیتے وار جیستے ہیں زار زار

کوٹے ہے تن لہار تو پیٹے ہی سرسار کچھ ایک دو کے کام کا رونا نہیں ہے بار

چھتیس بیٹے والوں کا ہی کاروبار بند

دو کے بھی جتنے کام تھے وہ سب ہو گئے اور شہی قوام بھی یک سر جھک گئے

نزدار اٹھ گئے تو بنے سرک گئے چلنے سے کام تار کشوں کے بھی ٹھک گئے

کیا بال سستی کھینچیں جو ہو جائے تار بند

بیٹھے بساطی راہ میں تنکے سے چنے ہیں جلتے ہیں تان بالی تو بھر بھرنے بھینٹے ہیں

دھننے بھی ہاتھ ملتے ہیں اور کوڑھنے ہیں روئے نہیں وہ جو مشرغ و دالائی بنتے ہیں

اور وہ تو مر گئے جو نہیں تھے ازار بند

بیچیں تھے وہ جو گوند کے پھولوں کے بھی بار مچھا ہی بھول کی مچلی جی ہے واغدار

جب آدھی رات تک نہ بکی جنس آبدار لاچار پھر وہ ٹوکری اپنی زین پر بار

جاتے ہیں کر دکان کو آخر وہ ہار بند

حجام پر پی یاں تیں ہی غلٹی کا زور پیا کہاں جو سان پہ جو سیرول کا شور

کلپے ہی سر جھکوتے بھئے اس کی لیلید کیا بات ایک بال کٹے یا تراشے کوہ

یہاں تک پہنچا سترے و نہری کی دھار بند

محنت سے ہاتھ پاؤں گکڑی بات لائے بیکار کب تلک کوئی قرض دودھار کھائے

دیکھوں جسے وہ کرتا ہی رو رو کے ہائے انا ہی ایسے حال پہ رونا نہیں تو دوائے

دشمن کا بھی خطا نہ کرے رو کا رہند

آمدنہ خادموں کے تئیں مقبروں کے پہنچ باسن بھی سر چٹکتے ہیں سب منفرد کپڑے پہنچ  
عاجز ہیں علم والے بھی سب سسوں کے پہنچ جہاں ہیں بڑے بھی اپنے گھروں کے پہنچ  
نندو نیاز ہو گئی سب ایک بار بند

کیا چھوٹے کام والے وکیا پیشہ و خیب ریزی کے آج ہاتھ سے عاجز ہیں سب غریب  
ہوتی ہی بیٹھے بیٹھے جب آشام عنقریب اٹھتے ہیں سب دکان سے کہہ کر کہ نہیں سب  
قسمت ہماری ہو گئی بے اختیار بند

کیونکر بھلا نہ مانگتے اس وقت سے پناہ محتاج ہو جو پھرنے لگے در بدر سپاہ  
یاں تک امیر لڑے سپاہی بچے تباہ جن کے جلوس چلتے تھے ہاتھ گھوڑے آہ  
وہ دوڑتے ہیں اور کے پکڑے شکار بند

ہی جن سپاہیوں کے نہ بند وق اور بناں کٹتے کا ان کے نام نہ چلے کا ہوشناں  
چاندی کے بند تار تو پیتل کے ہیں کہاں لہجہ اپنی روزی کا بابت سمجھ کے بن  
رسی کے ان میں بانٹے ہیں پیادے سوا بند

ایسا سپاہ مرد کا دشمن زمانہ ہے رولی سوار کو ہی نہ گھوڑے کو دانا ہے  
تخواف نے طلب ہی نہ پتیا نہ کھانا ہے پیادے دواں بند کا پھر کیا بھوکا نا ہے  
دروہ خراب پھرنے لگے جب نقار بند

جتنے ہیں آج اگر ہمیں کارخانجات سب پر پڑی ہیں آج کے روزی کی مشکلات

کس کس کو کھو کر دیتا دیکس کی کہنے بات      رندی کے اپنے خست کا ہلتا نہیں ہی پتا

ایسی ہوا کچھ آکے ہوئی ایک بار بند

ہیں باغ جتنے یاں کے سو ایسے پتے ہیں خار      کانٹے کا ان میں نام نہیں پھول در کنار

سو کھے ہوئے کھڑے ہیں خزان مینوہ دا      کیاری میں خاک حول روش پر پڑی غبار

ایسی خزاں کے ہاتھوں کوئی ہی سہا رہند

دیکھے کوئی چین تو پڑا ہے اُجاڑ سا      غنچہ نہ پھل نہ پھول نہ سبز ابرا بھرا

آواز قمریوں کی نہ ٹہیل کی ہے صدا      نہ حوض میں ہے آب نہ پانی ہے نہر کا

چادر پڑی ہے خشک تو ہے آبشار بند

بے داری سے آگہ ایسا ہوا تباہ      پھوٹی حویلیاں ہیں تو ٹوٹی شہر نیاہ

ہوتا ہی باغباں سے ہر اک باغ کا تباہ      وہ بلغ کس طرح نہ لے اور نہ جڑے آہ

جس کا نہ باغبار ہو نہ مالک نہ خار بند

ہے کونسا و دل جسے فرسودگی نہیں      وہ گھر نہیں کہ روزی کی نابودگی نہیں

ہرگز کسی کے حال میں بہبودگی نہیں      اب آگہ کئے نام کو آسودگی نہیں

کوئی کے آکے ایسے ہوئے رہا زار بند

کیوں یاد اس کاں میں کیسی چلی ہوا      جو غفلی سے ہوش کسی کا تہیں بجا

جو ہی سو اس ہو اس دوانا سا ہو رہا      سودا ہوا خراج زمانے کو یا خدا

تو ہے جسک کھول دے اب اس کچا زبند

ہمیری حق سے اب یہ دُعا شام اور صبح  
سب کھاویں بیویں یا بچے کھیں اپنے گھر

بہا اگر بھی خلق پہ پھر مہر کی نظر  
اس ٹوٹے شہر پر بھی اتنی تو فضل کر

کھل جاویں ایک بار تو سب کا روبرو بار بند

عاشق کہو اسیر کہو اگرے کا ہے  
مفلس کہو فقیر کہو اگرے کا ہے

شاعر کہو نظیر کہو اگرے کا ہے

اس واسطے یہ اس نے لکھے پانچ چار بند

نظیر

دیکھتے ہیں



# کلیات اختر شیرانی

صبح بہار اخترستان

لالہ منظور طہور آوارہ

شہنشاہ شہرود

نغمہ حرم

شاعرِ زمان کا یہ کلام فنِ شاعری کی حسین یادگار حسنِ معنوی ظاہری  
 سے مرصع مجلہ حسین گرد پوش ————— قیمت آٹھ روپے  
 ملنے کا پتہ

کتب خانہ تذیر یہ مسلم منتر لکھاری باؤلی دہلی

# مناظر قدرت

(جلد چہارم)

ضمیمہ

شعرا اور ان کا کلام

استدعا:۔ ذیل شعرا کے متعلق جو جو حالات دریافت طلب ہیں اگر کوئی صاحب ان سے مطلع فرمائیں گے تو باعث شکر گزاری ہوگا۔

۱۔ اسماعیل مولوی محمد اسماعیل صاحب مرحوم

ولادت ۱۲۸۴ھ اور وطن میرٹھ وفات ۱۳۱۵ھ عہد دفن میرٹھ صفحہ

۱۹۔ نظارہ قدرت

۱۸۔ قلعہ اکبر آباد

صفحہ

۳۳۔ وال کی فریاد

۸۰۔ عید الفطر میں گڑ بڑ

۸۳۔ برسات کی شب برات

۲۔ اقبال۔ سر محمد اقبال

ولادت ۱۸۷۷ء وطن سیالکوٹ

۲۹۔ ستارہ

۳۰۔ صبح کا ستارہ

۴۱۔ جگنو

۳۴۔ انس۔ میر علی صاحب مرحوم

ولادت وطن فیض آباد وفات مدفن

۱۶۔ بہشت بریں

۳۷۔ بہشت کے پرند

۶۶۔ بہرام پسلوان

۴۔ جوش۔ شبیر حسن خاں صاحب رئیس ملیح آباد

ولادت ۱۸۹۲ء وطن ملیح آباد

۲۔ مناظر سحر

۴۴۔ نقشہ

۵۔ سکسینہ۔ جے ویال سکسینہ صاحب

ولادت وطن

۳۔ چاندنی رات

۶۔ حالی۔ خواجہ الطاف حسین صاحب مرحوم

ولادت ۱۲۸۵ء وطن پانی پت وفات ۱۹۱۲ء مدفن پانی پت

۴۵۔ مرغی اور اس کے بچے

۵۲۔ پیاری بچی

۵۹۔ شریف بیبیاں

۶۰۔ غریب ماں

۶۲۔ موچی

۶۳۔ چٹھی رساں

۷۔ سرور جہان آبادی بنشی درگا سہائے صاحبہ انجمنی

ولادت وطن دلی وفات مدفن

۴۳۔ بھونرے کی بے قراری

۵۱۔ یافلی

۵۴۔ پسنی

۸۔ سودا۔ مرزا محمد رفیع صاحب مرحوم  
ولادت ۱۲۵۱ھ وطن دلی وفات ۱۱۹۵ھ مدفن بکنو

۶۔ گراما کی شکایت : -----

۳۶۔ حصا -----

۵۰۔ ہاتھی کی تعریف -----

۵۵۔ خوشی کی پری -----

۶۷۔ پیٹ کا بندہ -----

۶۹۔ کہ تو ال بیخصال -----

۷۰۔ خسیس کھی چوس -----

۷۳۔ نیم حکیم -----

۹۶۔ آصف الدولہ کی سخاوت -----

۱۰۰۔ شہر آشوب -----

۹۔ وصی۔ سید وصی بلگرامی صاحب

ولادت وطن بلگرام

۸۔ برسات کی بہار -----

۱۰۔ شوق قدوائی مولوی احمد علی صاحب

ولادت وطن گدیا

۴۔ ہندو میا چل کی چاندنی رات

۲۲۔ جنگل -----

۱۱۔ صادق۔ صادق علی خاں صاحب

ولادت وطن سری نگر

۵۔ عروس بہار -----

۱۲۔ صفدار۔ صفدر مرزا پوری

ولادت وطن مرزا پور

۵۸۔ ادھر آ تو پھول والے -----

۱۳۔ طالب بنارسہی۔ منشی ویسی پر شاہ صاحب

ولادت وطن بنارس

۷۷۔ جاہل ماں -----

۱۴۔ قائم۔ قیام الدین صاحب مرحوم

ولادت وطن چاند پور وفات مدفن

۱۲۔ کیچڑ کی آفت -----

۶۸۔ حافظ اکول -----

۷۱۔ جھوٹا امیر -----

۷۴۔ بنگ نوش -----

۷۵۔ تاج نامہ رجام

۹۷۔ عیش پرستی

۱۵۔ گوپال گوپال جی سہائے صاحب

ولادت وطن

۴۸۔ گھوڑا۔

۱۶۔ محسن۔ مولوی محمد محسن صاحب مرحوم

ولادت ۱۲۷۲ھ وطن کاکوری وفات ۱۹۰۵ء مدفن میں پوری

۹۔ برسات کی بہار۔

۱۷۔ محوی لکھنوی۔ محمد حسین صاحب

ولادت وطن لکھنؤ۔

۳۹۔ تبتلی۔

۱۸۔ مسلم عظیم آبادی۔ محمد مسلم صاحب

ولادت وطن عظیم آباد۔

۲۰۔ نیلگری کی سیر۔

۱۹۔ مثنون۔ میر نظام الدین صاحب

ولادت وطن دلی وفات مدفن

۹۸۔ شادی کی دھوم۔

۲۰۔ مہر۔ مہر حسن صاحب امرتسری

ولادت وطن امرتسر

۴۰۔ اڑنے والے پھول۔

۲۱۔ نادر کا کوری۔ نادر علی خاں صاحب مرحوم

ولادت وطن کاکوری وفات مدفن

۴۔ ذہرتی ماما۔

۲۲۔ نظیر۔ شیخ ولی محمد صاحب مرحوم

ولادت وطن اکبر آباد وفات مدفن

۷۔ برسات کا تماشا۔

۱۰۔ برسات کی بہاریں۔

۱۱۔ برسات کے عیش و رنج۔

۱۳۔ برسات کی نکمیاں۔

۱۴۔ جاڑے کی بہار۔

۲۵۔ اکبر آباد۔

۲۶۔ روضۂ تلج گنج۔

۲۷۔ محل سرا۔

۳۲۔ حجاب۔



- ۳۳۔ کورما بزن .....  
 ۴۹۔ شیرینی اور اس کے بچے .....  
 ۵۲۔ شوخ پنچپل .....  
 ۵۶۔ مرہ لقا .....  
 ۵۷۔ موعی .....  
 ۶۱۔ جوگی کا بھیس .....  
 ۶۴، ۶۵۔ آدی آدی .....  
 ۶۷۔ مغلسی کے احوال .....  
 ۷۸۔ عید گاہ اکبر آباد .....  
 ۷۹۔ عید الفطر .....  
 ۸۱۔ شب برات کا جلوہ .....  
 ۸۲۔ شب برات کی آتش بازی .....  
 ۸۴۔ حضرت سلیم ہشتی کا عرس .....  
 ۸۵۔ کرشن جی کی بانسری .....  
 ۸۶۔ آتند بدھاوا .....  
 ۸۷۔ ہولی .....  
 ۸۸۔ ہولی کی بہار .....



۲۵۔ واقف۔ واقف بہاری۔

ولادت وطن

۲۳۔ گنگا۔

۲۶۔ وجاہت۔ سید وجاہت حسین صاحب

ولادت جہانہ

۳۵۔ جیب گھڑی۔

۲۷۔ وحید۔

ولادت وطن وفات مدفن

۱۵۔ جنت الفردوس۔

۱۸۔ بزم قدرت کسی کی آمد۔

۳۸۔ بہشتی پرند۔

۹۱۔ طرز جنگ۔

۲۸۔ یاور۔ مرزا محمد ہمایوں صاحب

ولادت وطن خیر آباد

۷۲۔ مسرت مقروض۔

۲۹۔ ۹

۳۱۔ مرجایا ہو پھول۔

# معارف ملت

قومی نظموں کا یہ مجموعہ چار حصوں پر  
متل ہے

ت ہر حصہ کی جداگانہ ہے  
شاعری کا یہ خزینہ الگ الگ  
وں میں انتہائی خوبصورتی سے شائع  
کیا ہے۔

ملنے کا پتہ

انٹرنیڈیرہ مسلم منٹرل کھاری باؤلی دہلی

# کتاب خانہ ندوۃ اسلامیہ کھاری باؤلی دہلی

آپ کے ایمانی جہود کو دُر کرنے کے لئے مندرجہ ذیل تصوف کی حرکت  
آلار کتابیں انتہائی عقیدت کے ساتھ ہم نے شائع کی ہیں جن کی باطنی کیفیت  
آپ کو پڑھ کر اور ظاہری حالت کتاب پر معلوم ہوگی۔

دیوان حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ  
تین روپے

دیوان حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

چار روپے پچاس پے

دیوان حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

نور روپے

ملفوظات حضرت محبوب الہی خواجہ نظام الدین اولیاؒ

یعنی قوائد الفوائد کا اردو ترجمہ موسومہ "ارشاد محبوب"

پانچ روپے

حیاتِ دلیگر تین روپے

حیاتِ عثمان غنیؓ

اسلامی احکام ۶۲ نئے پے

نوٹ: دیگر مذہبی اصلاحی کتابیں بھی ہم سے طلب فرمائیے





